تذکرۃ العارفین

پیر سیّد غلام معین الحق گیلانی
گولڑہ شریف

پیش کش

ایوانِ مہر علی شاہؒ گولڑہ شریف اسلام آباد

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب	:	تذکرۃ العارفین
مؤلف	:	پیر سید غلام معین الحق گیلانی
تاریخِ اشاعت	:	۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ
مجلسِ اشاعت	:	ڈاکٹر افتخار الحسن شاہ
		محمد صدیق ساجد علوی
		فیاض باقر
		غضنفر عباس قیصر فاروقی
کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ	:	ظہیر احمد بہادر
پرنٹرز	:	عبدالرحمن پرنٹرز، I-9 مرکز، اسلام آباد
		فون نمبر 051-4100586, 4431797
ملنے کا پتہ	:	مکتبہ ایوانِ مہر علی شاہ ٹرسٹ گولڑہ شریف
		فون نمبر 051:2214488
	:	احمد بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی
	:	اسلامک بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی
	:	اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ راولپنڈی
	:	مکتبہ ضیائیہ بوہڑ بازار راولپنڈی
قیمت	:	روپے

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَستُ مِنهُم
لَعَلَّ اللّٰهُ يَرزُقُنِي صَلَاحًا

فہرست

صفحہ نمبر	تفصیل	نمبر شمار
۵	پیش لفظ	O
۲۶	حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری قدس سرہ العزیز	۱۔
۳۷	حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز	۲۔
۷۷	حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ العزیز	۳۔
۸۵	حضرت معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز	۴۔
۱۱۱	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز	۵۔
۱۱۷	حضرت مخدوم سیّد علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز	۷۔
۱۵۱	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز	۸۔
۱۶۶	حضرت شرف الدین بو علی قلندر قدس سرہ العزیز	۹۔

OOO

پیش لفظ

نحمدہٗ ونصلی و نسلّم علی رسولہ الکریم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ ایک حدیثِ قدسی میں ارشاد فرماتا ہے: کنت کنزا مخفیا فا حببت ان اعرف فخلقت الخلق یعنی میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا' پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے ''الخلق'' کو پیدا فرمایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات کے عرفان سے محبت ہے اور اُس کا مقصدِ تخلیق عرفانِ ذات ہے' ظاہر ہے کہ یہ عرفان عارف کے ذریعے ہی ممکن ہے' اس لئے لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عارف سے بھی محبت ہو۔

اللہ تعالیٰ کی پہلی تخلیق نورِ محمد ﷺ ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے اوّل ما خلق اللّٰہ نوری و کل الخلائق من نوری یعنی اللہ تعالیٰ کی پہلی تخلیق میرا نور ہے اور پھر میرے نور سے ساری کائنات کی تخلیق ہوئی۔ اور بدیہی امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس پہلی تخلیق یعنی ''الخلق'' کو نورِ عرفانِ ذات وصفاتِ خداوندی سے مملو کر کے پہلا عارفِ کامل بنایا' باعثِ تخلیقِ کائنات بلکہ مقصودِ کائنات بنا کر سرچشمہء وجودوعرفان اور کانِ ہر نعمت بنایا۔

یہ مصدرِ عرفان ایسا محبوب ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک حدیثِ قدسی میں ارشاد فرماتا ہے ''لو لاک لما اظہرت الربوبیۃ'' (مدارج النبوت) یعنی اے محبوب! اگر تیری ذات میرا مقصود و مدعا نہ ہوتی تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔ چونکہ رب

(پالنے والا) مربوب سے ظاہر ہوتا ہے اور مربوب کل کائنات ہے لہٰذا نتیجہ اخذ کرنا آسان ہے کہ حضور ﷺ باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں' کائنات کی ہر شے حضور ﷺ کی خاطر بنائی گئی ہے اور خالقِ کائنات نے آپؐ کو مالکِ کائنات بنایا ہے۔

تو اصلِ وجود آمدی از نخست　　دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

بہرِ اظہار است ایں خلقِ جہاں　　تا نماند گنجِ حکمت ہا نہاں

کنت کنزا گفت مخفیاً شنو　　جوہرِ خود گم مکن اظہار شو

سورۃ آلِ عمران کی آیت ۸۱ کی وضاحت میں حضرت علیؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام) ہر نبی سے یہ پختہ وعدہ لیا کہ اگر ان کی موجودگی میں سیدو سرور محمد نورِ جاں تشریف لے آئیں تو ہر نبی آپؐ پر ایمان لا کر آپ کی اُمت میں شامل ہو اور ان کی ہر طرح سے مدد کرے اور پھر ہر نبی نے اپنی اپنی امت سے یہی عہد لیا (تفسیرِ بغوی)۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ حضورؐ ہی مقصودِ کائنات اور رسولِ منتظر ہیں اور باقی تمام انبیاء و رسل علیہم السلام آپؐ کے نائب و تابع و منتظر تھے۔

ع　　مقصودِ ذات اوست دگر جملگی طفیل

اور اسی محبوبیت کو واضح کرنے کے لئے سیدالمکاشفین حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ نے اپنی تفسیر کی ابتدا میں ہی یہ حدیثِ قدسی درج فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ما خلقت خلقا احبّ الیّ ولا اکرم لدیّ منک بک اعطی وبک اخذ وبک اثیب و بک اعاقب ۔ یعنی اے محبوبؐ! میں نے تجھ سے زیادہ محبوب اور

تجھ سے زیادہ مکرّم پیدا ہی نہیں کیا۔ میں مخلوق میں کسی کو کوئی نعمت عطا کرتا ہوں تو تیری خاطر۔ کسی سے کوئی نعمت چھینتا ہوں تو تیری وجہ سے۔ کسی کو ثواب عطا کرتا ہوں تو تیرے طفیل اور کسی کو سزا دیتا ہوں تو صرف تیری وجہ سے۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اور صرف نبیء آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو ہی رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین ۔تاکہ عالمین کے جس فرد کو بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل وکرم پہنچے تو صرف رسول اللہ ﷺ کے وسیلے اور ذریعے سے پہنچے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے حصولِ رحمت کا کوئی اور دروازہ بنایا ہی نہیں۔ اگر کہیں اور سے کوئی نعمت ورحمت ملے گی بھی' تو وہ اسی پاک در کی خیرات و سوغات ہوگی اور اسی دریائے رحمت کی نہر:

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

اور سارے گدا عرض گزار ہیں:

السّلام اے آں کہ ابرِ رحمتی   السّلام اے آں کہ کانِ نعمتی

حضرت علامہ نبہانیؒ ''مجموعہ نبہانیہ'' میں فرماتے ہیں:

کل فضل فی الخلق فھو من   اللہ الیہ و منہ للاشیاء

یعنی ساری مخلوق میں سے کسی کو جو بھی فضل وشرف حاصل ہوا' وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے حضورؐ کو حاصل ہوا اور پھر حضورؐ کے ذریعے سے کائنات کی اشیاء کو ملا۔

اسی حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

واللہ یعطی وانا قاسم یعنی عطا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اور تقسیم کرنے والا میں

ہوں۔ یہاں عطا کو بھی مطلق رکھا گیا ہے اور تقسیم کو بھی۔ یعنی ہر شے اللہ تعالیٰ کی عطا سے اور رسول اللہ ﷺ کی تقسیم سے ہے۔ اس حقیقت کو اہلِ عرفان وحقیقت (انبیاء و اولیاء) نے خوب جانا اور بک اعطی و بک اخذ و بک اثیب و بک اعاقب کی عادۃ اللہ کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دی۔ اسی لئے تمام انبیاء و اولیاء جب بھی اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل و عطا کے طالب ہوئے تو اپنی دعاؤں کو یقینی مقبول بنانے کے لئے حضورؐ کی ذاتِ اقدس کو وسیلہ بنا کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں جنہیں شرفِ قبولیت بخشا گیا۔ سابقہ امتوں کے اس رویہ کو اللہ نے قرآنِ پاک میں یوں بیان فرمایا۔ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا یعنی جب وہ کفار کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے فتح کے طالب ہوتے تو حضورؐ کے وسیلے سے طلب کرتے۔

حضرت مولانا جامی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں:

محمد احمد و محمود وے را خالقش بستود
کزو شد بود ہر موجود زو شد دیدہ ہا بینا
اگر نامِ محمدؐ را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوحؑ از غرق نجینا
نہ ایوبؑ از بلا راحت نہ یوسفؑ حشمت و جاہت
نہ عیسیٰؑ آں مسیحا دم نہ موسیٰؑ آں یدِ بیضا

اسم مسمّیٰ کی طرف دلالت کرتا ہے اور اس کی شناخت کراتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ایک لیکن اُس کی صفات بے حد و بے شمار ہیں اس لیے اُس کا ذاتی اسم ایک اور

صفاتی اسماء بے شمار ہیں' لیکن حقیقت یہ ہے کہ معروف ومشہور اسمائے حسنیٰ حروف کا مجموعہ ہیں' ان میں معانی کے سمندر کیوں نہ پنہاں ہوں' یہ تنہا بے چارے ساکت اسماء اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی پہچان نہیں کرا سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی پہچان کرانے والی واحد ذات محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے اور پھر ان کے نائبین انبیاء واولیائے کرام ہیں' انہی کی معرفت خود ان اسماء کی معرفت ہوئی' اس لئے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس حقیقتاً اللہ تعالیٰ کا اسمِ اعظم ہے اور اسمِ اعظم کے وسیلے سے جب بھی دعا کی جائے' اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ضرور قبول فرماتا ہے اسی لئے میں نے عرض کیا ہے۔

مظہرِ حق ہوئی' رب کی پہچاں بنی
اسمِ اعظم جبھی تو ہے ذات آپؐ کی
آپؐ کے صدقے سب کی ہے بگڑی بنی
اے حبیبِ خدا! باعثِ خشک و تر
ان گنت ہوں درود و سلام آپؐ پر

اگر کسی شخص کے ذہن میں آئے کہ "الخلق" میں الف لام جنسی ہے' جیسے **الخلق عیال اللّٰہ** میں ہے اور **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** (اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں) میں حضرت مجاہدؒ کے قول کے مطابق **لیعبدون** کا مطلب **لیعرفون** (تاکہ وہ میرا عرفان حاصل کریں) ہے اور اسی معنیٰ کو تمام صوفیاء نے تسلیم کیا اور اپنایا ہے۔ تو کائنات کے ہر فرد خصوصاً جن وانس کے تخلیق سے منشائے خداوندی حصولِ عرفان ہوا' لہٰذا لازم

ہے کہ کائنات کا ہر فرد خصوصاً ہر جن اور ہر انسان عارفِ ذات وصفاتِ خداوندی ہو حالانکہ ایسانہ تھا' نہ ہے' یوں قادر وقدیر اللہ تعالیٰ کا منشا تو پورانہ ہوا۔ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہاں ''الخلق'' میں الف لام جنسی نہیں کہ مرادمخلوق کا ہر فرد ہو چونکہ قرآن کی بعض آیات بعض دوسری آیات کی توضیح وتفسیر کرتی ہے اور ہمارا ایمان پورے قرآن پر ہے اور دوسری بہت سی آیات سے یہ بات تکرار کے ساتھ واضح ہوتی ہے کہ عرفان ہدایت کا فرد ہے اور کائنات کے ہر فرد خصوصاً ہر جن اور ہر انساں کا ہدایت پر نہ ہونا بھی مشیّتِ ایزدی کے تحت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت سی حکمتوں اور مصالح کے پیشِ نظر کسی کو ہدایت کی توفیق دی اور کسی کو توفیقِ ہدایت نہیں بخشی۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے۔ فلو شاء لهداكم اجمعين۔ (الانعام:۱۴۹) اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا اور سورۃ یونس کی آیت نمبر ۹۹ میں ارشادِ خداوندی ہے۔ ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلهم جمیعاً۔ اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین پر سارے کے سارے لوگ ایمان لے آتے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسا چاہا ہی نہیں جس کے نتیجہ میں سارے کے سارے اہلِ زمین ایمان نہیں لائے اور سورۃ السجدہ آیت ۱۳ میں ارشاد خداوندی ہے ولو شئنا لاتينا كل نفس هداها ولكن حق القول منى لا ملئن جهنم من الجنة والناس اجمعين ۔ اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو اس کی راہِ ہدایت عطا فرمادیتے لیکن میری طرف سے تو یہ بات (ازلاً) محقق ہو چکی ہے کہ میں تمام (کافر) جنوں اور انسانوں سے دوزخ کو بھروں گا۔ سورۃ اعراف آیت ۱۷۹ میں ارشادِ خداوندی ہے: ولقد ذرانا لجهنم كثيرا من الجن والانس ۔ ہم نے

جنوں اور انسانوں کی کثیر تعداد جہنم (ہی میں رہنے) کے لئے پیدا کی ہے۔ رہا معاملہ **وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون** کا تو تفسیرِ مظہری میں زیرِ آیت محولہ بالا لکھا ہے "کلبی، ضحاک اور سفیان رحمہم اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ (عبادت و عرفانِ حق تعالیٰ کا) یہ حکم فریقین (جن و انس) میں سے اہلِ طاعت کے لئے خاص ہے۔ جس پر حضرت ابنِ عباسؓ کی قراءت **و ما خلقت الجن و الانس من المومنین الا لیعبدون** دلالت کرتی ہے"۔

اہل اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے کہ جس طرح نیکی و بدی کی خالق ایک اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی طرح ہدایت و ضلالت بھی اسی مالک و قدیر و حکیم کے قبضہ میں ہے۔ وہ جسے ہدایت عطا فرمانا چاہے، کفر و شرک کے ماحول میں بھی اسے ہدایت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے اور جسے وہ ہدایت نہ دینا چاہے، علم و فضل، عقل و دانائی اور تمام سامانِ ہدایت کے ہوتے ہوئے بھی ابوجہل کا ابوجہل رہتا ہے، ایسے بے توفیق علم کے باوجود جاہل ہیں، عقل رکھتے ہوئے بھی بے عقل ہیں، اصلاح کے داعی ہو کر بھی مفسد ہیں، مہذب کہلا کر بھی غیر مہذب ہیں، ستھرے بنتے ہیں لیکن نجس ہیں، مومن کہلاتے ہیں لیکن **ما هم بمومنین**، لباسِ تقویٰ رکھتے ہیں لیکن فاسق ہیں۔ **وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم**۔ تفسیرِ مظہری میں اسی آیت کے تحت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جابیہ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ پہلے آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی، پھر پڑھا **من یهده اللّٰه فلا مضل له و من یضلل اللّٰه فلا هادی له**۔ آپؓ کے سامنے کسی دوسرے مذہب کا کوئی عالم بیٹھا ہوا تھا، اس نے عجمی زبان میں کچھ کہا تو حضرت عمرؓ نے ترجمان سے پوچھا کہ یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ترجمان

نے کہا' یہ کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا' اے اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ کہا بلکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا' اسی نے تجھے گمراہ کیا اور ان شاء اللہ وہ تجھے دوزخ میں ڈالے گا۔ اگر ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ نہ ہوتا' تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ لوگ بکھر گئے اور تقدیر میں اس کے بعد کوئی اختلاف نہ ہوا۔

بہر حال یہ بات طے ہے کہ ہدایت ویقین' عرفانِ ذات وصفاتِ خداوندی اور قرب ووصالِ حق تعالیٰ عام نہیں بلکہ یہ خواص کا حصہ ہے اور وہ خواص وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مشیت وتوفیق اور فضل وکرم سے منتخب فرمالیا ہے' انہیں بیش از بیش اُن خوبیوں سے مزین فرمایا' جو کائنات میں پھیلی ہوئی اس کی بے شمار آیات کو دیکھ کر عرفان ویقین کے بلند سے بلند تر مراتب پر فائز ہونے کے لئے ضروری ہیں۔ ان آیات کا معتد بہ حصہ ہمارے سامنے اور خود ہمارے اندر موجود ہے' لیکن بے توفیق بندے انہیں دیکھ کر بھی نہیں دیکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ:

ع بوجہل کو محبوب دکھائے نہیں جاتے

گویا وہ آیاتِ الٰہی بطور سامانِ ہدایت ورحمت عام ہو کر بھی خواص کے لئے ہیں۔ کن کے لئے ہیں؟۔۔۔ لقوم یومنون (الاعراف:۲۰۳) ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔۔۔ لقوم یتقون (یونس:۶) ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے رہتے ہیں۔۔۔ لقوم یعقلون (البقرہ:۱۶۴) ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔۔۔ لقوم یفقھون (الانعام:۹۸) ان لوگوں کے لئے جو سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔۔۔ لقوم یوقنون (البقرہ:۱۱۸) یقین رکھنے والوں کے لئے۔۔ لقوم یتفکرون (یونس:۲۴) غور وفکر کرنے والوں کے لئے۔۔ لقوم

یذکرون (النحل:۱۳) نصیحت قبول کرنے والے لوگوں کے لئے۔۔۔۔لقوم یشکرون (الاعراف:۵٦) نعمت کی قدر کرنے والوں کے لئے۔۔۔۔۔لقوم یسمعون (الروم:۲۳) قولِ ہدایت کو توجہ سے سننے والوں کے لئے۔۔۔لا ولی الالباب (المومن:۵۴) عقل مندوں کے لئے۔۔ لمن کان لہ' قلب (ق:۳۷) قلبِ سلیم رکھنے والوں کے لئے۔

یہی وہ خوبیاں ہیں جن میں عام مومنین کفار سے ممتاز ہیں۔ عام مومنین سے اہلِ علم ممتاز ہیں۔ اہلِ علم سے اولیاء ممتاز ہیں' اولیاء سے انبیاء ممتاز ہیں اور سیّد الانبیاء والمرسلین ﷺ تمام انبیاء میں ایک امتیازی شان کے مالک ہیں:

خلق سے اولیاء' اولیاء سے رسل　　　اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبیؐ

اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو اپنی آیات دکھاتا ہے' خاص الخاص کو ملکوت السموات والارض کا مشاہدہ کراتا ہے تاکہ ان کے مرتبہ یقین میں اضافہ ہو' انہیں ان میں تصرفات کا اختیار دے کر یقین دلاتا ہے کہ کائنات کی کوئی چیز میں نے اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اپنے بندوں کے نفع و استعمال کے لئے بنائی ہے۔

من نہ کردم خلق تا سودے کنم　　　بلکہ تا بر بندگاں جُودے کنم

اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور اس کی قدرت کا مشاہدہ جتنا کامل ہوگا' یقین اتنا ہی کامل ہوگا اور کمی ءمشاہدہ نقصِ یقین کو مستلزم ہے اور مراتبِ یقین: علم الیقین' عین الیقین اور حق الیقین میں ہر مرتبہ جداگانہ مشاہدہ و تصرف کا متقاضی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ کبھی وہ اہلِ تصرف مختلف حکمتوں کے تحت تصرف فرماتے ہیں اور کبھی وہ تسلیم و

رضا کے پیکر بن کر بحکمِ لا الٰہ الا اللّٰہ فاتخذہ وکیلا ۔ اللہ تعالیٰ کو ہر امر میں اپنا وکیل بناتے ہیں اور خود فقر اختیار فرماتے ہیں ۔ واقعہ معراج میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ سے ارشاد فرمایا: انا و انت وما سویٰ ذالک خلقتہ لا جلک (اے محبوبؐ! میں ہوں اور تو ہے' اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے' میں نے تمہاری خاطر پیدا کیا ہے) تو جواباً حضور ﷺ عرض گزار ہوئے۔ انت و انا وما سویٰ ذالک ترکتہ لا جلک (تو ہے اور میں ہوں اور اس کے سوا جو کچھ ہے' میں نے تیری ذات کی خاطر اس کو چھوڑ دیا)

بدیہی امر ہے کہ مخلوق میں کوئی ایسا شاہدِ کل بھی ہونا چاہیے جو براہِ راست اللہ تعالیٰ کی تربیت سے ایقان و عرفان کے اکمل مرتبے پر فائز ہو اور وہ حق اور خلق میں برزخِ کبریٰ اور منبعِ عرفان و یقین بن کر ہر زمانے میں عرفانِ حق کی دولت تقسیم کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کا منشائے تخلیق پورا نہیں ہوتا ۔ اسی لئے جب زمین سے علم و عرفان اٹھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت قائم فرما دے گا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: انا ارسلناک شاھدا (احزاب:۴۹' فتح:۸) یعنی اے پیارے محبوبؐ! ہم نے آپ کی ذاتِ اقدس کو شاہدِ کل بنا کر بھیجا ہے۔ تفسیرِ روح البیان میں سورۃ فتح کی آیتِ مذکورہ کے تحت ہے:

ارسلہ اللّٰہ شاھدا فانہ' لما کان اوّل مخلوق خلقہ اللّٰہ تعالیٰ کان شاھدا بوحدانیۃ الحق وربوبیتہ وشاھدا بما اخرج من العدم الی الوجود من الارواح والنفوس والاجرام والارکان والاجساد و

المعادن والنباتِ والحیوان والملک والجن والشیطان والانسان و غیر ذالک لئلا یشذ عنه ما یمکن للمخلوق درکه من اسرار افعاله و عجائب صنعه و غرائب قدرته بحیث لا یشارکه فیه غیره ولهذا قال علیه السلام علمت ما کان وما سیکون لا نه شاهدا لکل وما غاب لحظة۔

(اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو شاہد بنا کر بھیجا کیونکہ جب حضورؐ اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی ربوبیت کے شاہد ہوئے اور وہ ہر اس چیز کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں جو عدم سے وجود میں آئی خواہ وہ ارواح ہوں یا نفوس یا اجرام یا ارکان یا اجساد یا معدنیات یا نباتات یا حیوانات یا فرشتے یا جن یا شیطان یا انسان یا ان کے علاوہ دوسری مخلوق' تاکہ آپؐ کی ذاتِ اقدس سے اللہ تعالیٰ کے افعال کے وہ اسرار اس کی صنعت کے وہ عجائب اور اس کی قدرت کے وہ غرائب پوشیدہ نہ رہیں' جس کا ادراک کسی بھی مخلوق کے لئے ممکن ہو اور یہ مشاہدہ اس شان کا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا آپؐ کا شریک و سہیم نہیں اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو اس سے پہلے ہو چکا اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے کیونکہ آپؐ شاہدِ کل ہیں اور مخلوق میں سے کوئی چیز ایک لحظ کے لئے بھی آپؐ سے غائب نہیں ہے۔)

اس سے ذرا آگے چل کر اسی تفسیر روح البیان میں ہے:

فشاهد خلقه (ای ادم) وما جریٰ علیه من الاکرام والاخراج من الجنة بسبب المخالفة وما تاب الله علیه الیٰ اخر ما جریٰ علیه و شاهد خلق

ابلیس وما جریٰ علیہ من امتناع السجود لأدم والطرو داللعن بعد طول عبادتہ و وفورِ علمہ بمخالفۃ امر واحد فحصل لہ بکل حادث جری علی الانبیاء والرسل والامم فھوم و علوم۔

(رسول اللہ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا تخلیقِ آدمؑ کو بھی اور ان پر کیے گئے انعام واکرام کو بھی' ایک لغزش کے سبب ان کے جنت سے نکلنے کو بھی اور پھر اللہ تعالیٰ کا ان کی توبہ قبول فرمانا بھی' اوراس کے بعد جوان پر گزرا' اور آپؐ نے مشاہدہ فرمایا خلقتِ ابلیس کو بھی اور پھر ابلیس کی لمبی لمبی عبادتوں اور وفورِ علم کے باوجود آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کرنا اور انکار کے سبب اس کے گلے میں لعنت کا طوق پڑنا اور مردود ہونا بھی اور آپؐ کو اسی مشاہدہ کے سبب تمام انبیاء ورسل اور ان کی امتوں پر گزرنے والے جمیع حوادث کے علوم وفہوم حاصل ہوئے) حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

زیں سبب نامش خدا شاہد نہاد　　　در نظر بودش مقامات العباد

اگر کوئی شیطان وسوسہ ڈالنے کے لئے کہے کہ شاھداً حال ہے اور یہ حال اور کیفیت حضورؐ کی ظاہری زندگی میں تو تھی کہ وہ کل کائنات کا مشاہدہ فرمارہے تھے' لیکن جب آپؐ کا وصال ہو گیا تو آپ کا یہ حال برقرار نہ رہا' لہٰذا حضورؐ بعدِ وصال شاہدِ کُل کیسے ہو سکتے ہیں؟ تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ حال کے تین ارکان ہیں: (۱) حال (۲) ذوالحال (۳) عاملِ حال۔ اس کو ایک مثال سے سمجھنا آسان ہوگا۔ مثلاً کوئی کہے کہ زید تیز دھوپ میں منڈاسا مارے چل رہا تھا۔ اس میں زید ذوالحال ہے' منڈاسا مارا ہونا اس کا حال ہے اور منڈاسا مارنے کا سبب یعنی عاملِ حال تیز دھوپ میں چلنا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک عاملِ حال یعنی تیز دھوپ باقی ہو

گی تو اس سے بچنے کے لئے منڈا سا ہی کی حالت میں رہے گا اور منڈا سا تب کھولے گا یعنی اس کا حال تب بدلے گا جب تعاملِ حال' تیز دھوپ میں چلنا ختم ہو جائے گا۔
اب آیتِ مبارکہ انا ارسلناک شاھدا میں شاھدا حال ہے' ذوالحال (ک) حضورؐ کی ذاتِ اقدس ہے اور عاملِ حال (انا ارسلنا) حضور ﷺ کا رسول اللہ ہونا ہے۔ تو یقیناً جب تک تعاملِ حال یعنی حضورؐ کی رسالت باقی ہے' آپؐ کا یہ حال یقیناً برقرار رہے گا۔ چونکہ حضورؐ کی رسالت قیامت تک اور بعدِ قیامت برقرار ہے اس لئے آپ کا یہ حال یعنی شاہدِ کل ہونا اب بھی برقرار ہے اور ہمیشہ برقرار رہے گا۔ اسی طرح آپؐ کا اب بھی اور ہمیشہ کے لیے رحمۃ للعالمین ہونا سمجھا جا سکتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔

حضورؐ کے اس حال کے وارث اولیاء اللہ ہیں جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ باب۔۱۴ میں محی الدین ابنِ عربی وضاحت فرماتے ہیں: ''ایک حدیث ہے۔ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں) بنی اسرائیل کے انبیاء اپنے رسولوں کی شریعت کی حفاظت فرمایا کرتے تھے اور امت میں اس شریعت کا حکم قائم رکھتے تھے اسی طرح حضورؐ کی امت کے علماء سرورِ عالمؐ کی شریعت کے احکام لوگوں پر جاری کر کے شریعت کی حفاظت کرتے ہیں جیسے علماء صحابہ کرام' تابعین (اور) ورتبع تابعین اور آئمہ مجتہدین وغیر ذالک۔

دوسرا طائفہ اس امت کے علماء سے وہ لوگ ہیں جن پر حضور نبی کریم ﷺ کے احوال اور اسرارِ علوم کی حفاظت کی ذمہ داری ہے۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ' حضرت ابنِ عباسؓ ' حضرت سلمان فارسیؓ ' حضرت ابو ہریرہؓ ' حضرت حذیفہؓ اور

تابعین میں سے جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ ' حضرت مالک بن دینارؒ ' حضرت بنان جمالؒ ' حضرت ایوب سختیانیؒ اور جو کوئی ان کے زمانہ میں ان کی منزلت والے تھے اور بعد میں مثلاً حضرت جنید بغدادیؒ ' امام تستریؒ اور جو کوئی ان سادات کے قائم مقام حفظِ حالِ نبویؐ' علمِ لدنی اور سرِّ الٰہی میں تھا''۔

یہی طائفہء اولیائے کرام ہے جو شاہدِ کل رسولؐ کے حال کے وارث بن کر اور حضورؐ کے لشکریان' مدبّراتِ امر سے ہو کر عالم میں تصرف کا اذن دیئے جاتے ہیں جیسا کہ فتوحاتِ مکیہ' باب۔۲۵ میں سیدالمکاشفین حضرت محی الدین ابنِ عربیؒ چار قسم کے رجال کا ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ'' رجالِ ظاہر عالمِ مُلک وشہادت میں تصرف کرتے ہیں' رجالِ باطن عالمِ غیب وملکوت میں تصرف کرتے ہیں' رجالِ حد عالمِ ارواحِ ناریہ' عالمِ برزخ اور عالمِ جبروت میں تصرف کرتے ہیں اور رجالِ مطلع اسمائے الٰہیہ میں تصرف فرماتے ہیں''۔

بخاری شریف کی ایک مشہور حدیثِ قدسی کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے:
''جو کوئی میرے کسی بھی ولی کے ساتھ دشمنی رکھے تو میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ میرے بندے نے کسی ایسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کیا جو مجھے میرے مقرر کردہ فرائض سے زیادہ پیاری ہو اور میرا بندہ ہمیشہ نفلی اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بناتا ہوں تو میں خود اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے' اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے' اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کوئی سوال

کرے تو میں ضرور اس کو عطا کروں گا اور اگر وہ کسی بھی امر میں مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا''۔

امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیرِ کبیر میں کراماتِ اولیاء اللہ کے حق ہونے پر دلائل دیتے ہوئے اسی حدیث کو چھٹی دلیل کے طور پر درج کیا ہے اور وضاحت یوں فرمائی:

العبد اذا واظب على الطاعات بلغ الى المقام الذى بقول اللّٰه تعالىٰ كنت لهٗ سمعا وبصرا فاذا صار نور جلال اللّٰه تعالىٰ سمعا له سمع القريب والبعيد واذاصار ذالك النور بصرا له راى القريب والبعيد واذا صار ذالك النور يدا له قدر على التصرف فى الصعب والسهل والبعيد والقريب۔

(بندہ جب ہمیشہ طاعات میں لگا رہتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں خود اس کے کان ہو جاتا ہوں اور آنکھ ہو جاتا ہوں تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور اس کے کان ہو جاتا ہے تو دور و نزدیک کی سب سنتا ہے اور جب وہ نور اس کی آنکھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ دور و نزدیک کی سب دیکھتا ہے اور جب وہ نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے اس بندے کو مشکل اور آسان امور میں دور و نزدیک میں یکساں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہوتی ہے)۔

حافظ امام سجلماسیؒ ''الابریز'' میں حضرت سیّد عبدالعزیز قدس سرہٗ سے نقل فرماتے ہیں: **ما السمٰوٰت السبع والا رضون السبع فى نظر العبد المومن الا كحلقة ملقاة فى فلاة من الارض ۔** (ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بندۂ

مومن کی نگاہ کی وسعت میں ایسے ہیں جیسے کسی لق ودق میدان میں ایک انگوٹھی پڑی ہو) پھر فرماتے ہیں:

یشاھد صاحب ھذا الفتح الارضین السبع وما فیھن والسمٰوات السبع وما فیھن ویشاھد افعال العباد فی دورھم و قصورھم ببصیرتہ التی لا یحجبھا سترا وکذا یشاھد الامور المستقبلۃ۔

(اس فتح وکشف کا حامل ساتوں زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے' کو دیکھتا ہے اور ساتوں آسمانوں اور جو کچھ ان میں ہے' کا مشاہدہ کرتا ہے اور بندوں کے وہ افعال جو وہ اپنے گھروں اور محلوں میں کرتے ہیں' اپنی اس بصیرت سے دیکھتا ہے کہ جس کے سامنے کوئی شے حجاب نہیں بن سکتی اور اسی طرح وہ مستقبل کے امور کا بھی مشاہدہ کرتا ہے)۔

پھر فرماتے ہیں۔ فیسمع بہ النملۃ اذا حرکت رجلھا من مسیرۃ عام ولا یشغلہ سمع عن سمع حتیٰ انہ یسمع ویفھم ما یقول فی ان واحد الاف من الناس۔

(تو وہ سال بھر کی راہ دور سے چیونٹی کے پاؤں کی حرکت کی آواز بھی سن لیتا ہے اور اس کو ایک آواز دوسری آواز کے سننے سے مشغول نہیں کرتی حتیٰ کہ ایک آن میں وہ ہزاروں آدمیوں کی آواز سنتا بھی ہے سمجھتا بھی ہے۔)

حضرت غوث اعظمؒ کا فرمانِ گرامی ہے:

نظرت الیٰ بلاد اللّٰہ جمعا کخر دلۃ علیٰ حکم اتصالِ

(میں نے اللہ تعالیٰ کے سب شہروں کی طرف دیکھا تو سب مل کر ایسے لگے جیسے رائی کا دانہ ہو)

دراصل ان نفوسِ قدسیہ کو یہ مراتبِ عالیہ قادر وقدیر ذاتِ باری تعالیٰ تک رسائی اور قربِ محبت کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں جو پورے خلوص اور انہماک کے ساتھ صراطِ مستقیم پر چلتے رہنے کا فطری نتیجہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تک رسائی اسی صراطِ مستقیم پر چل کر ہی ممکن ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں واضح ارشاد ہے: **ان ربی علیٰ صراط مستقیم**۔ بے شک میرا رب صراطِ مستقیم پر ہے یعنی صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی کے ساتھ گامزن رہنے سے خدا ملتا ہے۔ اسی صراطِ مستقیم پر انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین عمر بھر چلتے رہے اور اپنے ایسے گہرے نقوشِ پا چھوڑے کہ قیامت تک اہلِ ایمان وعرفان ان سے رہنمائی حاصل کر کے صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہیں گے اور خدا تک رسائی حاصل کرتے رہیں گے۔ ان نقوشِ پا سے نظر ہٹنے کی دیر ہے کہ چلنے والا صراطِ مستقیم سے بھٹک جاتا ہے اور پھر اس غلط راستے پر جتنا زیادہ آگے بڑھتا چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ سے دور تر ہوتا چلا جائے گا۔ اس غلط راستے پر بھی اسے کچھ شیطانی قوتوں کے نقوشِ پا نظر آتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو صراطِ مستقیم پر ہی یقین کرتا ہے لیکن اہلِ توفیق میں سے کوئی اس غلط راستے پر گامزن ہو بھی جائے تو وہ فوراً سمجھ جاتا ہے کہ یہ نقوشِ پا انبیاء واولیاء کے نہیں ہیں اس لئے وہ فوراً صراطِ مستقیم پر لوٹ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی زبان پر بار بار اور لگاتار یہ دعا جاری کرائی ہے۔ **اھدنا الصراط المستقیم. صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین** ۔یعنی اے اللہ، ہمیں ہمیشہ سیدھے رستے پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے رکھ اور ہمیں اپنے انعام یافتہ بندوں (انبیاء واولیاء کے نقوشِ قدم کی پہچان عطا فرما کر انہی) کے راستے پر چلنے کی

توفیق عطا فرما (کہ پھر ہمارے بھٹکنے کا خدشہ نہیں) اور یا اللہ ہمیں ان لوگوں کے رستے پر نہ چلا دینا جو سیدھے رستے سے بھٹک کر تیرے غضب کا شکار ہوئے اور نہ ان لوگوں کے رستے پر چلانا جو صراطِ مستقیم کھو بیٹھے۔

صراطِ مستقیم پر چلنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ **لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** یعنی اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو تو نہ ہم کوئی نیک کام کر کے صراطِ مستقیم پر ثابت قدم رہ سکتے ہیں اور نہ ہم کسی برائی سے بچ کر بھٹکنے سے باز رہ سکتے ہیں۔ اسی لئے مومن راہِ ہدایت کی توفیق طلب کرنے سے پہلے راہِ عبادت اپنا کر عرض کرتا ہے۔ **ایاک نعبد و ایاک نستعین** ۔ اے اللہ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور (ہم تیری توفیق کے بغیر کہاں عبادت کر سکنے کے قابل ہیں اور غیر کی عبادت سے کب بچ سکتے ہیں اس لئے) ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صراطِ مستقیم راہِ عبادت و ریاضت ہے، صراطِ مستقیم انعام یافتگان (انبیاء و اولیاء) کی الفت و اتباع کا نام ہے، صراطِ مستقیم گمراہوں سے نفور و نفرت کا نام ہے اور یہ اسی کو نصیب ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے۔ (ذہن میں رہے کہ صدیقین و شہداء و صالحین سب اولیاء اللہ ہیں اور انبیاء کے مطیع و پیرو۔)

تاریخ کی اہمیت سمجھنے والے تذکرہ نویسی کی اہمیت خوب جانتے ہیں۔ گذشتہ اقوام و افراد کے حالات و واقعات سے سبق حاصل کر کے راہِ ہدایت متعین کرنا قرآن و سنت کا انداز و طریقہ ہے۔ لیکن تاریخ نگاری اور سیرت نگاری میں بڑا فرق ہے۔ تاریخ، افراد و اقوام کے غلط یا صحیح اندازِ فکر و عمل بیان کر کے سبق آموزی کا موقع ضرور فراہم کرتی ہے لیکن ان اقوام و افراد میں سے کسی کو کامل قرار دے کر اس کی ہمہ

جہتی اتباع کی ہدایت نہیں کرتی اور نہ ہی اسے محمود قرار دیتی ہے لیکن سیرت نگاری میں ان قدسی صفات افراد (انبیاء و اولیاء) کا تذکرہ ہوتا ہے جو ہمہ جہتی کمال سے مملو ہوتے ہیں' جن کے عقائد و اخلاق و کردار کی پیروی کر کے دنیوی اور اُخروی زندگی کی فلاح و کامرانی حاصل کی جاتی ہے۔ یہ وہ افرادِ قدسی ہیں جن کی اطاعت و پیروی تو اپنی جگہ' ان کی زیارت کرنا اور ان کا تذکرہ بھی ہمارے لئے نجات کا سامان ہوتا ہے۔ جیسا کہ معجم طبرانی اور مستدرک حاکم میں رسولِ اکرمؐ کا ایک ارشاد ہے۔ **النظر الی وجه علیٍ عبادة**۔ (علیؑ کے چہرۂ مقدس کو تکتے رہنا عبادت ہے) اور صواعق محرقہ میں حضورؐ کا ارشادِ مبارک ہے **ذکر علی عبادة** (علیؑ کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے) اور کنزالعمال کی ایک حدیث میں ارشادِ رسولؐ ہے: **ذکر الانبیاء من العبادة و ذکر الصالحین کفارة**: یعنی انبیاء کا ذکر کرنا بھی عبادت کا حصہ ہے اور صالحین کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے۔ ان کے تذکرہ سے ہمیں صراطِ مستقیم کا پتا چلتا ہے اور ان کی پیروی صراطِ مستقیم پر ثابت قدمی' نجاتِ اخروی اور قربِ خداوندی کی ضمانت ہے۔

جس طرح کسی کتاب کا مطالعہ اس کے مصنف کی محفل میں بیٹھ کر اس کی زبان سے براہِ راست کلام سننے کے مترادف ہے اور اس کی پرخلوص توجہات سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا' اسی طرح کسی بزرگ کا حسنِ عقیدت سے تذکرہ کرنا' سننا' لکھنا' پڑھنا اس بزرگ صاحبِ تصرف کی توجہات کا سبب بن کر دلوں میں نورِ ایمان و ایقان پیدا کرتا ہے۔ جو راہِ نجات و قرب پر چلنے کی ہمت و توفیق عطا فرماتا ہے۔

میں نے اولیائے کاملین کا تذکرہ لکھ کر اپنے اور قارئین کے لئے ان عارفینِ کاملین کے ساتھ رشتہء محبت قائم کر کے ان سے محکم نسبت قائم رکھنے اور ان کے مبارک قدموں سے چمٹے رہ کر صراطِ مستقیم پر گامزن رہنے کا سامان کیا ہے۔ اللہ تعالٰی اس تذکرہ کو سب کے لئے نافع بنائے۔

یہ تذکرہ ایک سفرِ بھارت کی روداد کی حیثیت بھی رکھتا ہے جو ماہنامہ مہرِ منیر کے لئے تحریر کیا گیا اسی لئے اس میں صرف برصغیر پاک و ہند کے بزرگان کا تذکرہ ہے سوائے حضرت غوثِ پاکؒ کے۔۔بس یوں سمجھیں کہ دیگر بزرگان کا تذکرہ کرتے وقت حضرتِ غوثِ اعظمؒ کا تذکرہ نہ کرنا میرے عقیدت ومحبت ونسبت نے گوارا نہیں کیا۔ کتاب کا قاری یہ بھی محسوس کرے گا کہ اس تذکرہ میں صرف قادری اور چشتی سلسلہ کے بزرگان کا تذکرہ ہے دوسرے سلاسل کے بزرگان کا تذکرہ اس میں موجود نہیں اس کو میری اپنے سلاسل' قادری' چشتی کے ساتھ اور مشائخِ سلاسل کے ساتھ قلبی محبت ونسبت کا مظہر سمجھنا چاہیئے' نہ یہ کہ اس میں کوئی منفی جذبہ کارفرما ہے' ورنہ میں پورے یقین کے ساتھ سمجھتا ہوں کہ بقول مولانا رومیؒ ' جن کی مثنوی ہمارے اسلاف کے فکر وعمل میں اساسی حیثیت رکھتی ہے' سب سلاسل ایک ہیں:

ہر نبی و ہر ولی را مسلکیست　　　لیک تا حق می برد جملہ یکیست

ہر نبی اور ہر ولی کا اپنا ایک خاص مسلک اور طریقہ ہے لیکن چونکہ یہ سب بندے کو خدا کی ذات تک پہنچاتے ہیں اس لئے مقصد کے لحاظ سے سارے ایک ہیں۔

آخر میں ایک شعر کی زبان سے اپنا موقف عرض کرتا ہوں:

احب الصالحین ولست منهم

لعلّ اللّٰه یرزقنی صلاحا

(یعنی میں صالحین سے محبت کرتا ہوں حالانکہ میں خود ان میں سے نہیں ہوں شاید اسی محبت کے سبب اللہ تعالیٰ مجھے بھی کوئی بھلائی عطا فرما دے)

اللہ تعالیٰ ان مقبولان کے طفیل جنہوں نے ساری عمر نفس و شیطان کے خلاف جہاد کیا، ہمیں بھی عدوِ مبین شیطان اور نفس کے مکر سے غافل نہ رکھے' جیسا کہ مشکوٰۃ شریف میں حضور ﷺ کا ارشادِ پاک ہے۔ اعدی عدوّک نفسک التی بین جنبیک (تیرے دشمنوں میں سے سب سے بڑا دشمن خود تیرا نفس ہے جو تیرے دو پہلوؤں کے درمیان تیرے پاس ہے)

نفس ہر دم از درونم در کمیں از ہمہ مردم بتر از مکر و کیں

(خود میرا نفس ہر وقت میرا دشمن بن کر میرے اندر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ جس کی چالیں اور کینہ سب لوگوں کی چالوں اور کینے سے بدتر ہیں) اور اللہ تعالیٰ ان مقبولان کے طفیل، جن کے پاس بیٹھنے والا کبھی بد بخت نہیں ہوتا' ہمیں دنیا و آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے اور عمر بھر اپنے مقبول بندوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے انوار و فیوضات سے ہماری جھولیاں ہمیشہ بھری رکھے:

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حضرت داتا گنج بخش مخدوم علی ہجویری قدس سرہ العزیز

اولیائے کرام اور صوفیائے عظام نے اسلام کے ابدی پیغامِ حق کو پھیلانے اور عوام کو راہِ حق دکھانے میں جو بے مثل کردار ادا کیا ہے' وہ تاریخِ اسلام کا ایک اہم اور روشن باب ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے ان مقبول و محبوب بندوں نے دنیاوی اسباب اور ساز و سامان کے بغیر جس طرح کروڑوں انسانوں کے قلوب کو مسخر کیا' انہیں گمراہیوں اور گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و ایقان کی روشنی سے آشنا کیا اپنے افعال و اعمال اور گفتار و کردار سے انہیں متاثر کیا' یہ سب حقائق ان کی روحانی عظمت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ یہ خاصانِ خدا پیغامِ حق لے کر اجنبی سرزمینوں پر پہنچے' ان کے پاس تیر و تفنگ تھا نہ شاہانہ افواج' مال و دولت تھی نہ تخت و تاج۔ تاہم ان کے پاس ایمان کی دولت تھی' اسلام کے لازوال پیغام کی قوت تھی اور اخلاقِ حسنہ اور اعمالِ صالحہ کی طاقت تھی' جس سے انہوں نے کفر و جہالت کی تاریکیوں میں چراغِ حق روشن کیا اور بھٹکتی انسانیت کو دینِ مبین کی راہ دکھائی۔

برِ صغیر میں یہ تاریخی کارنامہ جن اولوالعزم اور واجب الاحترام حضرات نے سرانجام دیا' ان میں حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز کی ذاتِ گرامی کو نہایت رفیع و بالا مقام و مرتبہ حاصل ہے انہوں نے صدیوں پہلے غزنی سے آ کر یہاں جو شمع حق جلائی تھی' اس کی روشنی اور تابندگی آج بھی دلوں کو نور بخشتی ہے اور اَن گنت لوگ ان کے در سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ ان کی حیاتِ پاک کا پوری طرح احاطہ کرنے لیے تو کئی کتابیں لکھی گئی ہیں اور بے شمار اہلِ علم اور اہلِ دل حضرات

نے ان کی زندگی، تعلیمات اور دینی و علمی خدمات کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے، جسے پڑھ کر ان کی روحانی شان و شوکت، عظمت و حشمت اور علم و معرفت میں درجہء کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایسی برگزیدہ ہستیوں کے احوال کا مطالعہ قلب و نظر کی رہبری کا وسیلہ ہوتا ہے۔ آیئے اس مینارۂ نور کی روشنی سے فیضیاب ہوں۔

نام:

آپؒ کا نام علیؒ بن عثمانؒ ہے۔ ابوالحسن کنیت اور گنج بخشؒ لقب ہے۔ صاحبِ ''سفینۃ الاولیاء'' لکھتے ہیں کہ آپؒ کے والدِ ماجد غزنی کے محلّہ جُلاب میں رہائش پذیر تھے۔ اسی نسبت سے آپؒ اپنے نام کے ساتھ اکثر جلاّبی تحریر فرماتے تھے۔ غزنی ہی میں ایک محلّہ ہجویر ہے جو آپؒ کا ننہالی محلّہ ہے، اسی محلے میں آپؒ کی پیدائش ہوئی جیسا کہ خود اپنی کتاب ''کشف الاسرار'' میں فرماتے ہیں:

''میں نے اپنے والدِ ماجد سے سنا ہے کہ میری پیدائش غزنی کے محلّہ ہجویر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سرزمین کو تمام آفات و حادثات سے محفوظ رکھے اور ظالم بادشاہ سے بچائے۔ میں نے وہاں وہ باتیں دیکھیں کہ لکھوں تو قلم سیاہ آنسو روئے اور عاجز رہے۔'' اسی نسبت سے آپؒ ہجویری مشہور ہوئے۔

خاندان:

آپؒ حسنی سادات سے ہیں۔ آپؒ کے سوانح نگاروں نے آپؒ کا سلسلہء نسب اس طرح بیان کیا ہے۔ حضرت علی ہجویریؒ، بن عثمانؒ، بن علیؒ، بن عبدالرحمٰنؒ، بن شجاعؒ (عبداللہؒ)، بن ابوالحسن علیؒ، بن حسن اصغرؒ، بن زیدؓ، بن امام

حسنؓ، بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

آپؒ کے والدِ ماجد آلِ سبکتگین کے دور میں غزنی آکر آباد ہوئے۔ عالم و فاضل تھے، فقیہ العصر مشہور ہوئے، عمر بھر دینی وعلمی خدمات میں مصروف رہے۔ فارغ اوقات میں ذکر اور عبادت میں مصروف رہتے۔ شریعت وطریقت کے جامع تھے۔ آپؒ کی طبیعت میں فقرو درویشی غالب تھی۔ ساری عمر توکل اور قناعت میں گزاری اور عوام وخواص کی عقیدتوں کا مرکز بنے۔ غزنی ہی میں آپؒ کا مزارِ اقدس ہے۔

آپؒ کی والدہ ماجدہ حسینی سادات سے تھیں۔ عابدہ، زاہدہ اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔ اعزہ واقارب کے حقوق کی ادائیگی اور مسکین نوازی میں ممتاز تھیں۔ گویا حضرت داتا گنج بخشؒ نجیب الطرفین سیّد تھے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے ماموں اولیاء اللہ میں ممتاز مقام رکھتے تھے اور تاج الاولیاء کے لقب سے مشہور تھے۔ دارا شکوہ نے اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھا ہے:

''جب پہلی بار اپنے والدِ گرامی کے ساتھ افغانستان گیا تو حصولِ برکات کے لئے حضرت تاج الاولیاءؒ کے مزار پر بھی حاضر ہوا اور فاتحہ پڑھی۔ مزید لکھا کہ حضرت علی ہجویریؒ کا خاندان زہد و ورع میں سارے غزنی میں ممتاز تھا۔

حضرتؒ کی والدہ ماجدہؒ کا مزارِ مبارک بھی غزنی میں اپنے بھائی تاج الاولیاءؒ کے مزار کے پاس ہی ہے۔

تعلیم وتربیت:

متقی ومتورع والدین کی آغوش میں پرورش پاکر آپؒ نے کیا کچھ حاصل کیا ہوگا اس کا اندازہ آپؒ کے مقاماتِ علیا سے لگایا جا سکتا ہے لیکن اس سلسلے میں تذکرہ

نویس خاموش ہیں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت غزنی علماء وفضلاء کا مرکز تھا اور شہر میں کئی مدارس قائم تھے جو علومِ قرآنی کے فروغ کے لئے خدمات انجام دے رہے تھے۔

حضرت مستان شاہ کابلیؒ اپنی کتاب ''سلطان العاشقین'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی ہجویریؒ غزنی میں محمود غزنویؒ کے قائم کردہ دینی مدرسے میں پڑھتے تھے بارہ تیرہ سال کی عمر تھی لیکن تعلیم میں اتنے محو کہ صبح سے شام تک پانی تک نہ پیتے تھے۔ اس مدرسہ کے ایک بزرگ مدرس ''رضوان'' آپؒ کی اس یکسوئی اور محویت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور حوصلہ افزائی کرتے تھے۔ آپؒ نے غزنی کے علاوہ مختلف ممالک میں کئی اساتذہ اور مشائخِ کرام سے اکتسابِ فیض کیا ہے۔

اساتذہ کرام:

۱۔ شیخ ابوالعباس احمد بن محمد الشقانیؒ ۲۔ شیخ ابوالقاسم علی گرگانیؒ (طوس)

۳۔ ابوالعباس احمد بن محمد قصابؒ ۴۔ ابوعبداللہ محمد بن علیؒ

۵۔ ابوسعید فضل اللہ بن محمدؒ

۶۔ شیخ ابوقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیریؒ (نیشاپور)

۷۔ ابوجعفر بن مصباح صیدلانیؒ

آپؒ نے شام، عراق، بغداد، مدائن، فارس، آذربائیجان، طبرستان، ترکستان، خوزستان، کرمان، خراسان اور ماوراء النہر کے اسلامی تعلیم کے مراکز میں جا کر علم وعرفان سے اپنی جھولیاں بھریں۔

مشائخِ کرام:

سیر و سیاحت کے دوران ہی شام میں آپؒ کی ملاقات حضرت ابوالفضل محمد بن حسن الختلیؒ سے ہوئی۔ ان کے ظاہری و باطنی کمالات دیکھ کر ان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اپنے شیخ ختلیؒ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

''میں طریقت میں ان کا پیرو ہوں۔ وہ علم تفسیر و روایات کے عالم تھے اور تصوف میں مذہب جنیدؒ کے پابند تھے۔ حُصریؒ کے راز دار مرید تھے۔ سچی گوشہ نشینی کی وجہ سے ساٹھ سال تک گوشوں میں چھپا کئے اور اپنا نام خلقت میں گم کر دیا۔ وہ اکثر جبلِ لکام میں رہا کرتے تھے۔ میں نے ان کو کہتے سنا ''الدنیا یوم ولنا فیھا صوم'' دنیا یک روزہ ہے اور ہم اس میں روزے سے ہیں یعنی دنیا مختصر ہے اور ہمارا اس میں کوئی حصہ نہیں۔''

حضرت داتا گنج بخشؒ نے اپنے مرشد کی مدتوں خدمت کی حتی کہ جب آپؒ کے مرشد جناب ختلیؒ کا انتقال ہوا تو ان کا سر مبارک حضرت گنج بخشؒ کی جھولی میں تھا۔

ان کے علاوہ اور بہت سے مشائخ کے فیضِ صحبت سے مشرف ہوئے جن میں ابوسعید ابوالخیرؒ اور رسالہ قشیریہ کے مصنف امام ابوالقاسم قشیریؒ شامل ہیں۔

شادی:

آپؒ کی شادی کے بارے میں تذکرہ نگار خاموش ہیں البتہ کشف المحجوب کے حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپؒ نے شادی کی تھی ایک بیٹا بھی ہوا تھا جس کے سبب آپ کی کنیت ابوالحسن ہے' لیکن تھوڑے ہی عرصہ بعد مفارقت ہوگئی' بیٹا وفات پا

گیا اور پھر آپؒ نے تا زیست شادی نہیں کی۔

فقہی مذہب:

آپؒ امام ابو حنیفہؒ کے مقلد تھے اور ان سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے۔ کشف المحجوب میں معزز القاب سے یاد کر کے فرماتے ہیں۔

''امامِ اماماں، مقتدائے اہل سنت، شرفِ فقہاء اور عزتِ علماء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخزازؒ مجاہدہ و عبادت میں ثابت قدم بزرگ تھے۔ اصولِ طریقت میں بڑی شان کے مالک تھے''۔ آگے چل کر اپنے ایک خواب کا تذکرہ کرتے ہیں کہ:

''میں ایک دفعہ مؤذنِ رسول ﷺ حضرت بلالؓ کے مزار پر سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں۔ حضور ﷺ بابِ شیبہ سے تشریف لائے اور ایک بوڑھے آدمی کو اپنی گود میں لئے ہوئے تھے' جیسے لوگ شفقت سے بچوں کو اٹھا لیتے ہیں۔ میں نے آگے بڑھ کر حضور ﷺ کی قدم بوسی کی۔ میں حیران تھا کہ یہ پیرانہ سال آدمی کون ہے۔ حضور ﷺ نے میرے دل کی بات سمجھ لی اور فرمایا'' یہ تیرا امام اور تیرے اپنے دیار کا رہنے والا ابو حنیفہؒ ہے''۔

اس خواب پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔'' مجھے اس خواب سے تسلی ہوئی اور اپنے اہلِ شہر سے ارادت پیدا ہوئی۔ خواب سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ابو حنیفہؒ ان لوگوں میں سے تھے جو اوصافِ طبع میں فانی اور احکامِ شرع میں باقی و قائم ہو گزرے ہیں۔ یہ حقیقت اس امر سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ آپؒ کو اٹھا کر لائے۔ اگر وہ خود چل کر آتے تو باقی الصفت ہوتے۔ باقی الصفت لوگ منزل کو پا بھی سکتے ہیں اور منزل سے بھٹک بھی سکتے ہیں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اٹھایا ہوا

تھا یقیناً ان کے ذاتی صفات فنا ہو چکے تھے اور پیغمبرِ حق ﷺ کی صفات کے ساتھ صاحبِ بقا تھے۔

سلسلۂ طریقت:

حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلیؒ، حضرت ابوالحسن علی حصریؒ، حضرت شیخ ابوبکر شبلیؒ، سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت سری سقطیؒ، حضرت معروف کرخیؒ، حضرت داؤد طائیؒ، حضرت حبیب عجمیؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت علی شیرِ خداؓ، سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (مقالہ عابد نظامی بحوالہ داتا گنج بخش از منشی محمد دین فوق)۔

ورودِ لاہور:

حضرت داتا گنج بخش سلطان مسعود بن محمود غزنوی کے آخری دورِ حکومت میں اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مختلف ممالک کا سفر کرتے ہوئے لاہور تشریف لائے اور اس جگہ قیام کیا جہاں آپؒ کا مزارِ مبارک زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

فوائد الفواد میں ہمیں آپؒ کے لاہور تشریف لانے کی تفصیلات ملتی ہیں۔ حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں۔

"شیخ حسین زنجانیؒ اور شیخ علی ہجویریؒ دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے اور ان کے پیر اپنے عہد کے قطب تھے۔ حسین زنجانیؒ عرصہ سے لاہور میں مقیم تھے۔ کچھ دنوں کے بعد ان کے پیر نے خواجہ علی ہجویریؒ سے کہا کہ لاہور میں جا کر قیام کرو۔ شیخ علی ہجویریؒ نے کہا کہ وہاں شیخ حسین زنجانیؒ موجود ہیں لیکن ان کے پیر نے پھر فرمایا

کہ تم لاہور جاؤ۔ جب علی ہجویریؒ اپنے پیر کے ارشاد کی تعمیل میں لاہور آئے تو رات تھی۔ صبح کو شیخ حسین زنجانیؒ کا جنازہ باہر لایا گیا''۔

لاہور میں تعمیرِ مسجد:

یہاں آپؒ نے ایک مسجد بنوائی' جسے تبلیغِ دین کا مرکز بنایا۔ داراشکوہ اپنی کتاب سفینۃ الاولیاء میں لکھتا ہے ''حضرت علی ہجویریؒ لاہور میں دن کے وقت تعلیم دیتے اور رات کو طالبانِ حق کو ہدایت کیا کرتے۔ ان کی رہبری میں ہزاروں جاہل عالم بن گئے، کافروں نے اسلام قبول کیا، گمراہوں نے ہدایت کی راہ پائی، دیوانے ہوش مند ہوگئے، جن کا علم ناقص تھا کامل ہوئے، فاسق وفاجر پارسا بن گئے''۔

محرابِ مسجد کا کج ہونا:

داراشکوہ نے لکھا ہے ''ایک مسجد حضرتؒ نے خود تیار کروائی تھی جس کا محراب دوسری مساجد کی نسبت جنوب کی طرف جھکا ہوا تھا۔ عبدالماجد دریا آبادی اپنی کتاب ''تصوفِ اسلام'' میں لکھتے ہیں'' لاہور میں جو مسجد آپؒ نے تعمیر کرائی تھی اس کی محراب میں بہ مقابلہ دوسری مسجدوں کے سمتِ جنوب میں ذرا کجی تھی۔ علمائے وقت نے اعتراض کیا کہ سمتِ قبلہ قائم نہیں رہی۔ آپؒ نے ایک روز سب کو جمع کر کے خود نماز پڑھائی۔ اسکے بعد حاضرین سے کہا دیکھو کعبہ کدھر ہے' حجابات اٹھ گئے' سب نے دیکھ لیا کہ بیت اللہ مسجد کے ٹھیک مقابل ہے۔''

گنج بخشؒ کا لقب:

آپؒ کی اپنی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ آپؒ کو آپؒ کی زندگی میں

ہی گنج بخشؒ کے لقب سے پکارنا شروع ہو گئے تھے۔ کشف الاسرار میں آپؒ تحریر فرماتے ہیں ''اے علی! لوگ تجھے گنج بخش کہتے ہیں حالانکہ تو خود محتاج ہے اور تیرے پاس تو ایک دانہ تک نہیں۔ تو اس پر فخر نہ کر۔ گنج بخش رنج بخش خداتعالیٰ کی ذات ہے''۔

لیکن ''گنج بخش'' لقب کی وجہِ شہرت جو ہر ایک کی زبان پر اور ہر تذکرہ میں موجود ہے وہ یہ ہے کہ حضرت سلطان الہند خواجہ ٔخواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ آنجنابؒ کے مزارِ پُر انوار پر حاضر ہوئے اور ایک حجرہ میں چالیس دن تک مصروفِ عبادت و ریاضت رہے۔ اس عرصہ میں حضرت داتا گنج بخشؒ کی روحِ پرفتوح سے کیا فیض حاصل ہوا، کتنے مقامات طے ہوئے، ان کے بحرِ سخاوت سے کس قدر سیراب ہوئے اس کا اندازہ آپؒ کے اس خراجِ عقیدت سے لگایا جا سکتا ہے جو بوقتِ رخصت ایک شعر کی شکل میں آپؒ کی زبانِ حق ترجمان پر جاری ہوا:

گنج بخشؒ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا

ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

ایک مردِ حق آگاہ کی زبان سے نکلا ہوا کلمہ زبان زدِ خاص و عام ہو گیا اور آپؒ گنج بخشؒ کے پیارے لقب سے مشہور ہوئے۔

تصانیف:

حضرت داتا گنج بخشؒ بلند پایہ عالم اور جامعِ معقول و منقول تھے۔ آپؒ نے متعدد عنوانات پر تصانیف لکھیں لیکن افسوس کہ ان میں سے کشف المحجوب کے سوا کوئی کتاب نہیں ملتی۔ خود آپؒ کے بیان کے مطابق آپؒ کی بہت سے تصانیف نام نہاد

مدعیانِ طریقت نے مستعار لیں اور نام بدل کر اپنے نام سے شائع کرا دیں۔ چند اوراق کا چھوٹا سا رسالہ ''کشف الاسرار'' بھی آپ ؒ کی قابل قدر تحریر ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ کشف المحجوب میں آپ ؒ نے اپنی جن دوسری تصانیف کا تذکرہ کیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔	منہاج الدین	۲۔	کتاب الفناو البقا
۳۔	اسرار الخلق المو نات	۴۔	کتاب البیان لاہل العیان
۵۔	بحر القلوب	۶۔	الرعایہ لحقوق اللہ
۷۔	رسالہ در شرح کلامِ منصور الحلاج	۸۔	دیوان

حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں:

''کشف المحجوب حضرت شیخ علی ہجویریؒ کی تصنیف ہے۔ اگر کسی کا پیر نہ ہو تو جب اس کتاب کا مطالعہ کرے گا تو یہ کتاب اس کے پیر کا کام دے گی۔ میں نے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے''۔ حضرت مولانا جامیؒ نے نفحات الانس میں کشف المحجوب پر تبصرہ لکھا ''علی بن عثمان الجلابی غزنویؒ کی کنیت ابوالحسن ہے، وہ عالم و عارف تھے اور شیخ ابوالفضل ختلیؒ کے مرید ہیں اور بہت سے دوسرے مشائخ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ کتاب کشف المحجوب کے مصنف ہیں جو اس فن کی معتبر کتابوں میں مشہور ہے اور اس میں بہت سے لطائف وحقائق جمع کیے ہیں''۔

دارا شکوہ نے لکھا:

''حضرت علی ہجویریؒ کی بہت سی تصانیف ہیں لیکن کشف المحجوب مشہور و معروف ہے کسی کو اس پر لب کشائی کا موقع نہیں ملا۔ یہ کتاب راہروانِ طریقت کے لئے مرشدِ کامل ہے۔ تصوف کی کتابوں میں فارسی زبان میں اس خوبی کی کوئی دوسری

کتاب تصنیف نہیں ہوئی۔''

حضرت داتا گنج بخشؒ خود اس کتاب کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ''یہ کتاب راہِ حقیقت کو نمایاں کرتی ہے۔ تحقیقِ امور کی شرح کرتی ہے اور شریعت کے پردوں کو اٹھاتی ہے۔ اس کا نام کشف المحجوب ہی ہونا چاہئے تھا اور حقیقت میں کشف، محجوب کی ہلاکت ہے۔''

وصال:

ایک عرصہ تک برِصغیر کو اسلامی تعلیمات کے نور سے منور کرنے والا آفتابِ ولایت ۴۶۵ھ میں جہانِ فانی سے عالمِ بقا کے لیے رخصت ہوا لیکن اس کا فیض کئی صدیاں گزر جانے کے بعد بھی جاری ہے اور رہتی دنیا تک تشنگانِ حقیقت اِس میخانہء عرفاں سے اپنی تشنگی بجھاتے رہیں گے۔

مزارِ اقدس کے کتبہ پر جامیؔ لاہوری کے یہ اشعار کندہ ہیں۔

خانقاہِ علی ہجویر است
خاکِ جاروب از درش بردار
طوطیا کن بدیدۂ حق بیں
تاشوی واقفِ درِ اسرار
چوں کہ سردارِ ملکِ معنیٰ بود
سالِ وصلش برآید از ''سردار''
۴۶۵

ooo

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، شاہبازِ لامکانی، پیرِ پیراں، میرِ میراں، شیخِ عالم، غوثِ اعظم، غوث الثقلین، امام الطائفتین، سلطان الاولیاء، شاہِ اصفیاء، سیّد العارفین، شیخ الطالبین، شیخ الدارین، ہادی الثقلین، سرچشمۂ رشد و ہدایت، سلطانِ اقلیمِ ولایت، پیرانِ پیر، پیر دستگیر، بندۂ قادر، برہمہ قادر حضرت شیخ سیّدمحی الدین ابومحمد عبدالقادر الجیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلسلۂ نسب والدِ ماجد کی طرف سے حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰؓ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے حضرت سیّدنا امام حسین شہیدِ کربلاؓ سے ملتا ہے۔ گویا آپؒ کے والدِ ماجد حسنی سادات سے اور والدہ ماجدہ حسینی سادات سے تعلق رکھتے تھے اور اس طرح آپؒ نجیب الطرفین سیّد ہوئے...... یہی وہ نسب نامہ ہے جو تواتر کے ساتھ اکابر علماء اور اولیاء سے بیان اور تحریر ہوتا چلا آیا ہے۔ ''مہرمنیر'' میں بحوالہ ''مخازن النسب'' مصنفہ میر عبدالحق ؒ اور خاندانی قلمی شجرہ جات آپؒ کا شجرۂ نسب یوں درج ہے۔

امام عفیف الدین عبداللہ بن اسعد الیافعی الشافعی یمنیؒ نے بھی اپنی کتاب ''روض الریاحین فی حکایات الصالحین'' میں آپؒ کا شجرۂ نسب بالکل اسی طرح تحریر فرمایا ہے۔

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ بن سیّد ابوصالح موسیٰ جنگی دوستؒ بن سیّد عبداللہ

جیلیؒ بن سیّد یحییٰ زاہدؒ بن سیّد شمس الدین زکریاؒ بن سیّد ابوبکر داؤدؒ بن سیّد موسیٰ ثانیؒ بن سیّد عبداللہ صالحؒ بن سیّد موسیٰ الجونؒ بن سیّد عبداللہ محضؒ بن سیّد حسن مثنیٰؒ بن سیّدنا امام حسن المجتبیٰؓ بن سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم زوجِ بتول فاطمۃ الزہراؓ بنت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے آپ کا شجرۂ نسب اس طرح ہے۔

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ بن سیّدہ ام الخیر امتہ الجبار فاطمہؒ بنت سیّد عبداللہ صومعیؒ بن سیّد ابو جمالؒ بن سیّد محمدؒ بن محمودؒ بن سیّد ابوالعطا عبداللہؒ بن سیّد کمال الدین عیسیٰؒ بن سیّد ابوعلاؤ الدین محمد الجوادؒ بن سیّدنا علی رضاؒ بن سیّدنا موسیٰ کاظمؒ بن سیّدنا امام جعفر صادقؒ بن سیّدنا امام محمد باقرؒ بن سیّدنا امام زین العابدین علیؒ بن سیّدنا امام حسینؓ بن سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم زوجِ فاطمۃ الزہراؓ بنتِ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ (نزہتہ الخاطر الفاتر، تفریح الخاطر)۔

حضرت غوثِ اعظمؒ کا نجیب الطرفین سیّد ہونا اس تواتر سے صحیح ثابت ہے اور آفتابِ عالمتاب کی طرح ایسا روشن وواضح ہے کہ اس میں کسی طرح کا اختلاف ونزاع نہیں اس لئے اگر کوئی حاسد ومتعصب انکار کرے تو یہی کہنا کافی ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

حضرت مولانا جامیؒ قدس سرہ السامی اپنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس'' میں تحریر فرماتے ہیں۔ ''سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ ثابت النسب سیّد ہیں۔ جامعِ حسب ونسب ہیں۔ والدِ بزرگوار کی طرف سے حسنی اور والدہ کی نسبت سے حسینی

ہیں"۔آپؒ کی یہ رباعی حضرت غوثِ اعظمؒ کے نسب عالی کی وضاحت فرماتی ہیں۔

آں شاہِ سرفراز کہ غوث الثقلینؒ است
در اصل صحیح النسبین از طرفین است
از سوئے پدر بحسنؓ سلسلۂ اوست
وز جانب مادر دُرِ دریائے حسینؓ است

کسی عارف کا نذرانہ عقیدت جو بارگاہِ غوثیت میں مزار مبارک پر تحریر کیے جانے کے لئے قبول ہوا، یوں ہے۔

ایں بارگہِ حضرتِ غوث الثقلین است
نقدِ کرمِ حیدر و نسلِ حسنین است
مادرش حسینی نسب است و پدرِ او
اولادِ حسن، یعنی کریم الابوین است

حضرت غوث بہاؤ الحق والدین ملتانیؒ کا بارگاہِ غوثیت میں جو نذرانہ عقیدت اعلیٰ حضرت پیر سیّد نا مہر علی شاہؒ کے مزار مبارک پر تحریر کیے جانے کے لئے قبول ہوا، یہ ہے۔

گویم زکمالِ تو چہ غوث الثقلینا
محبوبِ خدا، ابنِ حسن، آلِ حسینا
ماعاجز و حیران بماندیم بگرداب
لا مخلص الابک باللہ لدینا

خود حضرت غوثِ اعظمؒ اپنا سیّد (اولادِ رسولؐ) ہونا اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وعبدالقادر المشهور اسمی

وجدی صاحب العین الکمال

اور اپنا حسنی سادات سے ہونا یوں بیان فرمایا۔

انا الحسنی و المخدع مقامی

و اقدامی علیٰ عنق الرجال

بعض اکابرین نے کہا ہے کہ جب حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو قطبیتِ کبریٰ عنایت فرمائی آپؓ کے بعد یہ مرتبہ حضرت امام حسینؓ اور ائمہ کرام کو ملا اور پھر حضرت سیّدنا غوثِ اعظمؓ قطبیت کبریٰ کے مرتبہ پر فائز ہوئے اور حضرت امام مہدی خاتمۃ الاقطاب ہوں گے اور صحیح ترین عقیدہ کے مطابق حضرت امام مہدی والد کی طرف سے حسنی اور والدہ کی طرف سے حسینی ہوں گے۔ جیسا کہ حضرت ملاعلی قاریؒ نے اپنی کتاب ''المہدی'' میں اس بات کو ثابت کیا ہے۔ اس سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت امام حسنؓ کی اولاد کے صحیح النسب ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اور یہ نسب قیامت تک جاری رہے گا۔

ولادتِ باسعادت:

آپؓ یکم رمضان چاندرات اس عالمِ فانی میں جلوہ فگن ہوئے۔ سنِ ولادت کے بارے میں دو روایات ہیں ایک سن ۴۷۰ھ کی اور دوسری ۴۷۱ھ کی۔ فیصلہ کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا واللّٰہ اعلم بالصواب کہہ کر اربابِ ذوق کے لئے چند مادہ ہائے تاریخ ذکر کئے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض کے اعداد ۴۷۰ اور بعض کے ۴۷۱ نکلتے ہیں۔

بادشاہے کہ اولیاء اللہ
زیرِ پایش نہاد جملہ رقاب
زاں ''ولی مالک الرقاب'' آمد
۴۷۰
سالِ تاریخِ مولدش بحساب

جنابِ غوثِ اعظمؓ قطبِ عالم
کہ نورش تافت از مہ تا بماہی
سنینش ''کامل'' و ''عاشق'' تولد
۴۷۰ ۹۱
وصالش داں ز ''معشوقِ الٰہی''
۵۶۲

شاہِ شاہاں شیخ عبدالقادرؒ است
دلنشیں و دلربا و دلبراست
سیدِ عالی نسب در اولیاء است
نورِ چشمِ مصطفےٰ و مرتضےٰ است
سالِ مولودش ز اوجِ کبریا
گفت ہاتف ''زیبِ تاجِ اولیا''
۴۷۱

ان باز اللّٰہ سلطان الرجال
جاء فی "عشق" توفی فی "کمال"
۹۱ ۴۷۰

سال مولودش کہ بس رنگیں تر است
شد رقم "محبوب عبدالقادر" است
۴۷۰

حضرت غوثِ اعظمؓ کی ولادت کے وقت آپؓ کی والدہ ماجدہ کی عمر ساٹھ برس تھی اور بروایت حضرت شیخ عبدالرزاق گیلانیؒ آپؓ کی والدہ ماجدہ کی مایوسی کا زمانہ آ گیا تھا۔ اس عمر میں آپؓ کی ولادت بجائے خود ایک کرامت ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ایک چھوٹے بھائی بھی تھے جن کا نام سیّد ابواحمد عبداللہ تھا۔ علم وتقویٰ میں خاصا حصہ ملا تھا مگر وہ حالتِ شباب ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ (نزہتہ الخاطر الفاتر)

مناقبِ غوثیہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے منقول ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؓ کی ولادت کے وقت پانچ کرامتوں کا ظہور ہوا۔

(۱) شبِ ولادت آپؓ کے والدِ ماجد سیّد ابوصالح موسیٰؒ کو خواب میں نبیء کریمؐ نے بشارت دی "اے ابوصالح! اللہ تعالیٰ نے تجھے ایک فرزند عطا کیا ہے وہ میرا محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی محبوب ہے اور تمام اولیاء واقطاب میں اس کا مرتبہ بہت بلند ہے بالکل ایسے جیسا میرا مرتبہ ومقام انبیاء ورسل میں ہے۔" اسی لئے کسی نے کیا خوب فرمایا ہے۔

غوثِ اعظمؒ درمیانِ اولیاء

چوں محمدؐ درمیانِ انبیاء

(۲) رسولِ کریمؐ کے بعد تمام انبیائے کرام نے آپؒ کے والدِ ماجد کو خواب میں بشارت دی کہ سوائے ائمہ معصومین کے تمام اولیائے کرام آپؒ کے فرزند کے مطیع ہوں گے اور اس کے پاؤں اپنی گردن پر رکھیں گے اور اس کی اطاعت ان کے درجات کی بلندی کا باعث ہوگی اور اطاعت سے منہ پھیرنے والے کو محرومی کے گڑھے میں گرایا جائے گا۔

(۳) اللہ کی قدرت سے اس رات گیلان میں سارے نومولود لڑکے ہی پیدا ہوئے کسی کے ہاں لڑکی پیدا نہیں ہوئی ان کی تعداد گیارہ سو تھی اور وہ سب کے سب اولیاء اللہ ہوئے۔

(۴) آپؒ تمام رمضان سحری سے شام تک والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ حضرت غوث پاکؒ خود فرماتے ہیں کہ بچپن میں میرا روزہ رکھنا میری شہرت کا باعث بنا۔

(۵) شبِ معراج نبی کریمؐ نے آپؒ کے کندھوں پر پاؤں رکھا تھا ان قدموں کے نشانات آپؒ کے کندھوں پر موجود تھے۔

مقامِ ولادت:

طبرستان سے پرے چند متفرق شہروں کا ایک علاقہ ہے جسے جیل کہتے ہیں ان میں سے ایک قصبے نیف میں آپؒ کی ولادت ہوئی۔ اس علاقے کو گیلان یا جیلان بھی کہتے ہیں۔ گیلی بھی دجلہ کے کنارے ایک گاؤں کا نام ہے جو بغداد سے ایک دن

کے راستے پر ہے جو واسط کے راستہ سے ملا ہوا ہے۔ایک روایت میں آپؒ کا مقامِ ولادت بشتیر بھی آیا ہے۔لگتا ہے کہ بشتیر اور نیف ایک ہی قصبے کے دو نام ہیں۔گیلان کو معرب کر کے جیلان بنا دیا گیا ہے۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اپنے نانا جان عبداللہ صومعیؒ کی طرف منسوب ہیں جو جیلان کے بہت بڑے شیخ اور رئیس تھے۔

حضرت ملا علی قاریؒ کہتے ہیں ''گیلان'' آپؒ کا شہرِ ولادت ہے اسے معرب کر کے جیلان بنایا گیا اس کی طرف نسبت جیلانی ہوئی اور اسی کا مخفف جیلی ہے''۔

بچپن:

آنحضرتؒ کے فرزندِ ارجمند حضرت عبدالرزاقؒ سے روایت ہے کہ حضرت غوثِ اعظمؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں اوائلِ عمر میں لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چاہتا تھا تو ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آیا کرتی تھی۔''الیّ یامبارک ''یعنی اے برکت والے میری طرف آ۔ میں آواز کو سنتا تھا لیکن آواز دہندہ نظر نہ آتا تو خوف کے مارے گھر آ کر ماں کی گود میں آ بیٹھتا تھا اور اب بھی یہ آواز خلوت میں سنتا ہوں۔

(تحفۃ القادریہ)

حضرت شیخ عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگوں نے آپؒ سے پوچھا کہ آپؒ کو اپنا ولی اللہ ہونا کب سے معلوم ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ دس سال کی عمر میں جبکہ میں مکتب میں جایا کرتا تھا تو اپنے گرد فرشتوں کو چلتے ہوئے دیکھتا اور جب میں مدرسے پہنچتا تو فرشتے دوسرے طلباء کو کہتے کہ اٹھو اور اللہ کے ولی کو جگہ دو۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس سے میرا سابقہ تعارف نہ تھا۔ جب اس نے فرشتوں کی آواز سنی تو فرمایا عنقریب اس کی بہت بڑی

شان ہوگی۔ یہ دیا جائے گا اور روکا نہ جائے گا۔ اسے قدرت دی جائے گی اور یہ محجوب نہ ہوگا اور اس کے ساتھ مکر نہ کیا جائے گا۔ پھر میں نے چالیس سال بعد اس شخص کو پہچانا' وہ اپنے وقت کا ابدال تھا۔ (تحفۃ القادریہ)

حضرت غوثِ اعظمؒ نے ایک دفعہ فرمایا''بچپن میں مجھے ایک دفعہ جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور ایک بیل کے پیچھے ہو کر عام کسانوں کی طرح ہل چلانے لگا۔ میری حیرانی کی حد نہ رہی جب اس بیل نے ایک انسانی زبان میں مجھے کہا۔ اے عبدالقادر! تم اس لئے تو پیدا نہیں ہوئے اور اللہ نے تمہیں اس کا حکم تو نہیں دیا۔ میں ترساں ولرزاں گھر آیا اور گھر کی چھت پر چڑھ گیا۔ میں نے دیکھا کہ حاجی عرفات کے میدان میں کھڑے ہیں۔ میں والدہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے اجازت دیں تا کہ میں بغداد پہنچ کر علماء سے علم حاصل کروں اور مشائخ سے طریقت کا فیض حاصل کروں۔ میری والدہ نے وجہ دریافت کی تو میں نے ان کو تازہ واقعات بتا دیئے۔ والدہ روتی ہوئی اٹھیں اور گھر میں موجود اسی دیناروں میں سے چالیس میرے بھائی کے لئے رکھ کر باقی چالیس دینار میرے کپڑے کی بغلی کے نیچے سی دیئے اور میرے حوالے کر کے سفر کی اجازت دے دی اور نصیحت کی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ پھر مجھے دروازے تک الوداع کرنے آئیں اور کہا میں تمہیں اللہ کی رضا کے لئے اللہ کے سپرد کرتی ہوں' اب شاید میں تمہیں زندگی بھر نہ دیکھ سکوں۔

میں ایک قافلے کے ساتھ بغداد روانہ ہوا۔ راستے میں جب ہم ہمدان سے ذرا آگے پہنچے تو ساٹھ ڈاکوؤں نے قافلے پر حملہ کر دیا اور سب کچھ لوٹ لیا۔ ایک ڈاکو نے مجھ سے پوچھا اے لڑکے! تمہارے پاس کیا ہے۔ میں نے بتایا چالیس دینار میری

بغلی کے نیچے سلے ہوئے ہیں۔ وہ مزاح سمجھا اور چلا گیا ایک دوسرے ڈاکو نے بھی مجھ سے پوچھا تو یہی جواب پایا۔ ڈاکوؤں کے سردار خولجہ احمد بدوی سے بات ہوئی' اس نے بھی مجھ سے پوچھا تو میں نے وہی جواب دیا۔ تلاشی پر میری بات سچ نکلی تو سردار نے مجھ سے پوچھا کہ تو نے جھوٹ بول کر اپنا مال بچانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔ میں نے بتایا کہ میری والدہ نے چلتے وقت مجھے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ ڈاکو یہ سن کر رو دیا اور کہنے لگا کہ یہ بچہ ماں کی نصیحت سے نہیں ہٹتا اور میں نے تو اللہ کے حکم کو پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ یہ کہہ کر توبہ کی تو تمام ڈاکوؤں نے بھی اس کی اتباع میں توبہ کی اور لوٹا ہوا مال قافلے والوں کو واپس کر دیا۔ یہ پہلے افراد تھے جنہوں نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔

ورودِ بغداد اور تحصیل علم:

جب آپؒ بغداد تشریف لائے تو آپؒ کی عمر مبارک اٹھارہ سال تھی۔ وہاں آپؒ نے مدرسۂ نظامیہ، جو اس وقت علوم وفنون کا مرکز تھا اور جلیل القدر اساتذہ کرام اور ائمۂ فنون اس مدرسہ سے منسلک تھے، میں داخلہ لیا۔ نہایت محنت و جانفشانی سے حصولِ علم میں منہمک رہے۔ اس دوران فقر و فاقہ سے بھی دوچار ہونا پڑا۔ کئی دفعہ بھوک کی وجہ سے بے ہوشی کے دورے پڑے۔ دجلہ کے کنارے گری پڑی سبزی یا خودرو بوٹیوں پر گزارہ کر لیتے۔ اس طرح آپؒ کے نفس کی بھی تربیت ہوتی رہی۔ آپؒ نہایت ذہین اور محنتی طالب علم تھے۔ اپنے ہم مکتب ساتھیوں میں ہمیشہ ممتاز رہے' آٹھ سال تک حصولِ علم کے بعد آپؒ کی یہ کیفیت تھی کہ دنیا میں کوئی بھی شخص کسی بھی علم میں آپؒ کا ہمسر نہ تھا۔

ان آٹھ سال کی مدت میں جو زہرہ گداز مصائب آپؒ کو برداشت کرنا پڑے اس کے بارے میں خود حضرتؒ کا ارشاد ہے۔ ''میں نے ایسی ہولناک سختیاں جھیلی ہیں کہ اگر وہ پہاڑ پر گزرتیں تو پہاڑ پھٹ جاتا۔ جب مصائب اور شدائد کی ہر طرف سے یلغار ہو جاتی تھی تو میں تنگ آ کر زمین پر لیٹ جاتا اور اس آیتِ کریمہ کا ورد شروع کر دیتا۔ **فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً**۔ اس آیتِ کریمہ کے تکرار سے مجھے تسکین حاصل ہو جاتی اور جب زمین سے اٹھتا تو سب رنج و غم دور ہو چکا ہوتا۔''

آج طلباء اور اساتذہ کی سہل پسندی ضرب المثل بن چکی ہے اسی لئے علوم و فنون پر نہ تو عبور حاصل ہے نہ قلب و روح پر اس کے کچھ اثرات۔ **فالی اللّٰہ المشتکی**۔

۴۹۶ھ میں علومِ مروجہ سے فارغ التحصیل ہوئے تو آپؒ تزکیۂ نفس کے لئے مجاہدات میں مشغول ہوئے۔ عراق کے بے آب و گیاہ ویرانوں اور ہولناک بیابانوں کو اپنا مسکن بنایا۔ ذکرِ حق میں ہمہ وقت مشغول رہتے کیونکہ صفائے قلب اس کے بغیر ناممکن ہے۔

ذکرِ حق پاکیست چوں پاکی رسید
رخت بربندد بروں آید پلید

اِس فانی زندگی کو اُس لافانی ذات کی یاد سے ہی لافانی بنایا جاسکتا ہے۔

ایں جہاں و آں جہاں فانی بود
غیرِ یادش جملہ نادانی بود

اور درحقیقت زندگی کا مقصد بھی یہی ہے۔ وما خلقت الجن والانس الالیعبدون۔

غفلت از وے یک زماں صد مرگ داں
زندگی یاد است نزدِ عارفاں

ذاتِ حق کی یاد میں اپنے آپ کو یوں گم کر دیں کہ غیرِ حق دل سے نکل جائے۔ اگر دل کو یادِ حق کے ذریعے پاک نہ کیا جائے تو یہ عرش الرحمٰن نہیں بن سکتا۔

ذکر کن ذکرے کہ غیر از دل رود
غیر منسی ذاتِ حق در دل بود
چونکہ روحت غرقِ یادِ حق بود
جامۂ ہستی بکلّی شق بود

اس لئے ان مجاہدات و ریاضات کو اور تمام علائقِ دنیوی سے قطع تعلق کر کے جنگلوں اور ویرانوں میں تربیت پانے کو کسی طرح بھی رہبانیت سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ ان مجاہدات نے حضرت غوثِ پاکؒ کو استقامت وعزیمت کا پہاڑ بنا دیا' شیطانی قوتوں کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر دی' آپؒ کے دل کو جلا بخش کر ایسا آئینہ بنا دیا کہ مظہرِ حسنِ ذوالجلال ہوگیا' آپؒ کی ہستی کو ایسا فنا کر دیا کہ فنافی الرسول اور فنافی اللہ کی منزلوں تک پہنچایا' ایسی سچی تڑپ پیدا کی کہ عشقِ رسولؐ اور عشقِ الٰہی آپؒ کے روئیں روئیں میں سما گیا اور عشقِ الٰہی سے ہی آپؒ نے وہ مرتبہ پایا کہ پوری دنیا پر اس حدیثِ قدسی کا مفہوم واضح ہوگیا الانسان سری و انا سرہ۔

ان مجاہدات کے دوران درجنوں شیطانی حملوں میں آپؒ کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے ہمیشہ مدد ملتی رہی اور حضور نبی کریمؐ کی روحِ اقدس براہِ راست آپؒ کی مربی رہی۔ یہ مجاہدات پچیس سال کے عرصہ پر محیط ہیں۔

انہی مجاہدات کے دوران آپؒ ایک پرانے برج میں گیارہ سال تک مقیم رہے۔اسی وجہ سے اس برج کا نام برجِ عجمی پڑ گیا تھا۔آپؒ ارشادفرماتے ہیں کہ اس برج میں مجاہدات کے دوران میں نے عہد کیا کہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کوئی میرے منہ میں لقمہ دے کر نہیں کھلائے گا۔ پانی نہیں پیوں گا جب تک مجھے پلایا نہ جائے گا۔ چالیس دن بغیر کھائے پیے گزر گئے' چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور میرے سامنے روٹی سالن رکھ کر چلا گیا۔ بھوک کی شدت کی وجہ سے میرے نفس نے چاہا کہ کھالوں' لیکن ضمیر نے کہا کہ عہد نہ توڑو۔ میں نے کھانے کی طرف سے توجہ ہٹا لی۔اسی دوران حضرت ابوسعید مخزومیؒ ادھر سے گزرے'انہوں نے فراستِ باطنی سے ساری کیفیت معلوم کر لی۔ پوچھا اے عبدالقادر! یہ شور کیسا ہے؟ میں نے جواب دیا۔ ''حضور! یہ اضطرابِ نفس ہے'ورنہ روح تو مطمئن ہے اور یادِالٰہی میں مشغول ہے''۔ انہوں نے مجھے کہا ''بابِ ازج میں میرے غریب خانے پر چلو'' یہ کہہ کر وہ چل پڑے میں نے سوچا اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک کوئی خود نہ لے جائے۔ اسی خیال میں تھا کہ حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور مجھے اپنے ساتھ حضرت ابوسعید مخزومیؒ کے مکان پر لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوسعیدؒ دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا' اے عبدالقادر! کیا میرا کہنا کافی نہ تھا کہ خضر علیہ السلام کے کہنے کی ضرورت پڑی؟ یہ کہہ کر مجھے گھر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے لقمے میرے منہ میں ڈال کر کھانا کھلایا۔آپؒ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخؒ کے ہاتھ سے جو

لقمہ میرے شکم میں جاتا میرے باطن میں نور بھر دیتا تھا۔

بیعت وخلافت:

حضرت غوثِ اعظمؒ نے حضرت ابو سعید مخزومیؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اوران سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ حضرت ابو سعیدؒ نے خرقۂ خلافت عنایت فرماتے ہوئے فرمایا اے عبدالقادرؒ! یہ وہ خرقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو عنایت فرمایا تھا۔ حضرت علیؓ نے یہی خرقہ حضرت حسن بصریؒ کو عنایت فرمایا تھا اوران سے دست بدست یہ خرقہ مجھ تک پہنچا۔ حضرت غوثِ پاکؒ فرماتے ہیں کہ جونہی میں نے وہ خرقہ پہنا تو مجھ پر تجلیاتِ الٰہی اور برکات کا ظہور اور بھی زیادہ ہونے لگا۔ قلائدالجواہر میں ہے کہ حضرت ابو سعید مخزومیؒ نے حضرت غوثِ پاکؒ سے تبرک حاصل کرنے کی غرض سے خود بھی ان کے ہاتھوں سے خرقہ پہنا۔

مسندِ ارشاد:

حضرت غوثِ اعظمؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے ظہر کے وقت رسول اللہ ؐ کو دیکھا آپؐ نے مجھے فرمایا۔ اے بیٹے! تم وعظ کیوں نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا حضور! میں تو ایک عجمی ہوں اور عرب کے فصحاء کے سامنے کیوں کر زبان کھولوں۔ آپؐ نے فرمایا منہ کھولو۔ میں نے اپنا منہ کھولا تو حضورؐ نے میرے منہ میں سات مرتبہ اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا اور فرمایا' جاؤ لوگوں کو وعظ ونصیحت کرو اور حکمت کے ساتھ انہیں نیکی کی دعوت دو۔ پھر میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور وعظ کرنے کے لئے بیٹھ گیا۔ لوگ میرے گرد جمع ہو گئے' میں مرعوب تھا' دیکھا کہ حضرت علی کرم

اللہ وجہہ تشریف لائے اور فرمایا' عبدالقادرؒ! منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا تو آپؓ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ اپنا لعابِ دہن مبارک ڈالا۔ میں نے عرض کیا حضرت! آپؓ نے سات مرتبہ لعاب دہن سے کیوں نہیں نوازا۔ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ کا پاسِ ادب ہے۔ یہ فرما کر حضرت علیؓ غائب ہو گئے اس کے بعد آپؒ نے وعظ کا آغاز کیا۔ فصاحت و بلاغت کے وہ دریا بہائے اور حکمت کے وہ موتی پروئے کہ بڑے بڑے فصحائے عرب اپنے آپ کو حضرتؒ کے سامنے گنگ محسوس کرنے لگے۔

رجوعِ خلق:

آپؒ نے حضرت ابوسعید مخزومیؒ کے مدرسہ میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو انہوں نے آپؒ کے حوالے کر دیا تھا، اور اسی مدرسہ میں آپؒ نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ بھی شروع کر دیا۔ وعظ اتنا پُر اثر اور پُر مغز ہوتا تھا کہ اطراف و اکناف کے لوگ جوق در جوق آپ کا وعظ سننے کے لئے آنے لگے۔ جلد ہی آپؒ کی مجلسِ وعظ کی شہرت عرب و عجم میں پھیل گئی۔ لوگ دور دور سے سفر کر کے آپؒ کی مجلسِ وعظ میں آتے تھے' کیفیت یہ ہوگئی کہ مدرسہ کی عمارت میں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی' لوگ مدرسہ کے باہر سڑکوں پر بیٹھ جاتے اور آپؒ کا وعظ سنتے۔ آخر قرب و جوار کے مکانات مدرسہ میں شامل کر کے مدرسہ کو وسیع کیا گیا لیکن حاضرینِ مجلس میں روز بروز اتنا اضافہ ہوتا رہا کہ یہ وسیع و عریض عمارت بھی چھوٹی محسوس ہونے لگی اور پھر مجبوراً آپؒ کا منبر شہر سے باہر عید گاہ کے وسیع میدان میں رکھا جاتا تھا۔

مجلسِ وعظ:

آپؒ کی مجلسِ وعظ میں تقریباً ستر ہزار افراد شریک ہوتے۔ ہر ایک اپنے ظرف کے مطابق فیضیاب ہو کر جاتا۔ کوئی سنگدل سے سنگدل شخص بھی آپؒ کی مجلس میں آتا تو نرم دل ہو جاتا، ہزاروں افراد توبہ کر کے نیکی و اصلاح کی راہ پر گامزن ہوتے، ہر ایک اپنے دلی مقاصد کو یہاں پورا ہوتا دیکھتا، ہزاروں افراد ہوتے لیکن ہر ایک کی قلبی کیفیت پر آپؒ کی نظر ہوتی اور ہر ایک کی ضرورت کے مطابق آپؒ تصرف فرماتے، لوگوں کے دلی خطرات پر آگاہ رہتے اور اکثر اس کے مطابق کلام فرماتے، حاضرین میں ہزاروں علماء اور سینکڑوں اولیاء حاضر ہوتے، ہر ایک اپنے اپنے مقاصد کو پورا ہوتا دیکھتا اور اپنے مراتب بلند محسوس کرتا۔ آپؒ قال کے ساتھ ساتھ حال سے وعظ فرماتے تھے۔ کبھی باآواز بلند فرماتے اب قال سے حال کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ بس پھر کیا ہوتا' لوگ تڑپ تڑپ جاتے، سینکڑوں بے ہوش ہو جاتے حتیٰ کہ آپؒ کی کوئی ایسی مجلس وعظ نہیں جس میں چند جنازے نہ اٹھے ہوں۔ آپؒ کی مجلسِ وعظ میں جتنے انسان ہوتے اس سے زیادہ جنوں کی تعداد ہوتی، رجال الغیب بھی آپؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے، انبیاء و اولیاء آپؒ کی مجلس میں حاضر ہوتے، خود ارشاد فرماتے ہیں ''کوئی نبی اور کوئی ولی ایسا نہیں جو میری اس مجلس میں حاضر نہ ہوا ہو زندہ اپنے بدنوں کے ساتھ اور وصال یافتگان اپنی روحوں کے ساتھ''۔ آپؒ کی مجلس میں چار سو کے قریب کاتب ہوتے جو آپؒ کا کلام لکھتے۔ اولیائے کرام اپنے اپنے مقامات پر آپؒ کی مجلس کی طرف متوجہ ہوتے اور آپؒ کا کلام سنتے اور آپؒ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ کوئی اپنے مریدوں کو کہتا کہ جس نے حضرت غوثِ پاکؒ کا وعظ سننا

ہے اس دائرے میں آ جائے۔ لوگ اس دائرے میں آ جاتے اور حضرت کی مجلس کا وعظ براہِ راست سنتے۔ ان میں سے بعض آپؒ کے کلمات، تاریخ اور وقت کی قید کے ساتھ لکھ لیتے۔ جب بغداد آ کر وہاں کی مجلس میں لکھے گئے کلمات سے موازنہ کرتے تو ہو بہو اسی طرح پاتے۔ آپؒ کی مجلس میں نہ کوئی کھانستا' نہ کھنگارتا' نہ ناک صاف کرتا۔ جب آپؒ خاموش ہوتے تو محفل میں ایسا سکوت ہوتا کہ سانس لینے کے سوا کوئی آواز نہ ہوتی۔ ایک چیل چلاتی ہوئی مجلس سے گزری۔ فرمایا اے ہوا! اس کا سر اڑا دے۔ اس کا سر تن سے جدا ہو گیا' پھر آپؒ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر اسے زندہ کر دیا۔ ایک دفعہ ایک عجیب الخلقت پرندہ آپؒ کی مجلس میں سے گزرا۔ حاضرین کی توجہ ادھر ہوئی تو فرمایا۔ اللہ کی قسم! اگر میں اس پرندے سے کہوں کہ مر جا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جا تو فوراً مر جائے۔ ابھی آپؒ نے کلام پورا ابھی نہیں فرمایا تھا کہ وہ پرندہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑا۔ آپؒ کی مجلسِ وعظ میں آپؒ کی آواز ہر ایک کو یکساں پہنچتی تھی خواہ وہ دور بیٹھا ہو یا نزدیک۔ اکثر مجلسِ وعظ میں تھوڑی دیر کے لئے ہوا میں بلند ہو جاتے' جس کی حکمت اربابِ بصیرت ہی سمجھتے تھے۔ ایک دفعہ ہوا میں اڑے اور فرمایا۔ اے اسرائیلی! ذرا رک! محمدی کا کلام سنتا جا۔ بعد میں بتایا کہ ایسا حضرت خضر علیہ السلام سے کہا تھا۔ ایک دفعہ قضا و قدر کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا اور آپؒ کی گود میں آ پڑا۔ یہ واقعہ اتنی تیزی سے ہوا کہ حاضرینِ مجلس بدحواسی میں بھاگ اٹھے۔ وہ سانپ بڑی تیزی کے ساتھ آپؒ کے چغے کے اندر گھس کر سارے بدن کے اردگرد پھرنے لگا اور پھر چھاتی سے نکل کر گلے کے گرد لپٹ گیا۔ اس واقعہ کے باوجود نہ تو آپؒ اپنی جگہ سے ہٹے اور نہ ہی سلسلۂ کلام منقطع

کیا۔ بعد میں سانپ سے کہا، '' مجھے معلوم ہے کہ تم مجھے اللہ کے حکم کے بغیر نقصان نہیں پہنچا سکتے''۔ مجلس میں جب کوئی بڑی بات کرتے تو اس کے بعد یہ فرماتے۔ ''تمہیں قسم ہے اللہ کی! تم کہو آپ نے سچ فرمایا (یعنی بلا جھجک میرے ہر کلام کی تصدیق کیا کرو کیونکہ) بے شک میں یقین سے بولتا ہوں جس میں شک نہیں۔ مجھ کو بلایا جاتا ہے تو بولتا ہوں۔ دیا جاتا ہے تو تقسیم کرتا ہوں۔ حکم دیا جاتا ہے تو کرتا ہوں۔ ذمہ اس کے ہے جس نے حکم دیا۔ دیت عاقلہ پر ہے''۔

اقلیمِ ولایت کی شہنشاہی:

ایک روز حضرت غوثِ اعظمؒ نے محلّہ حلبہ میں اپنے مہمان خانے میں مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں عراق کے اکثر مشائخ شامل تھے۔ جن میں سے بعض کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

شیخ علی بن الہیتیؒ، شیخ بقا بن بطوؒ، شیخ ابوسعید قیلویؒ، شیخ موسیٰ بن ماہین زولیؒ، شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ، شیخ ابوالکرام معمرؒ، شیخ ابوالعباس احمد بن علی جوسقیؒ، شیخ ماجد کردیؒ، شیخ ابوحکیم بن ابراہیمؒ، شیخ ابوعمر وعثمان بن مرزوق قرشیؒ، شیخ مکارم اکبرؒ، شیخ مطر بادرانیؒ، شیخ جاگیرؒ، شیخ خلیفہ بن موسیٰ اکبرؒ، شیخ صدقہ بن محمد بغدادیؒ، شیخ یحییٰ بن محمد دوری مرتعشؒ، شیخ ضیاء الدین ابراہیمؒ، شیخ ابوعبداللہ محمد دریامیؒ، شیخ ابوعمر وعثمان بطائحیؒ، شیخ قضیب البان موصلیؒ، شیخ ابوالعباس احمد ریحانیؒ، شیخ ابوالعباس احمد قرشیؒ، شیخ داوُدؒ، شیخ ابوعبداللہ خاصؒ، شیخ ابوعمر وعثمان شوکیؒ، شیخ سلطان بن احمد مزینؒ، شیخ ابوبکر حیادیؒ، شیخ ابوالعباس احمد بن استادؒ، شیخ ابومحمد احمد بن عیسیٰؒ، شیخ مبارک بن علی جمیلیؒ۔ ان کے علاوہ اور بھی جلیل القدر مشائخِ مشہورین اس محفل میں موجود تھے کہ آپؒ پر کشفی

کیفیت طاری ہوئی، آپؒ کو حکم ہوا تو آپؒ نے باآواز بلند فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ (میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے) تو تمام ولیوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

حضرت ابوالمسعودؒ سے روایت ہے کہ میں خود اس مجلس میں حاضر تھا۔ پچاس کے قریب دیگر مشائخ اس محفل میں موجود تھے جو اس زمانہ میں مشہور تھے، میں نے ان کو دیکھا کہ جب حضرت الشیخؒ نے ارشاد فرمایا قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ تو سب نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور ان پر انکساری کی علامت ظاہر ہوئی، میں نے شیخ علی بن ہیتیؒ کو دیکھا کہ وہ اٹھے اور کرسی پر چڑھ کر غوثِ اعظمؒ کا قدم مبارک پکڑ کر اپنی گردن پر رکھ لیا۔

حضرت شیخ ابوسعید قیلویؒ فرماتے ہیں:

''جس وقت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' اس وقت آپؒ کے قلب پر تجلیات کا ظہور ہوا اور مقربین ملائکہ کے ذریعے آپؒ کے پاس حضور اکرم ﷺ کی عطا کردہ خلعت پہنچی۔ اگلے پچھلے وہ تمام اولیائے کرام جو زندہ تھے یا مردہ اپنے ارواح و اجسام کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ان سب کی موجودگی میں آپؒ کو وہ خلعت پہنائی گئی۔ اس وقت آپؒ کی مجلس میں ملائکہ اور رجال الغیب کا بھی انبوہِ کثیر تھا جو فضا میں صف بستہ تھے اور جن کے ہجوم کی وجہ سے افق کی وسعتوں میں گنجائش نہیں رہی تھی اور روئے زمین پر کوئی ولی اللہ ایسا نہیں تھا جس نے اپنی گردن نہ جھکا دی ہو''۔ (قلائدالجواہر)

حضرت شیخ مکارمؒ نے فرمایا:

''خدا شاہد ہے جس وقت آپؒ نے یہ کلمات ادا کیے یعنی قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو اس وقت اطرافِ عالم میں قریب یا بعید کوئی ایسا ولی نہیں تھا جس نے قطبیت کے پرچم کا مشاہدہ نہ کیا ہو جو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہاتھ میں تھا۔ یا اس تاجِ غوثیت کا معائنہ نہ کیا ہو جو آپؒ کے سر مبارک کو زینت بخش رہا تھا یا اس خلعتِ فاخرہ کو نہ دیکھا ہو جو آپؒ زیبِ تن کئے ہوئے تھے اور جو کہ تصرف نامہ کے ساتھ بارگاہِ الٰہی سے آپؒ کو عطا ہوا تھا اور اس خلعت کی برکت سے آپؒ کو یہ اختیارِ کلی دے دیا گیا تھا کہ آپؒ اپنے دور کے جس ولی کو چاہیں معزول کر سکتے ہیں۔ آپؒ کو شریعت و طریقت سے اس طرح سرفراز کر دیا گیا تھا کہ جب آپؒ نے یہ جملہ فرمایا ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' تو اسی وقت روئے زمین کے تمام اولیائے کرام نے اپنا سر خم کر دیا اور اپنے قلوب کو آپؒ کا مطیع بنا دیا حتیٰ کہ ان میں دس افراد تو ابدالِ وقت تھے اور باقی اعیان و سلاطینِ طریقت تھے''۔ (قلائد الجواہر)

حضرت شیخ ماجدؒ بیان کرتے ہیں:

''جس وقت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہ جملہ فرمایا کہ ''میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے'' تو روئے زمین پر کوئی ولی ایسا باقی نہیں رہا تھا جس کی گردن خم نہ کر دی گئی ہو اور نہ صالحین جنوں میں سے کوئی باقی رہ گیا تھا جس کی گردن نہ جھکا دی گئی ہو''۔

(قلائد الجواہر)

حضرت بقا بن بطوؒ فرماتے ہیں:

جب حضرت شیخ عبدالقادرؒ نے کہا ''میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے'' تو فرشتوں نے کہا۔ ''اے خدا کے بندے! تم نے سچ کہا''۔

حضرت شیخ خلیفۃ الاکبرؒ فرماتے ہیں:

جب مجھے خواب میں نبیٔ کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ یہ کہتے ہیں قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ''وہ بالکل سچ کہتے ہیں اور کیوں نہ کہیں جبکہ وہ قطبِ دوراں ہے اور ہم بذاتِ خود اس کے نگران ہیں''۔ (قلائد الجواہر)

بہت سے ایسے مشائخ ہیں جنہوں نے وقت سے پہلے ہی آپؒ کی ذاتِ اقدس کے بارے میں پیشین گوئی کے طور پر کہہ دیا تھا۔ کہ بغداد میں شیخ عبدالقادرؒ مامور ہو کر کہے گا ''قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللّٰہ'' اور سارے ولی اسے تسلیم کریں گے اور مطیع ہوں گے۔ ان مشائخ میں شیخ ابوبکر بن ہوارؒ، شیخ ابو احمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ جونیؒ، تاج العارفین ابوالوفا کاکیسؒ، شیخ عقیل منجیؒ، شیخ علی بن وہبؒ، شیخ حماد بن مسلم دباسؒ شامل ہیں اور بغداد کے ایک غوثِ وقت نے آپؒ کے طالب علمی کے زمانے میں آپؒ کے بارے میں پیشین گوئی کی تھی۔

حضرت معین الدین چشتیؒ کا سر جھکانا:

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ان دنوں خراسان کے پہاڑوں میں ریاضات و مجاہدات میں مصروف تھے۔ آپؒ نے بھی روحانی طور پر حضرت غوثِ اعظمؒ کا یہ ارشاد سنا اور سن کر فرطِ ادب سے اپنی گردن اس قدر خم کر دی کہ پیشانی زمین کو چھونے لگ گئی تھی اور عرض کی ''قد ماك علی رأسی و عینی (آپ کے دونوں قدم میرے سر اور آنکھوں پر) حضرت غوثِ اعظمؒ نے اس اظہارِ نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ سیّد غیاث الدینؒ کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت

کی ہے جس کے باعث عنقریب ولایتِ ہند سے سرفراز کئے جائیں گے۔ (مہرِ منیر)

شیخ صنعان کا انکار و توبہ:

اصفہان کے ایک ولی اللہ شیخ صنعان جناب غوثِ اعظمؓ کے ہم عصر تھے۔ دریائے علم و عرفان کے زبردست شناور تھے اور کرامات و خوارق ان سے بکثرت سرزد ہوتے تھے۔ غوثِ اعظمؓ کا مذکورہ بالا فرمان روحانی طور پر انہوں نے بھی سنا، مگر آنجنابؓ کا مرتبۂ کمال پہچاننے میں ٹھوکر کھا جانے کے باعث گردن خم کرنے میں متامل ہوئے جس پر اسی وقت ان کی ولایت و بصیرت سلب ہو گئی اور تہی دامن ہو جانے کی وجہ سے ایمان بھی خطرے میں پڑ گیا۔ بالآخر اُن کے ایک ارادت مند کی عاجزی و خدمت گزاری کے باعث جناب غوثِ اعظمؓ نے متوجہ ہو کر انہیں کفر سے بچا لیا اور توبہ کرنے پر منصب بحال ہوا۔ (مہرِ منیر بحوالہ اقتباس الانوار)

اس فرمان کا مفہوم:

اس فرمان کے مفہوم میں بعض نے مجازی معنی لینے کی کوشش کی ہے کہ یہاں قدم سے مراد حقیقی قدم نہیں اور گردن سے مراد حقیقی گردن نہیں بلکہ یہ اسی طرح ہے جیسے کہا جائے "فلان علی قدم حمید" لیکن اتنے بڑے بڑے اولیاء اللہ کا سچ مچ کی گردنیں جھکا دینا یقیناً اس مفہوم کی نفی کرتا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ فرمان عالی آپؓ کے اپنے زمانے کے اولیاء کے لئے تو یقیناً ہے اور بعد میں آنے والے اولیاء کے لئے بھی ممکن ہے لیکن اولیائے اولین کے لئے یہ ارشاد نہیں ہو سکتا۔ ان کا یہ خیال حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور تبع تابعین کا احترام بحال رکھنے کی

غرض سے ہے کہ ایسا تسلیم کرنے سے اولیائے اولین کی شان میں گستاخی ہے۔ لیکن صحیح رائے وہی ہے جو خود اولیائے کرام کی ہو۔ حضرت اویس قرنیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کا آپؒ کی شان اور اس ارشاد پر مطلع ہو کر گردن جھکانا روایات میں موجود ہے۔ بحث کا خلاصہ یہی ہے جیسا کہ ''مہرِ منیر'' میں لکھا گیا کہ ''اکثریت اور اکابرین کی رائے یہی ہے کہ اس قول کے تحت آپؒ کے زمانہ کے اولیاء حاضر و غائب کے علاوہ تمام اولیائے متقدمین و متاخرین بھی آتے ہیں اور اولیاء سے مراد وہ ولی جو صحابہ اور ائمہ اہل بیتؓ وغیرہ کے مختص ناموں سے منسوب نہیں''۔

حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کا ارشاد ہے۔

اولیائے اولیّن و آخریں سرہائے خود
زیرِ پایش مے نہند از حکمِ رب العالمین

اللہ اللہ چہ قادریست ہمیں:

بندہ قادر کا ہے قادر بھی ہے عبدالقادرؒ
سرِّ باطن بھی ہے ظاہر بھی ہے عبدالقادرؒ
ذی تصرف بھی ہے ماذون بھی مختار بھی ہے
کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادرؒ

حضرت غوثِ اعظمؒ اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہیں کہ لگتا ہے کہ آپؒ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے محبوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو کل عالم میں متصرف کیا اور ستر مرتبہ عہد کیا کہ آپؒ کو کبھی کسی مرتبہ سے معزول نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے آپؒ خوب تصرف فرماتے ہیں۔

آپؒ کے محض خیال سے اشیاء کا محو ہونا اور پیدا ہونا عام بات ہے۔ کوئی بھی آدمی جب بھی آپؒ سے جو بھی کرامت دیکھنا چاہتا تھا دیکھ لیتا تھا۔ لوحِ محفوظ ہر وقت پیشِ نظر ہوتی اور تقدیروں کے بدلنے پر بھی قدرت رکھتے ہیں۔ ایک خادم کو خلوت میں بٹھایا' اسی رات ستر بار محتلم ہوا اور ہر دفعہ نئی عورت سے حضرت شیخؒ نے فرمایا لوح محفوظ پر تیرے نام ستر دفعہ زنا فلاں فلاں نام وشکل کی عورت سے لکھا ہوا تھا۔ میں نے اللہ تعالٰی سے درخواست کی تو اس بیداری کو خواب میں تبدیل کر دیا گیا۔ (تحفۃ القادریہ)

آپؒ کا ایک خادم بار بار نرینہ اولاد کی خواہش کا اظہار کرتا۔ فرمایا ''بار بار نہ سنا، لڑکا ہے''۔ لیکن اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی۔ اٹھا کر خدمت میں لایا۔ فرمایا اس کو کپڑے میں لپیٹ کر گھر لے جا۔ دیکھ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ جب اس نے گھر آ کے دیکھا تو بجائے لڑکی کے لڑکا پایا۔ (تحفۃ القادریہ)

ایک تاجر حضرت حماد دباسؒ کے پاس گیا۔ عرض کیا تجارت کے لئے شام جانا چاہتا ہوں' فرمایا اس سال نہ جا۔ تو مارا جائے گا اور مال ضائع ہو گا۔ پھر حضرتِ غوثؒ کے پاس آیا اور سارا ماجرا سنایا' آپؒ نے فرمایا ''تو سفر پر جا، میں ضامن ہوں''۔ وہ سفر پر گیا، خوب نفع کمایا، ایک دن سویا ہوا تھا، خواب دیکھا کہ ڈاکوؤں نے حملہ کیا اور اس کی گردن کو چھری سے کاٹ دیا۔ بیدار ہوا تو خون کا نشان گردن پر دیکھا اور درد محسوس کیا۔ پھر غسل کرنے حمام گیا' وہاں رقم بھول آیا' پھر گیا تو رقم مل گئی۔ یہ حضرتؒ کا تصرف تھا کہ حقیقت کو خواب میں اور تلفیٔ مال کو نسیان میں تبدیل کر دیا۔

(بہجۃ الاسرار، تحفۃ القادریہ)

شیخ منصور بن مبارک واسطیؒ فرماتے ہیں' میرے پاس فلسفہ کی کتاب تھی جس میں روحانیت کے علوم تھے۔ حضرتؓ نے فرمایا' یہ کتاب مجھے دے دو۔ میں نے اس وقت کتاب کو کھول کر دیکھا تو سفید کاغذ تھا اور اس میں ایک حرف بھی نہ تھا۔ میں نے وہ آپؓ کو دے دی، آپؓ نے ورق گردانی کی اور فرمایا، یہ کتاب ''فضائلِ قرآن'' ہے جو محمد بن خریس کی تصنیف ہے۔ پھر مجھے دے دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ فضائلِ قرآن کی کتاب تھی اور نہایت خوشخط لکھی ہوئی تھی۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ حضرت شیخ عارفؒ کو کہا کبھی کسی سے کچھ نہ مانگنا اور اپنی دو انگلیوں کو ان کے منہ میں رکھ کر کہا، چوسو! اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر یہ حال تھا کہ نہ کھاتے تھے نہ پیتے تھے اور خوب طاقتور تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ چور کو تصرف سے اس قابل بنا دیا کہ ابدال ہو۔ پھر ابدال مقرر کر دیا۔

(بہجۃ الاسرار)

☆ ایک عیسائی کو اسی طرح اپنے تصرف سے ابدال بنا دیا۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ چار سال سے صحرا میں استادہ دو خشک کھجوریں تھیں ایک کے نیچے وضو کیا دوسری کے نیچے نماز پڑھی دونوں ہری ہو گئیں، پتے نکل آئے، اسی ہفتے پھل بھی لگا حالانکہ پھل کا موسم نہ تھا۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ ابو عبداللہ محمدؒ حضرت غوثِ پاکؓ کی خدمت میں کھڑے تھے کہ جلدی سے رینٹھ آئی۔ ناک صاف کی لیکن شرم محسوس کی۔ غوث پاکؓ نے فرمایا' آج کے بعد نہ تھوک ہو گا نہ رینٹھ۔ اس کے بعد تراسی برس تک نہ انہوں نے تھوکا نہ رینٹھ آئی۔

(بہجۃ الاسرار)

☆ ابو المعالی محمد بن احمد بغدادی تاجر حضرت غوث پاکؒ کی محفل میں تھے۔ حاجتِ پاخانہ سے تکلیف ہوئی۔ حضرت نے ان پر چادر اُڑھادی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جنگل میں ہیں۔ فراغت پائی تو حضرتؒ نے چادر اتارلی وہ محفل ہی میں بیٹھے تھے بے تکلیف۔ (بہجتہ الاسرار)

☆ ابو غالب فضل اللہ سوداگر کے مادرزاد اندھے اور فالج زدہ لڑکے کو کہا۔ اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا۔ وہ فوراً بینا ہو گیا اور دوڑنے لگا۔ (بہجتہ الاسرار)

☆ دریائے دجلہ میں ایسی طغیانی آئی کہ بغداد غرق ہونے لگا۔ آپؒ نے عصا لیا اور دریا کے کنارے تک آئے۔ پانی کی معمول کی حد تک اونچائی پر عصا گاڑ کر کہا۔ بس یہاں تک رہو۔ اسی وقت پانی اس حد تک اتر گیا۔ (بہجتہ الاسرار)

☆ ابوحفص عمر بن صالحؒ ایک اونٹنی لائے کہ حج کا ارادہ ہے اور اونٹنی کمزور ہے۔ آپؒ نے اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور ایڑ لگائی۔ پھر اس کا یہ حال تھا کہ تمام سواریوں سے آگے چلتی تھی۔ (بہجتہ الاسرار)

☆ حضرت غوثِ پاکؒ شیخ ابوالحسن علی بن احمدؒ کی عیادت کو گئے۔ انہوں نے عرض کی حضور! یہ میری کبوتری چھ ماہ سے انڈے نہیں دیتی اور یہ قُمری نو ماہ سے بولتی نہیں۔ حضرتِ غوثؒ نے کبوتری کو کہا، اپنے مالک کو نفع پہنچا اور قمری کو کہا، اپنے خالق کی تسبیح پڑھا کر۔ قمری اسی وقت بولنے لگی اور کبوتری مرتے وقت تک انڈے دیتی رہی۔ (بہجتہ الاسرار)

☆ اسی طرح ایک دفعہ حضرت غوثؒ نے خضر نامی ایک شخص کو کہا، تم ۹۴ سال ایک ماہ سات دن زندہ رہو گے۔ شہر اربل میں فوت ہو گے۔ تمہارے کان' آنکھ'

تمہاری قوت سب کچھ ٹھیک اور تندرست رہے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ (بہجۃ الاسرار)

کلام الاولیاء فی شانِ سلطان الاولیاء:

(۱) رئیس المکاشفین محی الدین ابن عربیؒ:

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نہایت شجاع، معرکۂ جنگ میں ثابت قدم اور حق کے ساتھ بڑے بڑے دعوے کرنے والے تھے۔ ہمیشہ سچ کہتے اور عدل وانصاف کے ساتھ حکم کرتے۔ ان کا دبدبہ وغلبہ خلق پر حق کے ساتھ تھا۔ بڑی شان والے تھے۔ ان کے اخبار مشہور ہیں۔ میری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ (فتوحاتِ مکیہ)

(۲) حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردیؒ:

حضرت شیخ عبدالقادر سلطانِ حقیقت اور حقیقتِ وجود میں تصرف کرنے والے تھے۔ (بہجۃ الاسرار)

(۳) شیخ عارف سنجاویؒ:

حضرت شیخ عبدالقادرؒ تمام عالم کے سردار اور تمام اولیاء میں منفرد ہیں اور شیخ عبدالقادرؒ وہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے عالمِ موجودات اور نظامِ تکوینی میں تصرف کے اختیارات عطا فرمائے ہیں۔ وہ شخص خوش قسمت ہے اور اس کے لیے بشارت ہے جو آپؒ کی صحبت میں بیٹھا یا جس کے قلب میں آپؒ کا تصور آیا۔ (قلائد الجواہر)

(۴) شیخ ابونصیرؒ:

آپؒ جیسا کوئی عجم میں پیدا ہوا نہ عراق میں اور آپؒ ہی کی وجہ سے مشرق نے مغرب پر فضیلت حاصل کر لی ہے۔ آپؒ کا علم ونسب واضح طور پر تمام اولیائے

کرام میں ممتاز ہے۔(قلائد الجواہر)

(۵) حضرت شیخ موسیٰ بن ہامانؒ:

حضرت شیخ عبدالقادرؒ ہمارے دور کے سب سے افضل فرد اور سلطان الاولیاء اور سیّد العارفین ہیں۔ملائکہ بھی ان کا احترام کرتے ہیں۔(قلائد الجواہر)

(۶) حضرت شیخ ابونجیب عبدالقاہرؒ:

آپؒ کو فرشتوں پر بھی مکمل تصرف حاصل ہے اور وہ موجودہ دور میں عالمِ تکوین میں منفرد ہیں۔ان کو تمام اولیائے کرام کے قلوب پر تصرف کی ایسی قدرت حاصل ہے کہ جس کے احوال چاہیں سلب کرلیں اور جس کے چاہیں بحال رکھیں۔
(قلائد الجواہر)

(۷) حضرت شیخ ابوالحسن علی بن ہیتیؒ:

میں نے اس زمانہ میں حضرت شیخ محی الدین عبدالقادرؒ سے بڑھ کر کسی کو زیادہ کرامات والا نہیں دیکھا۔کوئی شخص ان سے کسی وقت کوئی بھی کرامت دیکھنا چاہتا تو فوراً دیکھ لیتا۔کبھی خرقِ عادت ان سے ظاہر ہوتی، کبھی ان میں ظاہر ہوتی اور کبھی ان کے لئے ظاہر ہوتی۔(بہجۃ الاسرار)

(۸) حضرت شیخ مکارم نہر ملکیؒ:

ان پر دنیا و مافیہا میں عام تصرف کی خلعت ہے جس کو چاہیں ولایت دیں اور جس کو چاہیں معزول کردیں۔وہ شریعت اور حقیقت کے دونوں نقشوں سے منقش ہیں۔(بہجۃ الاسرار)

(۹) حضرت شیخ ابو عمر عثمان صریفینیؒ:

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ نے شیخ محی الدین عبدالقادرؒ کی مثل کسی اور کو وجود میں نہ ظاہر کیا اور نہ ظاہر کرے گا۔ ان کی کرامات جواہرات کی لڑیاں ہیں جو ایک دوسرے کے پیچھے ہوتی ہیں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۱۱) حضرت شیخ ابو سعد قیلویؒ:

شیخ عبدالقادرؒ مادر زاد اندھے اور برص والے کو اچھا کرتے ہیں اور خدا کے حکم سے مردے زندہ کرتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۱۲) حضرت امام احمد بن حنبلؒ:

حضرت شیخ علی بن ہیتیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ محی الدین عبدالقادرؒ اور شیخ بقا بن بطوؒ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام احمد بن حنبلؒ قبر سے نکلے اور حضرت شیخ عبدالقادرؒ کو اپنے سینے سے لگایا اور ان کو خلعت پہنایا اور فرمایا اے شیخ عبدالقادرؒ! بے شک میں علمِ شریعت، علمِ حقیقت، علمِ حال اور فعلِ حال میں تمہارا محتاج ہوں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۱۳) حضرت سیّد احمد بن ابوالحسن رفاعیؒ:

کس میں قدرت ہے کہ شیخ عبدالقادرؒ کے ایسے مناقب بیان کر سکے جو ان کے مرتبہ کے موافق ہوں۔ وہ ایسے شخص ہیں کہ ان کے ایک جانب شریعت کا دریا اور دوسری جانب حقیقت کا دریا ہے۔ جس جگہ سے چاہتے ہیں غوطہ لگاتے ہیں۔

(اخبار الصالحین)

(۱۴) حضرت شیخ بقا بن بطوؒ:

شیخ عبد القادرؒ کا طریقہ قول و فعل، نفس و وقت کا ایک ہو جانا، اخلاص و تسلیم سے ہم آغوش رہنا، ہر سانس خطرہ و وارد میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ثابت رہنا اور ساتھ ہی کتاب و سنت کی موافقت کرنا ہے۔ (اخبار الصالحین)

تحدیثِ نعمت:

حضرت غوثِ اعظمؒ کا وہ کلامِ مبارک جو آپؒ نے مامور من اللہ ہو کر بطورِ تحدیثِ نعمت ازراہِ شفقت برطالبین اپنی ذات کے بارے میں فرمایا، بہجۃ الاسرار سے نقل کیا جاتا ہے۔

☆ انسانوں کے بھی مشائخ ہیں اور جنوں کے بھی مشائخ ہیں اور فرشتوں کے بھی مشائخ ہیں اور میں ان سب کا شیخ و مرشد ہوں۔

پیرِ پیراں میرِ میراں اے شہِ جیلاں توئی
اُنسِ جانِ قدسیاں و غوثِ اِنس و جاں توئی
ملک کے، کچھ بشر، کچھ جن کے ہیں پیر
تو شیخِ عالی و سافل ہے یا غوثؒ

☆ میں خلقت کے امور و عقل سے وراء ہوں، تمام رجال الحق جب تقدیرِ حق تک پہنچتے ہیں تو رک جاتے ہیں، لیکن میں جب تقدیرِ حق تک پہنچا تو میرے لئے ایک روزن کھلا اور میں اس میں داخل ہو گیا اور تقدیر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسی کی قوت سے، اسی کی رضا سے منازعت کی۔

میری تقدیر بری ہو تو بھلی کر دے کہ ہے
محو و اثبات کے دفتر پہ کڑوڑا تیرا

☆ آپؒ نے منبر پر وعظ فرماتے ہوئے کئی بار برسرِ عام ارشاد فرمایا۔ انا المحفوظ (میں اللہ تعالیٰ کے حفظ میں ہوں) انا الملحوظ (میں اللہ تعالیٰ کی نگاہ ہوں) انا المحظوظ (میں حظ یعنی حصہ پانے والا ہوں) انا امر من امر اللّٰہ (میں اللہ تعالیٰ کے رازوں میں سے ایک راز ہوں)۔

☆ آپؒ نے فرمایا مجھ کو کسی پر قیاس نہ کرو۔ نہ دوسرے کو مجھ پر۔ میں وراء الوراء ہوں۔ میرے کلام کی تصدیق کرو گے تو اس میں نجات ہے اور میری تکذیب کرنا زہر قاتل ہے۔ شیخ حمادؒ حضرت کا کلام سن کر حیران ہوئے اور عرض کیا "یا شیخ عبدالقادرؒ! کیا آپؒ مکرِ الٰہی سے خائف نہیں؟ حضور غوثِ پاکؒ نے ان کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا حماد! دل کی آنکھ سے دیکھ، میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ حمادؒ بے ہوش ہو گئے پھر جب حضرت غوثِ پاکؒ نے ان کے سینے سے ہاتھ اٹھایا تو وہ ہوش میں آئے اور بیان فرمایا کہ میں نے حضرتؒ کے ہاتھ میں ستر عہد نامے اللہ تعالیٰ کے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ مکر نہ فرمائے گا (یعنی آپؒ کو کسی بھی مرتبے سے کبھی معزول نہیں کرے گا) پھر حضرت غوث پاکؒ کی طرف رخ کر کے فرمایا لا بـأس بـعـد ذالک۔ **ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم.**

☆ اللہ تعالیٰ مجھ سے فرماتا ہے۔ اے عبدالقادر! تو بات کہہ (یعنی مانگ) تیری بات سنی جائے گی۔ اے عبدالقادر! تجھے قسم ہے میرے حق کی جو تجھ پر ہے کھانا کھاؤ، تجھے قسم ہے میرے حق کی، پانی پیو، تجھے قسم ہے میر ۔۔حق کی، کلام کرو، اور میں نے

تجھے ہلاکت سے امان دی ہے۔

قسمیں دے دے کے کھلاتا ہے پلاتا ہے تجھے

پیارا اللہ ترا چاہنے والا تیرا

☆ اے مشرق و مغرب کے اہل زمین! اور اے اہل آسماں! سنو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ویخلق مالا تعلمون (اور اللہ تعالیٰ تخلیق فرماتا ہے وہ کچھ جو تم نہیں جانتے) اور میں وہ چیز ہوں جسے تم نہیں جانتے۔

☆ اے زمین کے مشرق اور مغرب والو! آؤ مجھ سے سیکھو۔ اے عراق والو! تمام احوال میرے نزدیک ان کپڑوں کی طرح ہیں جو میرے گھر میں لٹکے ہوئے ہوں ان میں سے جس کو چاہوں پہنوں۔

☆ آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے سلام کہتا ہے۔ سال میرے پاس آتا ہے اور مجھ کو سلام کہتا ہے اور مجھے ان باتوں کی خبر دیتا ہے جو اس میں واقع ہوں گی۔ ہر دن مجھ کو سلام کہتا ہے اور اس دن جو واقع ہوگا اس کی خبر دیتا ہے اور مجھے خدا کی عزت کی قسم ہے کہ نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے لوح محفوظ میں پیش کئے جاتے ہیں۔ میں خدا کے علم اور مشاہدہ کے غوطے لگانے والا ہوں۔ میں تم سب پر خدا کی دلیل ہوں اور میں زمین میں رسول اللہ ﷺ کا نائب اور وارث ہوں۔

☆ آپؒ نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ مجھ کو عراق سپرد کیا گیا ہے پھر ایک مدت بعد ان سے کہا میں تم سے پہلے یہ کہتا تھا کہ عراق میرے سپرد کیا گیا ہے اور اب تمام زمین مشرق سے مغرب تک، اس کے میدان اور آبادی، جنگل اور سمندر، نرم زمین اور پہاڑی زمین میرے سپرد کی گئی ہے۔

بحر و بر، شہر وقریٰ، سہل و حزن، دشت و چمن
کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

☆ جب تم خدا سے کوئی حاجت طلب کرو تو میرے توسل سے طلب کرو۔

☆ اے غلام! ہزار سال تک سفر کر، تا کہ تو مجھ سے بات سنے۔ اے غلام! سن! ولایات یہاں ہیں۔ درجات یہاں ہیں۔ میری مجلس میں خلعتیں تقسیم ہوتی ہیں۔ کوئی نبی اور کوئی ولی ایسا نہیں جو میری مجلس میں حاضر نہ ہوتا ہو۔ زندہ ولی اپنے بدنوں کے ساتھ اور فوت شدہ اپنی ارواح کے ساتھ۔ اے غلام! میرے متعلق منکر نکیر سے پوچھنا جب وہ تیرے پاس قبر میں آئیں وہ تجھے میرا سب حال بتائیں گے۔

☆ حضرت غوثِ پاکؒ جب بھی کوئی بڑا کلام کیا کرتے تھے تو اس کے بعد فرمایا کرتے تھے ''تمھیں خدا کی قسم ہے یہ کہا کرو کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ کیونکہ میں یقینی بات کہتا ہوں اس میں کوئی شک نہیں۔ بے شک میں بلایا جاتا ہوں تو بولتا ہوں اور دیا جاتا ہوں تو تقسیم کرتا ہوں اور حکم دیا جاتا ہوں تو کرتا ہوں۔ تم کو میرا جھٹلانا تمہارے دین کے لئے فوری زہر ہے اور تمہاری دنیا و آخرت جانے کا سبب ہے''۔

☆ میں تلوار اٹھانے والا ہوں۔ میں لڑنے والا ہوں اور تم کو خدا اور اپنے آپ سے ڈراتا ہے۔ اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہوتی تو میں تم کو بتلاتا جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کرتے ہو۔ تم میرے سامنے شیشے کی طرح ہو۔ میں دیکھتا ہوں جو تمہارے پیٹوں اور ظاہر میں ہے۔

شرفِ ارادت:

نبی ءکریم ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ متصف بجمیع اوصاف اللہ ہیں

لیکن ان میں سب سے قابلِ ذکر صفت آپ کا رحمتہ للعالمین ہونا اور شفیع المذنبین ہونا ہے شفاعتی لاھل الکبائر آپ ؐ کی کرم نوازیوں کا مظہر ہے۔ الصالحون للّٰہ والطالحون لی آپ ؐ کی لجپالی ظاہر کرتا ہے۔ بوقتِ نزولِ ولسوف یعطیک ربک فترضی آپ ؐ کا ارشاد اذا لا ارضی و واحد من امتی فی النار ہمارے لئے سب سے زیادہ امید افزا اور نوید مسرت ہے۔

اولیاء اللہ بھی اللہ اور اس کے رسول ؐ کی جمیع شانوں کے مظہر ہوتے ہیں۔ وہ رحیم و کریم ذات میں ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی مخلوق کو عیال اللہ سمجھ کر اس پر نہایت شفقت فرماتے ہیں۔ خصوصاً اپنے متوسلین اور محبین کی تکلیف، پریشانی ہرگز برداشت نہیں کرتے۔ دنیا و آخرت کے معاملات میں ان کے معاون ہوتے ہیں۔ دنیا تو فانی ہے، اس کی لذات بھی فانی ہیں اس لئے اس کی تو اتنی اہمیت نہیں، یہ قلیل مدت تکلیف میں بھی گزر سکتی ہے لیکن برزخی اور اخروی زندگی طویل اور دائمی ہے' اس کا خسارہ نا قابلِ برداشت ہے' اسی لئے اولیائے کرام اپنے متوسلین اور جمیع مخلوق کی اخروی زندگی سنوارنے کی تگ و دو میں لگے رہتے ہیں۔ جب اللہ ان کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو حدیثِ قدسی کے مطابق جب وہ کسی معاملہ میں قسم کھا کر بھی بات کر دیں تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ تو یہ لوگ بھی مریدوں کو مختلف نویدیں سناتے رہتے ہیں۔ نبی کریم ؐ کی صفت حریص '' علیکم کے زیرِ سایہ پرورش پانے والے اپنے متوسلین کی بخشش کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ انہیں اپنے لئے مانگنے کی فرصت ہو یا نہ ہو مریدوں کے لئے ضرور مانگتے رہتے ہیں۔

حضرت غوثِ اعظم ؓ جتنی بڑی شان کے مالک ہیں اتنی ہی بڑی نویدیں آپ ؓ

کی طرف سے محبین ومخلصین کے لئے طمانیت کا باعث ہیں۔ جب شیخ بڑی شان والا ہوتو مریدین بھی بڑی شان کے مالک ہوتے ہیں اور اگر کوئی شان نہ بھی رکھتے ہوں تو بھی ''کئی''، ''کِلّے'' کے زور پر کودتی رہتی ہے۔

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بنیکاں ببخشد کریم

☆ حضرت شیخ ابونجیب سہروردیؒ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے شیخ حماد دباسؒ کے بارے میں خبر دی کہ لوگ ان کے ہاں سے رات کو شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ سنا کرتے تھے' اس بات کا ذکر کسی نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی خدمت میں کیا۔ ابھی حضرت الشیخ کی شہرت نہیں ہوئی تھی (یہ واقعہ ۵۱۸ھ کا ہے) وہ شیخ حمادؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور پوچھا۔

صحبتِ دباس را ایں ساز چیست
ہر زماں ایں نغمہ و آواز چیست

حضرت شیخ حمادؒ دباس نے فرمایا ''میرے بارہ ہزار مرید ہیں۔ میں ہر رات ان کو یاد کرتا ہوں اور ان کی حاجتیں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرتا ہوں اور جو کوئی ان میں سے گناہ میں مبتلا ہوتا ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ توبہ کی توفیق دے یا جلد اسے اس جہانِ فانی سے اٹھالے تا کہ دیر تک گناہوں میں مبتلا نہ رہے''۔ پس یہ سن کر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ''اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی بارگاہ میں مرتبہ دے تو میں اس بات کی درخواست کرتا ہوں کہ میرے مرید قیامت تک بغیر توبہ کے نہ مریں اور میں ان کا ضامن ہوں گا'' حضرت شیخ حمادؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

مجھے اس بات کا مشاہدہ کرایا ہے۔

آنچہ او از رب خود درخواست کرد

از کرم او را ہماں دم راست کرد

یعنی یہ مرتبہ آپ ؒ کو ملا اور یہ درخواست قبول ہوئی۔ (تحفۃ القادریہ)

☆ حضرت شیخ ابوالسعو دسریمیؒ، شیخ ابوعبداللہ محمد بن قائداوانیؒ اور شیخ ابوالقاسم عمر بزازؒ تینوں نے فرمایا کہ شیخ محی الدین عبدالقادرؒ قیامت تک اپنے مریدوں کی اس بات کے ضامن ہیں کہ ان میں سے کوئی شخص بغیر توبہ کے نہ مرے گا اور ان کو یہ بات عنایت کی گئی ہے کہ ان کے مرید اور ان کے مریدوں کے مرید سات پشت تک جنت میں داخل ہوں گے۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ حضرت غوثِ پاکؒ فرماتے ہیں کہ میں اپنے مرید کے مریدوں کا نسل پشت تک ہر ایک کا ذمہ دار ہوں اور اگر میرے مرید کا پردہ مشرق میں کھل جائے اور میں مغرب میں ہوں تو اس کو چھپا دیتا ہوں۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ فرمایا: ہم کو حال اور قدر کے لحاظ سے حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی ہمتوں سے اپنے مریدوں کی حفاظت کریں۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ شیخ ابوالحسن علی بن ہیتیؒ کہتے ہیں کہ کسی شیخ کے مرید اپنے شیخ سے اس قدر نیک بخت نہیں جس قدر کہ شیخ عبدالقادرؒ کے مرید اپنے شیخ سے۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ فرمایا: مجھے ایک کاغذ دیا گیا جو اتنا بڑا تھا کہ جہاں تک نگاہ پہنچے۔ اس میں میرے اصحاب اور مریدوں کے نام ہیں جو قیامت تک ہونے والے ہیں اور مجھ سے کہا گیا کہ سب کو تمہارے لئے بخش دیا گیا۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ فرمایا: مجھے معبود کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میرا ہاتھ میرے مریدوں پر ایسا ہے جس طرح آسمان زمین پر، اگر میرا مرید جید نہیں تو میں تو جید ہوں۔

(بہجۃ الاسرار)

بہجت اس سر کی ہے جو بہجۃ الاسرار میں ہے
کہ فلک وار مریدوں پہ ہے سایہ تیرا
ہیں رضاؔ یوں نہ بلک تو نہیں جید تو نہ ہو
سیدِ جیدِ ہر دہر ہے مولا تیرا

☆ فرمایا: جو شخص میری طرف منسوب ہو اور میرا نام لے، اس کو اللہ تعالیٰ قبول کرے گا اور اس پر مہربانی کرے گا۔ اگر چہ وہ برے عمل پر ہے اور وہ منجملہ میرے مریدوں کے ہے۔ (بہجۃ الاسرار)

☆ فرمایا: خوش ہو جائے وہ شخص جس نے مجھے دیکھا اور وہ بھی کہ جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا ہے یا میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

(بہجۃ الاسرار)

☆ شبِ معراج جب حضرت غوثِ اعظمؒ نے نبی ءکریم ﷺ کو سیڑھی کے طور پر اپنا کندھا پیش کیا تو حضورؐ نے خوش ہو کر آپؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ''اے میرے بیٹے! تجھے مبارک ہو تو نے مجھے دیکھا اور میری نعمت سے سرفراز ہوا۔ پھر اس کو مبارک ہو جو تجھے دیکھے اور تیرے دیکھنے والے کو دیکھے اور اس دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھے اسی طرح آپؒ نے ستائیس (27) تک فرمایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تمھیں دنیا و آخرت میں اپنا وزیر بنایا اور میں نے اپنا یہ قدم تیری گردن پر رکھا اور تیرا

قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر بغیر فخر کے ہوگا''۔ (تفریح الخاطر)

الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ ہم اس بشارت سے سرفراز ہیں۔

حضرت غوث الاعظمؒ کے اقوالِ زرّیں:

(۱) حسد برا ساتھی ہے۔ حسد ہی نے شیطان کو ہلاک کیا' اسے دوزخی اور ملعون بنایا' حسد نیکیوں کو اسی طرح کھا جاتا ہے' جس طرح آگ خشک لکڑیوں کو کھا جاتی ہے۔

(۲) طمع کرنے والا اسی طرح خالی ہے' جس طرح ''طمع'' کے حروف نقطوں سے خالی ہیں۔

(۳) محبّ کی وہ آنکھیں ہی نہیں ہوتیں جن سے وہ محبوب کے سوا کسی کو دیکھے۔

(۴) حقیقی زہد یہ ہے کہ دنیا چھوڑے، آخرت چھوڑے، خواہشات ولذات چھوڑے، احوال ودرجات چھوڑے، طلبِ مقامات وکرامات چھوڑے اور سب ماسویٰ اللہ کو چھوڑ دے۔

(۵) پہلے دل کو دھوؤ پھر کپڑوں کو دھوؤ، دونوں کی دھلائی اور پاکی اکٹھی کرو، کپڑوں کو میل سے اور دل کو گناہوں سے دھوؤ۔

(۶) قبر اور موت کو اپنے سر کی آنکھوں اور اپنے دل کے پیشِ نظر رکھو۔

(۷) دنیا ''اشغال'' ہے اور آخرت ''احوال'' اور بندہ اشغال واحوال کے درمیان سفر کرتا رہتا ہے۔ پھر اس کا مستقر یا تو جنت ہے یا دوزخ۔

(۸) جب میں نے تمام اعمال کی چھان بین اور جستجو کی تو مجھے معلوم ہوا کہ سب سے بہتر عمل کھانا کھلانا اور حسنِ اخلاق سے پیش آنا ہے۔

(۹) بے ادب خالق ومخلوق دونوں کا معتوب ومغضوب ہے۔

(۱۰) گمنامی کو پسند کر کہ اس میں ناموری کی نسبت بڑا امن ہے۔

(۱۱) غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ' چہ جائیکہ تو خود کوئی فضول بات کرے۔

(۱۲) اللہ اپنے بندوں سے قرض طلب کرتا ہے اور اس کے قاصد مستحق سائل ہیں۔

(۱۳) کتنی عجیب بات ہے کہ گناہ کرتے وقت مخلوق سے تو پردہ کرے اور خالق کا خوف نہ کھائے۔

(۱۴) تیرے اخلاص کی علامت یہ ہے کہ تو خلقت کی تعریف اور مذمت کی طرف توجہ نہ کرے۔

(۱۵) تکبر کرنے سے لوگ تمہیں بڑا نہیں سمجھتے' بلکہ تواضع کرنے سے تم بڑے ہو گے۔

(۱۶) جو حکم کی تعمیل نہ کرے وہ خوشنودئ آقا سے محروم رہتا ہے۔

(۱۷) بدخیالی تمام فائدوں کو کھا جاتی ہے۔

(۱۸) جو خَلق کے ساتھ خُلق میں فراخ تر ہو وہ خالق کے نزدیک تر ہے۔

(۱۹) اللہ کی عبادت دل سے ہوتی ہے نہ کہ زبان سے۔

(۲۰) تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے برے ہم نشین ہیں۔

(۲۱) قول صورت ہے اور عمل روح۔

(۲۲) جس طرح تیرا نفس حق تعالیٰ کے حکم پر راضی ہونے سے منکر ہے' ایسا ہی تو

اپنے نفس کا منکر بن۔

(۲۳) رحمت کو لے کر کیا کرے گا، رحیم کو لے۔

(۲۴) اگر تم نے ''اللہ'' بھی زور سے کہا تو اس کی بھی باز پرس ہوگی کہ خالصاً کہا یا ریا سے۔

(۲۵) زندگی کے دروازے کو جب تک کھلا ہے، غنیمت سمجھو۔

(۲۶) اے عالم! اپنے علم کو دنیاداروں کے پاس اٹھنے بیٹھنے سے میلا نہ کر۔

(۲۷) جب تک اترانا اور غصہ کرنا باقی ہے اپنے آپ کو اہلِ علم میں شمار مت کر۔

(۲۸) عقلمند کسی چیز سے خوشی نہیں پاتا، کیونکہ اس کا حلال حساب ہے اور حرام عذاب۔

(۲۹) اے عمل کرنے والے! اخلاص پیدا کر، ورنہ فضول مشقت ہے۔

(۳۰) رزق کی وہ فراخی جس پر شکر نہ ہو اور معاش کی وہ تنگی جس پر صبر نہ ہو، فتنہ بن جاتی ہے۔

(۳۱) موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے۔

(۳۲) نعمت تجھے اتنا پابند نہ بنالے کہ منعم سے غافل کردے۔

(۳۳) تو نفس کی تمنا پوری کرنے میں مصروف ہے اور وہ تجھے برباد کرنے میں۔

آپؒ نے گیارہ ربیع الثانی ۵۶۲ھ کو اس دنیائے فانی کو خیرباد کہا اور سرزمین بغداد میں استراحت فرما ہوئے، جہاں رہتی دنیا تک خلق خدا سرِ نیاز خم کرتی رہے گی۔

☆......☆

حضرت قاضی حمید الدین ناگوری قدس سرہ العزیز

مراۃ الاسرار تالیف شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ میں تحریر ہے ''حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ کا اصل نام محمد تھا۔ آپؒ کے والدِ ماجد عطاء اللہ محمودؒ بخارا کے ایک معروف خانوادے کے معزز فرد تھے''۔ سیر العارفین میں لکھا ہے ''آپؒ کے والد، سلطان شہاب الدین غوریؒ کے دور میں بخارا سے طویل مسافت طے کر کے دہلی میں اقامت پذیر ہوئے۔ اس سفر میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ بھی اپنے والد کے ہمسفر تھے۔ آپؒ کے والد نے آپؒ کو دینی تعلیم دلوانے پر خصوصی توجہ دی' حتیٰ کہ آپؒ نے ظاہری و باطنی علوم میں ممتاز مقام حاصل کیا۔ وہ اپنے دور میں اعلیٰ پایہ کے عالم تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپؒ کے تبحرِ علمی کی بنا پر آپؒ کو ناگور کی قضاۃ تفویض کی گئی۔ وہ تین برس اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہے''۔ مراۃ الاسرار میں لکھا ہے ''ایک شب آپؒ کو خواب میں حضور نبیء کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی' دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آپ کو اپنی جانب بلا رہے ہیں۔ آپ علی الصبح بیدار ہوئے اور ترک و تجرید کی راہ اختیار کی۔ آپؒ دہلی سے روانہ ہو کر بغداد پہنچے اور شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کے حلقہء ارادت میں شامل ہو گئے۔ آپؒ ایک سال تک اپنے مرشدِ گرامی کے زیرِ تربیت رہے اور سلوک کے دشوار مراحل و منازل طے کرنے کے بعد خلافت کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔ ان دنوں قطب الاسلام حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بھی بغداد میں مقیم تھے۔ ان سے باہمی راہ و رسم نے اس درجہ ترقی کی کہ دونوں حضرات کے درمیان نہایت مضبوط اور قوی رشتہء محبت قائم ہو گیا۔ حضرت قاضی حمید الدینؒ نے

مدینہ منورہ میں ایک سال دو ماہ اور سات دن قیام کیا۔ مکہ مکرمہ میں ایک برس تک طوافِ کعبہ کی نعمت سے سرشار ہوتے رہے۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز دورانِ طواف ایک مردِ حق سے ملاقات ہوئی اور ان کے ادب و تعظیم کے پیشِ نظر ان کے قدم بقدم چلنے لگے۔ اس مقربِ حق نے آپؒ کے ارادۂ دل سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے فرمایا ''حمید الدین! ظاہری اتباع آسان کام ہے۔ تم وہ کام کرو جو مجھے طوافِ کعبہ کی برکت سے نصیب ہوا ہے۔ آپؒ نے استفسار کیا کہ وہ کیا کام ہے''؟ آپؒ نے جواباً فرمایا ''میں ہر قدم پر ایک بار قرآن شریف ختم کرتا ہوں'' یہ سن کر آپؒ نے اپنے دل میں سوچا' شاید ان کی مراد قرآن کے معانی سے ہے' وہ بزرگ ازراہِ کشف حمید الدینؒ کے خیال سے آگاہ ہوئے اور کہنے لگے ''میں قرآن شریف لفظ بہ لفظ پڑھتا ہوں'' آپؒ نے مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران اس قسم کے متعدد مردانِ خدا سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ بے شمار روحانی نعمتوں سے بہرہ ور ہوئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ سلطان شمس الدین التمشؒ کے دورِ حکومت میں دہلی پہنچے۔ حضرت بختیار کاکیؒ پہلے ہی سے وہاں قیام پذیر تھے۔ دونوں حضرات کے درمیان اخوت و محبت کا رشتہ پہلے سے کئی گنا زیادہ استوار ہو گیا۔ زندگی کے باقی شب و روز یوں مل کر گزارے کہ پھر کبھی جدا نہ ہوئے۔ اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق دہلویؒ بیان فرماتے ہیں کہ ''قاضی حمید الدین ناگوریؒ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے خلیفۂ مجاز تھے اور حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے ساتھی تھے''۔

قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے دور میں آپؒ سے بڑھ کر کوئی صاحبِ حال

سماع کا اشتغال نہیں رکھتا تھا۔ سماع کے مخالف علماء نے آپؒ کے بارے میں دستاویز تیار کی مگر ان کی ساری تدابیر اور مساعی رائیگاں ثابت ہوئیں۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے دورِ اقتدار میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ کے خلاف بھی محضر قائم کیا گیا۔ آپؒ پر کم وبیش وہی الزامات عائد کئے گئے تھے جو قاضی صاحبؒ پر اس سے پہلے لگائے جا چکے تھے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ'' قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے مزاج میں مزاح وظرافت کا عنصر بھی شامل تھا۔ آپؒ اپنے جاں بخش ودلنواز مزاح سے خود بھی محظوظ ہوتے اور احباب کو بھی لطف اندوز ہونے کا موقع فراہم کرتے'' اس ضمن میں ایک واقعہ تحریر کیا جاتا ہے۔ شیخ کبیر خوارزمیؒ علمائے اکابر میں شمار کئے جاتے تھے۔ قاضی صاحبؒ سے بھی ان کی راہ و رسم تھی۔ ایک روز مولانا برہان الدین بلخیؒ اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ حضرت شیخ کبیر خوارزمیؒ کے ہمراہ کسی منزل کی جانب جادہ پیما تھے۔ شیخ کبیر خوارزمیؒ اور مولانا برہان الدین بلخیؒ دونوں گھوڑوں پر سوار تھے جبکہ قاضی صاحبؒ ایک پست قد اونٹ پر سوار تھے۔ دورانِ سفر ازراہِ مزاح شیخ کبیرؒ نے قاضی صاحبؒ سے مخاطب ہو کر کہا '' آپؒ کی سواری کس قدر صغیر (چھوٹی) ہے''۔ آپؒ نے برجستہ جواباً کہا' اگر چہ صغیر ہے لیکن کبیر سے بہتر ہے۔ (یہ اشارہ تھا شیخ کبیر کی طرف ان کے نام کی نسبت سے)۔

حضرت سلطان المشائخؒ لکھتے ہیں کہ سلطان شمس الدین التمشؒ کا دورِ حکومت تھا۔ ایک درویش کی اقامت گاہ پر محفلِ سماع کا انعقاد ہوا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور دیگر درویش محفل میں شریک تھے۔ شیخ علی

شوریدہؒ نے حضرت قطب الاسلامؒ کی خدمت میں عرض کی کہ اس محفلِ سماع کے انعقاد کی خبر مولانا رکن الدین سمرقندی کو ہو چکی ہے اور وہ چند علماء اور خدام کے ساتھ اس غرض سے آرہے ہیں کہ وہ تشدد اور ہنگامہ آرائی سے آپؒ کو محفلِ سماع کے انعقاد سے باز رکھیں۔ یہ بات قاضی حمید الدین ناگوریؒ کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے اسی وقت صاحبِ خانہ کو طلب کر کے فرمایا کہ تم روپوش ہو جاؤ۔ اگر مولانا رکن الدین سمرقندی تمہیں گھر سے باہر بلائیں تو باہر مت جانا بصورتِ دیگر اگر وہ حضرات صاحبِ خانہ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوئے تو قابلِ مواخذہ ہوں گے۔ اس دفاعی تدبیر کے بعد محفلِ سماع کا آغاز ہو گیا۔ رکن الدین سمرقندی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بڑے طمطراق سے آئے اور صاحبِ خانہ کے دروازے پر دستک دے کر انہیں باہر طلب کیا۔ ہدایت کے مطابق وہ باہر نہ گئے۔ انجامِ کار مخالفینِ سماع ناکام و نامراد واپس ہو گئے۔ اس واقعہ سے قاضی صاحب کی حاضر دماغی اور معاملہ فہمی کا اندازہ ہوتا ہے۔

فوائد الفواد میں منقول ہے کہ حضرت قاضی صاحبؒ کو حضرت خواجہ گنجِ شکرؒ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ خواجہؒ کی محفل میں بیٹھ کر بے شمار قلبی نعمتوں اور روحانی دولت سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک روز حضرت فرید الدین گنجِ شکرؒ کی طبیعت سماع پر آمادہ ہو گئی۔ اتفاق سے خانقاہ میں کوئی قوال موجود نہیں تھا۔ آپ نے خواجہ بدر الدین اسحٰقؒ کو فرمایا کہ قاضی حمید الدینؒ کا ایک مکتوب پڑا ہے وہ اٹھا لاؤ اور میرے سامنے پڑھو، اس مکتوب میں چند الفاظ یہ بھی درج تھے ''فقیر، حقیر، ضعیف، نحیف محمد عطا جو خادمِ درویشاں اور سر آنکھوں سے خاکِ قدمِ ایشاں ہے''۔ یہ الفاظ

سننے کی دیر تھی کہ حضرت خواجہ گنج شکرؒ پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک رباعی بھی خط میں مرقوم تھی جسے خواجہ گنج شکرؒ بحالتِ وجد پڑھتے رہے:

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد
آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

ترجمہ: اس مرتبہ کا عقل و شعور کہاں ہے جو تیرے کمال و رفعت تک رسائی حاصل کرے۔ اس درجہ کی طاقتور روح کہاں ہے جو تیرے جلال تک پہنچے' ہمیں یہ بات تسلیم ہے کہ تو نے اپنے حسن و جمال کو پردے میں چھپا رکھا ہے مگر وہ آنکھ کہاں سے لائیں جو تیرے جمال کے نظاروں سے بہرہ ور ہو۔

اخبار الاخیار میں مذکور ہے کہ ''حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ فرمایا کرتے تھے کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے اس شہر میں سماع کا سکہ بٹھا دیا ہے''۔ قاضی منہاج الدین جورجانی قاضیٔ شہر کے منصب پر فائز تھے۔ وہ بھی سماع کے حق میں تھے۔ اس طرح سماع کی موافقت کا پلہ بھاری ہو گیا اور سماع کو مزید تقویت حاصل ہوئی۔ سماع کے مخالفین مولانا شارف الدین بجیری اور ان کے ہم خیال حضرات نے قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی بہت زیادہ مخالفت کی۔ جب مولانا بجیری بسترِ علالت پر تھے تو قاضی صاحب موصوف بغرضِ عیادت ان کے گھر گئے مگر مولانا بجیری نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغِ دہلیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بختیار کاکیؒ کے وصال کے بعد قحط وخشک سالی نے عوام الناس کی زندگی اجیرن کردی۔ غلہ کے نرخ آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ لوگ بھوک سے کثیر تعداد میں عالمِ فانی سے رخصت ہونے لگے۔ سلطان شمس الدین التمشؒ نے قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور دوسرے درویشوں کی خدمت میں التجا کی کہ وہ اللہ کے حضور بارانِ رحمت کے لئے دعا کریں۔ قاضی صاحب نے کہا ''محفلِ سماع منعقد کی جائے تاکہ درویشوں پر ذوق و مستی طاری ہو۔ شاید اسی بہانے اللہ تعالیٰ بارش برسادے اور اس طرح خشک سالی کا عذاب ختم ہو جائے''۔ بادشاہ نے قاضی صاحب کے فرمان کی تعمیل میں محفلِ سماع کا اہتمام کیا۔ جب محفل عروج پر پہنچی تو بفضلِ حق تعالیٰ بارش برسنا شروع ہوگئی۔

اخبار الاخیار میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں کہ ''قاضی حمید الدین ناگوریؒ کی مایہ ء ناز تصنیف ''طوالع الشموس'' ایک نادرِ روزگار معرکتہ الآرا کتاب ہے جو اسرار ومعانی کا گراں بہا گنجینہ ہے''۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تشریح نہایت تفصیل سے کی گئی ہے۔ اخبار الاخیار میں درج ایک شعر قارئین کے ذوق کے لئے پیش کیا جاتا ہے:

حرفے کہ مرادِ ما ازو او باشد　　　　بردار نظر زحرف تا او باشد

اس شعر کے ساتھ لکھا ہوا یہ جملہ بھی لائقِ صد التفات ہے ''اسی مناسبت سے معلوم ہوا کہ اسم و مسمیٰ دونوں بلاشک وشبہ ایک ہی ہیں''۔

اسی ذیل میں آگے چل کر یہ بیان کیا گیا ہے کہ صفات کو صرف اضافت کے ذریعہ سے پہچانا جاتا ہے مگر قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ تمام اضافتوں کو توحید ختم کردیتی ہے:

نکو گوئے نکو گفت است در ذات

کہ التوحید اسقاط الاضافات

کسی اچھا کہنے والے نے ذاتِ باری تعالیٰ کے بارے میں کیا خوب بات کہی ہے کہ توحید تمام اضافتوں کو ختم کرتی ہے۔

سلطان المشائخؒ کا ارشادِ گرامی ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ ظاہری و باطنی کمال کے مالک تھے۔ آپؒ مردانِ کامل کی صفِ اول میں شمار کیے جاتے تھے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے بہت ہی کم لوگوں کو بیعت کیا۔ ساری زندگی میں صرف تین اشخاص کو اپنے حلقہء ارادت میں شامل کیا۔ شیخ احمد نہروانیؒ، شیخ حسن رستابؒ اور شیخ عین الدین قصابؒ۔ یہ تینوں حضرات اعلیٰ درجہ کے عارف اور صاحبانِ کشف و کرامت تھے۔

حضرت قاضی صاحبؒ کے فرزند مولانا ناصح الدینؒ آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے اور انہوں نے اپنے مریدوں اور نیازمندوں کی تربیت و پرداخت میں محنتِ شاقہ سے کام لیا۔ حضرت سلطان المشائخؒ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے وصال کے بعد قاضی حمید الدین ناگوریؒ دس سال تک عالمِ عنصری میں رہے۔ ماہِ رمضان کی پانچویں تاریخ (۶۴۵ھ) نمازِ تراویح کے بعد بحالتِ سجدہ اس عالمِ فانی سے سفر فرما گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ آپؒ کی وصیت کے مطابق آپؒ کو قطب الاسلام حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے مزارِ پرانوار کی پائنتی کی طرف دفن کیا گیا۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم ''اردوئے قدیم اور چشتی صوفیاء'' میں لکھتے ہیں کہ قاضی حمید الدین ناگوریؒ کا زمانہ ۵۱۵ہجری تا

۶۲۵ ہجری کا ہے۔ اسی نام کے ایک اور بزرگ شیخ حمید الدین صوفی ناگوریؒ ہو گزرے ہیں جن کا زمانہ ۵۷۰ ہجری تا ۶۷۳ ہجری ہے۔ اکثر تاریخی تذکروں میں ان دو حضرات کے حالات آپس میں مل جل گئے ہیں۔ محققین حضرات باخبر رہیں۔ دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال ہمیں اپنے مقبولوں کے راستے پر چلائے اور ان کے اخلاقِ حمیدہ اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

☆......☆

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز

خواجۂ بزرگ، خواجۂ خواجگان، قطب المشائخ، عطائے رسولؐ، نائب النبیؐ، ہندالولی، سلطان السالکین، ختم المہدین، فخرالکاملین، غریب نواز، سلطان الہند حضرت معین الدین چشتی اجمیری قدس سرہ العزیز ان اولیائے کاملین میں سے ہیں جو نہ صرف ہم عصر مشائخ کے لئے قابلِ رشک ہیں بلکہ اولیائے مابعد کے لئے بھی قابلِ فخر ہیں۔ حضرتِ غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی ذاتِ اقدس کے بعد سب سے زیادہ فیض رساں آپؒ کی ذاتِ والا صفات ہے۔ کل عالم میں نظر دوڑائیں تو کوئی بھی ایسا نہیں جس نے کفر کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھرے ہوئے نوے لاکھ افراد کو نورِ اسلام سے منور کیا ہو۔ برصغیر کے مسلمانوں کے سر حضرت غریب نوازؒ کے فیاضانہ احسانات کے سامنے خم ہیں اور ہمیشہ خم رہیں گے۔

خاندانِ عالی شان:

آپؒ کے والدِ ماجد سید غیاث الدینؒ حسینی سادات سے تھے اور آپؒ کی والدہ ماجدہ ام الورع ''ماہ نورؒ '' حسنی سادات سے تعلق رکھتی تھیں۔ یوں حضرت غریب نواز اجمیریؒ نجیب الطرفین سیّد ہیں۔

حضرت غوثِ اعظمؒ کے ساتھ آپؒ کے دوہرے تہرے رشتے بنتے ہیں۔ حضرت غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ کے دادا اور حضرت غوث پاکؒ کے دادا حضرت عبداللہ الحنبلیؒ ہیں' حضرت غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ کے والدِ ماجد سیّد داوٗدؒ اور حضرت غوثِ پاکؒ کے والدِ ماجد سید ابوصالح موسیٰؒ سگے بھائی ہیں' اس طرح

حضرت غوثِ پاکؒ، حضرت غریب نوازؒ کی والدہ کے چچازاد بھائی اور حضرت غریب نواز کے ماموں بنتے ہیں۔ حضرت غوث الاعظمؒ کی والدہ ماجدہ حضرت غریب نوازؒ کی ننہالی رشتہ سے خالہ اور ددھیالی رشتہ سے بہن لگتی ہیں یوں حضرت غریب نوازؒ، حضرت غوثِ پاکؒ کے خالہ زاد بھائی اور ماموں بھی لگتے ہیں۔

آپؒ کا شجرۂ نسب ''خزینۃ الاصفیاء'' فارسی جلد اول اور بعض دیگر کتبِ سیرت میں یوں منقول ہے

حضرت معین الدین حسنؒ	بن سید غیاث الدینؒ	بن سید کمال الدینؒ
بن سید احمد حسینؒ	بن سید طاہرؒ	بن سید عبد العزیزؒ
بن سید ابراہیمؒ	بن امام علی رضاؒ	بن امام موسیٰ کاظمؒ
بن امام جعفر صادقؒ	بن امام محمد باقرؒ	بن امام علی زین العابدینؒ
بن حضرت امام حسینؓ	بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ زوجِ بتول فاطمۃ الزہرا	

بنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ولادت:

سیستان کے قصبہ سنجر میں آپؒ کی ولادت چودہ رجب ۵۳۷ھ بروز دوشنبہ ہوئی۔ سیستان کو عرب جغرافیہ دان بجستان بھی کہتے ہیں اس لئے آپؒ کی نسبتِ سکنی سجزی (س ج ز ی) بھی ہے اور قصبہ سنجر کی وجہ سے سنجری (س ن ج ر ی) بھی۔
(اخبار الصالحین)

سیدِ عالم معین الدینؒ ولی — مقتدائے دیںؒ شہِ ہندوستاں
سالِ تولیدش بگو ''بدر المنیر'' — باز سرور ''عارفِ صوفی'' بخواں

۵۳۷ — ۵۳۷

ابتدائی حالات:

آپؒ کی ولادت کے سال ہی خطائی تاتاریوں نے سیستان پر حملہ کر دیا اور سلطانِ سنجر کو شکست دے کر پورے علاقے میں ظلم وستم کے پہاڑ ڈھانے شروع دیئے۔ آپؒ کے والد مجبوراً خراسان تشریف لے گئے اور حضرت غریب نوازؒ بھی وہیں نشو ونما پانے لگے' لیکن یہ جگہ بھی ظالم تاتاریوں کی دستبرد سے محفوظ نہ رہی۔ خراسان' بلادِ طوس اور نیشاپور میں ظلم وتعدی، پامالیٔ عصمت اور قتل وغارت کا بازار گرم کیا کہ نہ کوئی مسجد و مدرسہ محفوظ رہا نہ ہسپتال۔ علماء ومشائخ کو چن چن کر شہید کیا گیا اور کتب خانوں کو نذرِ آتش کر کے علم وفضل کی ہر نشانی مٹادی گئی۔ یہ سارے ظلم حضرت غریب نوازؒ نے اپنے بچپن میں اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ آپؒ کے والدِ ماجد اہل وعیال سمیت عراق تشریف لے گئے ۔ جہاں تھوڑے عرصے بعد انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور یوں حضرت غریب نوازؒ کو ایک اور صدمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ ''تاریخِ آئینہء تصوف'' کے مطابق حضرت غیاث الدین حسنؒ کا سنِ شہادت ۵۵۲ھ ہے اور آپؒ کا مزارِ مبارک دروازۂ شام کے قریب مرجعِ خلائق ہے۔ اُس وقت حضرت خواجہء بزرگؒ کی عمر پندرہ سال تھی۔ آپؒ اپنی والدہ اور دو بھائیوں کے ہمراہ وطن واپس آرہے تھے کہ گیلان کے قیام کے دوران آپؒ کی والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہوگئیں۔ ''تاریخ آئینہء تصوف'' کے مطابق آپؒ کی والدہ ماجدہ کا مزارِ مبارک گیلان میں ہے۔

ان نامساعد حالات میں حضرت غریب نوازؒ تعلیم کا تسلسل برقرار نہ رکھ

سکے تھے۔ والدِ ماجد اور نیشا پور کے علماء سے جو تعلیم حاصل کر سکے تھے وہ قرآن مجید، حدیث اور فقہ کی ابتدائی تعلیم پر مشتمل تھی۔ تا تاریوں نے آپؒ کے اساتذہ کو شہید اور مدرسہ تباہ و برباد کر دیا تھا۔

آپؒ کو اپنے والدِ ماجد کے ترکہ میں سے ایک باغ اور ایک پن چکی ملی، جس کی غور و پرداخت کا کام آپؒ خود کرتے تھے۔ ایک دن آپؒ باغ میں پودوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک مجذوب ''ابراہیم قندوزی'' ادھر آ نکلے۔ آپؒ نے اس مجذوب کو عزت و احترام سے بٹھایا اور تواضع کے لئے انگور کا خوشہ پیش کیا۔ ابراہیم قندوزی انگور کھا رہے تھے اور نوجوان میزبان کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ آج پودوں کی آبیاری کرنے والے اس سیّد زادے نے تو عرفان کی پیاسی روحوں کو سیراب کرنا ہے' اس نے تو سرزمینِ کفر میں شجرِ دینِ اسلام لگا کر مسلسل آبیاری سے اسے تناور و فیض بخش درخت بنانا ہے' یہ اپنا وقت اس باغ میں کیوں ضائع کر رہا ہے۔ انگور کھا چکنے کے بعد اپنی زنبیل سے کھلی کا ایک ٹکڑا نکال کر چبایا اور پھر نوجوان میزبان کے منہ میں ڈال دیا۔ میزبان حضرت معین الدین حسنؒ نے بلا تکلف وہ ٹکڑا کھا لیا۔ کھلی کا کھانا تھا کہ پہلے غنودگی اور پھر مکمل بے ہوشی طاری ہوگئی۔ مجذوب کچھ دیر اس بے ہوش میزبان سیّد زادے کو کھڑے دیکھتے رہے اور اپنا کام کر کے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد جب حضرت معین الدینؒ کو ہوش آیا تو دل کی دنیا زیر و زبر ہو چکی تھی۔ سینہ انوارِ الٰہی کا گنجینہ بن چکا تھا اور آتشِ عشقِ الٰہی روئیں روئیں میں داخل ہو کر خاشاکِ علائقِ دنیا کو جلا کر بھسم کر چکی تھی۔ چند دنوں میں ہی ساری جائداد اونے پونے داموں بیچ کر قیمت راہِ حق میں لٹا دی اور خود تلاشِ حق کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔

سمرقند و بخارا کا سفر:

عشقِ الٰہی کا طوفان دل میں موجیں مار رہا تھا۔ سفر کے تمام خطرات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے راہِ حق میں نکل کھڑے ہوئے۔ مقدر نے یاوری کی تو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو حصول علم کی راہ پر ڈال دیا کیونکہ اِس راہ میں بے علم آکہ شیطان بن جاتا ہے آپؒ سفر کی بے شمار صعوبتیں برداشت کرتے سمرقند پہنچے۔ جو اس وقت علم و فضل کا مرکز تھا۔ وہاں آپؒ نے مولانا شرف الدینؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کئے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام فرما رہ کر حفظ اور تمام علومِ متداولہ کی تکمیل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے بخارا تشریف لے گئے جہاں مولانا حسام الدین بخاریؒ سے جملہ علومِ دینی و عقلی کی تکمیل کر کے علم الیقین کی منزل طے کی۔ اب آپؒ باطنی منازل کی تکمیل کے لئے ہر طرح سے تیار ہو کر تلاشِ مرشد کے لئے نکل پڑے۔

بیعت وارادت:

بخارا میں آپؒ نے حضرت خواجہ ابوالنور عثمان ہرویؒ (یا ہارونی) کے کمالات کی شہرت سنی تھی۔ حضرت عثمان ہرویؒ کچھ عرصہ ہروَن میں رہتے تھے اور کچھ مدت بغداد شریف میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت غریب نوازؒ قصبہ ہرون تشریف لے گئے لیکن ان ایام میں حضرتؒ بغداد شریف میں قیام فرما تھے۔ چنانچہ آپؒ بغداد تشریف لے گئے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کی مسجد میں حضرت عثمان ہرویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عثمان ہرویؒ کو دیکھتے ہی دل دے بیٹھے اور دل ہی دل میں بیعت کرنے کی درخواست پیش کر دی۔ بیعت کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت

ہروںؒ آپؒ کے انتظار میں تھے اور بیعت اور عطائے نعمت کی تقریب کا خصوصی پیشگی اہتمام فرما رکھا تھا۔ حضرت غریب نوازؒ ''انیس الارواح'' میں اپنی بیعت کا حال تحریر فرماتے ہیں۔ ''مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر کمترین بندگان معین الدین حسن سنجریؒ کو بغداد شہر میں خواجہ جنید بغدادیؒ کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہرونیؒ کی قدم بوسی کی سعادت نصیب ہوئی اور اس وقت بہت سے معزز مشائخ بھی آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ میں آداب بجالایا تو حضرتؒ نے ارشاد فرمایا'' دوگانہ ادا کر'' میں نے ادا کیا۔ پھر فرمایا'' قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ۔'' میں بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا'' سورۃ البقرہ پڑھ'' میں نے پڑھی۔ پھر فرمایا'' اکیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھ'' میں نے پڑھا۔ بعد میں خود کھڑے ہو کر منہ آسمان کی طرف کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا'' میں نے تجھے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دیا۔'' یہ فرماتے ہی اپنے دستِ اقدس میں قینچی لے کر میرے سر پر چلائی اور کلاہِ چہار ترکی اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور اپنی گلیم خاص عنایت فرمائی۔ پھر فرمایا ''بیٹھ جا''۔ میں بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا'' ہمارے خانوادے میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہے وہ پورا کر'' میں تعمیلِ ارشاد کے بعد دوسرے دن حاضرِ خدمت ہوا تو آپؒ نے فرمایا'' بیٹھ اور ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ''۔ میں نے پڑھی، پھر فرمایا'' اوپر کی طرف دیکھ'' میں نے جونہی آسمان کی طرف نگاہ کی تو آپؒ نے مجھ سے پوچھا'' تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔'' میں نے عرض کی کہ عرشِ عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے۔ پھر فرمایا'' زمین کی طرف دیکھ'' میں نے حسب ارشاد زمین کی طرف دیکھا۔ پوچھا'' کہاں تک تجھے دکھائی دیتا ہے'' میں نے عرض کی'' حجابِ عظمت تک''۔ پھر فرمایا'' آنکھ بند کر'' میں نے آنکھ بند کر لی۔ فرمایا۔'' کھول'' میں نے کھول دی۔ پھر مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا

''تجھے کیا دکھائی دیتا ہے'' میں نے عرض کیا ''اٹھارہ ہزار عالم'' پھر فرمایا ''بس معین الدین! تمہارا کام سنور گیا''۔ ایک اینٹ پاس ہی پڑی تھی آپؒ نے فرمایا ''اس کو الٹ''۔ میں نے الٹی تو اس کے نیچے ایک مٹھی بھر سونے کے دینار تھے۔ فرمایا ''انہیں لے جا اور فقیروں میں صدقہ کر دے'' میں تقسیم کر کے واپس ہوا تو حکم فرمایا ''چند روز ہمارے پاس رہو'' میں نے عرض کیا ''بندہ فرمانبردار ہے''

اس واقعہ سے جہاں حضرت غریب نوازؒ کی ہمتِ عالی اور استعدادِ ذاتی پر روشنی پڑتی ہے وہاں مرشدِ کامل کے ذاتی تصرف سے مرید کو آنا فانا تمام مراتبِ سلوک طے کرا کے مرتبۂ کمال تک پہنچا دینا بھی واضح ہوتا ہے۔

ریاضات ومجاہدات:

بیعت کے بعد مرشدِ گرامی کی زیرِ نگرانی ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہوئے۔ مسلسل ایک ایک ہفتہ روزے سے رہتے اور آٹھویں دن افطار کرتے تو پانچ مثقال وزن کی ایک ٹکیہ کو پانی میں بھگو کر کھا لیتے تھے۔ (ایک مثقال ساڑھے چار ماشے کا ہوتا ہے یعنی اس ٹکیہ کا وزن دو تولے سے بھی کم ہوتا تھا) بدن پر صرف ایک کپڑا ہوتا تھا جب کہیں سے پھٹ جاتا تو پیوند لگا لیتے تھے۔

انہی ریاضات ومجاہدات کے سلسلہ میں آپؒ خراسان کے پہاڑوں میں تھے جب حضرت غوثِ اعظمؒ کو اقلیمِ ولایت کی سلطانی سے مشرف فرمایا گیا۔ حضرت سید محمد گیسو درازؒ حضرت مخدوم شیخ نصیرالدین دہلویؒ سے نقل فرماتے ہیں۔ ''جب حضرت غوث الثقلینؒ نے حسبِ ارشادِ خداوند بغداد میں برسرِ منبر ارشاد فرمایا قدمی

ھذہٖ علیٰ رقبۃ کل ولی اللّٰہ تو اس وقت حضرت معین الدین چشتی خراسان کے پہاڑوں میں مصروفِ مجاہدہ تھے۔ جب انہوں نے کشف کے ذریعے حضرت غوثِ اعظمؓ کا یہ ارشاد سنا تو اپنی گردن کو اتنا جھکایا کہ سرزمین پر لگنے لگا اور زبان مبارک سے عرض کیا بَل علیٰ عَینی وَ راسی (بلکہ میری آنکھ اور سر پر)

ایک روایت کے مطابق جب حضرتِ غوثِ اعظمؓ نے آپ کا یہ انکسار ملاحظہ فرمایا تو ارشاد فرمایا ''غیاث الدین کا بیٹا سبقت لے گیا ہے''

مرشد کے ہمراہ حاضری حرمین شریفین

انہیں مجاہدات کے دوران جب آپؒ مرشدِ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حرمین شریفین کے سفر کے لئے تیار بیٹھے تھے۔ مرشدِ کامل نے مریدِ صادق معین الدین حسن کو بھی ہمراہ لے لیا۔ حضرت غریب نوازؒ انیس الارواح میں تحریر فرماتے ہیں۔

''بیت اللہ شریف پہنچ کر طواف کیا۔ بعدِ طواف مرشدِ گرامی نے میزابِ رحمت کے نیچے میرا ہاتھ پکڑ کر اللہ کی بارگاہ میں مناجات کی ''الٰہی میرے معین الدین حسنؒ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما'' اسی وقت غیب سے آواز آئی ''معین الدینؒ دوستِ ماست۔ اورا قبول کردم و برگزیدم'' (معین الدینؒ ہمارا دوست ہے ہم نے اس کو قبول کیا اور برگزیدہ کیا) یہ سن کر حضرت عثمان ہارونیؒ سجدۂ شکر بجالائے''۔

حجِ بیت اللہ سے فراغت کے بعد مرشدِ گرامی کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت حضرت

عثمان ہرونیؒ نے اپنے مریدِ صادق کو حکم فرمایا ''معین الدین! آقائے کل کی بارگاہ میں سلام عرض کر'' حضرت معین الدین چشتیؒ نے نہایت ادب واحترام اور عاجزی و انکساری کے ساتھ عرض کیا'' **الصلوٰۃ والسلام علیک یا سید المرسلین و خاتم النبییّن** ''۔تو روضہء اقدس سے آواز آئی'' **و علیک السلام یا قطب المشائخ البر و البحر** ''۔یہ آواز جب مرشدِ گرامی نے سنی تو فرمایا ''معین الدین !اب تمہارا کام مکمل ہوگیا''۔

خرقہ خلافت:

بعض سیرت نگار اس بات کے قائل ہیں کہ حضرت غریب نوازؒ کو مرشدِ گرامی نے بوقتِ بیعت ہی خلعتِ خلافت عنایت فرمادی تھی' اس کا ثبوت یہ ہے کہ بیعت کرنے کے بعد مرشدِ گرامی نے خود مرید کی طرف سے صدقہ کیا تھا اور مرشد مرید کی طرف سے اسی وقت صدقہ کرتا ہے جب اسے خرقہٗ خلافت سے نوازا جاتا ہے۔لیکن اکثر سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان ہرویؒ نے حضرت غریب نوازؒ کو بیعت کرنے کے اڑھائی سال بعد مدینہء منورہ میں رسولِ اکرمؐ کی طرف سے مذکورہ خلعتِ قبولیت عطا ہونے کے بعد خرقہء خلافت عنایت فرمایا۔

حضرت عثمان ہرویؒ حضرت غریب نوازؒ کے ہمراہ واپس بغداد شریف تشریف لائے۔آپؒ نے حضرت غریب نوازؒ کو خلافتِ کبریٰ کا اہل جانتے ہوئے وہ تبرکات عنایت فرمائے جو رسولِ اکرمؐ سے مشائخ کرام کی معرفت سلسلہ بہ سلسلہ آپؒ تک پہنچے تھے۔عصا مبارک' خرقہ مبارک' نعلین شریفین اور مصلّٰی مبارک

حضرتؒ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا ''یہ تبرکات ہمیں مشائخِ عظام سے پہنچے ہیں۔ ہم نے اس کی حفاظت کی۔تم بھی اس کی ویسی ہی حفاظت کرنا اور جس کو اہل پانا اس کے حوالے کر دینا''۔

سیاحت:

حضرت غریب نوازؒ نے ایک طویل مدت سیر وسفر میں گزاری ان میں سے بعض سفر اپنے مرشدِ گرامی کے ہمراہ کیے جو ایک روایت کے مطابق بیس سال پر محیط ہیں۔ان سفروں کی تفصیل کہیں نہیں ملتی۔ضمناً بعض سفروں کا ذکر و کیفیت بیان ہوئی۔ اس لئے بغیر ترتیب کے کچھ ذکر کیے جاتے ہیں۔

بغداد شریف میں حضرت غوثِ اعظمؒ کی زیارت وصحبت سے مشرف ہوئے۔ایک روایت کے مطابق آپؒ پانچ ماہ سات دن تک حضرت غوثِ اعظمؒ کی خدمت میں رہے۔ایک حجدی حجرہ میں آپؒ کا قیام ہوتا تھا لیکن اس عرصہ میں ستاون دن تک حضرت سیدنا غوثِ اعظمؒ اور حضرت غریب نوازؒ ایک ہی حجرہ میں مقیم رہے۔ اس سے آپؒ کے حضرت غوث پاکؒ سے قرب اور حصولِ فیض کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔بغداد شریف میں ہی شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردیؒ شیخ اوحدالدین کرمانیؒ اور شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے بھی صحبتیں رہیں۔ بغداد شریف سے سات میل دور سنجار نامی قصبہ میں حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ، جو علوم ظاہر و باطن کے جامع تھے اور ''لطائفِ اشرفی'' کے مطابق حضرتِ غوثِ ثقلینؒ سے خرقۂ خلافت لیا تھا، کی خدمت میں کچھ عرصہ رہ کر فیض باطنی حاصل کیا۔

تبریز میں حضرت خواجہ ابوسعید تبریزیؒ جو حضرت جلال الدین تبریزیؒ کے

پیرومرشد ہیں، کی صحبت میں بھی چند دن گزارے۔

تبریز سے اصفہان تشریف لے گئے‘ جہاں حضرت شیخ محمود اصفہانیؒ سے ملاقات کی۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی ان دنوں اصفہان میں تھے اور شیخ محمود اصفہانیؒ سے بیعت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے‘ لیکن جب حضرت غریب نوازؒ سے ملاقات ہوئی تو سابق ارادہ ترک کر کے حضرت غریب نوازؒ کے مریدوں میں شامل ہوئے۔

خرقان میں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ آستر آباد میں شیخ ناصرالدینؒ سے ملاقات ہوئی‘ اس وقت ان کی عمر مبارک ایک سو ستر سال تھی اور وہ دو واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ سے نسبت رکھتے تھے۔ بدخشاں میں حضرت جنید بغدادیؒ کے پوتے سے ملاقات ہوئی‘ جن کی عمر اس وقت ایک سو چالیس سال تھی۔

حرمین شریفین کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے تو اس دفعہ آپؒ کے ہمراہ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے علاوہ اور بھی بہت سے ارادت مند تھے۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ میں روضہء اقدس پر حاضری دی تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بشارت ہوئی ”معین الدین! تم میرے دین کے معین ہو۔ تمہیں ہندوستان کی ولایت عطا کی جاتی ہے‘ وہاں جا کر اجمیر کو اپنا مستقر بناؤ۔“ آپؒ اس عنایت و بشارت پر بے حد مسرور بھی تھے اور حیران بھی کہ اجمیر کہاں واقع ہے۔ اسی فکر میں آنکھ لگ گئی‘ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے ایک انار عطا فرمایا اور اجمیر کا تمام شہر، قلعہ اور پہاڑ آپ کو دکھا دیا۔ چنانچہ آپؒ حسب الحکم عازمِ ہندوستان ہوئے۔ اثنائے راہ سبزوار کا حاکم آپؒ کی نگاہِ گرم سے تائب ہو کر آپؒ کے زیرِ تربیت

رہا۔ آپؒ نے اسے مجبوروں کی خدمت کر کے تلافیٔ مافات کا حکم فرمایا۔ ہرات میں حضرت عبداللہ انصاریؒ کے مزار شریف پر کچھ مدت فروکش رہے۔ وہ اس نواح میں ''پیر ہری'' کے لقب سے مشہور تھے۔ بلخ میں مشہور عالم و فلسفی حکیم ضیاء الدین آپؒ کا دامن گرفتہ ہوا اور تربیت پا کر علاقہ کی ہدایت پر مامور ہوا۔ غزنی میں حضرت شیخ عبدالواحدؒ کے ہاں قیام فرمایا پھر ملتان میں کچھ عرصہ قیام فرما رہ کر ہندوستان کی زبانیں سیکھیں۔ پھر آپؒ لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ کے مزارِ اقدس کے متصل ایک حجرہ میں دو ماہ تک معتکف رہے۔ دمِ رخصت آپؒ نے یہ شعر پڑھا جو زبانِ زدِ خاص و عام ہو چکا ہے۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

لاہور سے اجمیر جاتے ہوئے کچھ دن دہلی میں قیام پذیر رہے۔ پھر یہاں اپنے خلیفہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو ہدایتِ خلق کے لئے مامور فرما کر خود اجمیر تشریف لے گئے۔

ورودِ اجمیر اور دورِ ابتلا:

اس تمام سفر کے دوران مختلف مقامات پر ہزاروں افراد آپؒ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ ان میں سے کئی تو ایسے گرویدہ ہوئے کہ تمام علائقِ دنیوی سے بے نیاز ہو کر آپؒ کے زیرِ تربیت رہنے کے لئے آپؒ کے ہمراہ ہو لئے۔ روایات میں آتا ہے کہ اجمیر پہنچتے وقت آپؒ کے ہمراہ چالیس درویشوں کا ایک قافلہ تھا۔

یہ درویشانِ خدامست اجمیر کے باہر ایک وسیع میدان کے ایک کنارے پر فروکش ہوئے۔ اجمیر کے راجہ پرتھوی راج (پتھورا) کے ملازمین نے آپؒ کو کہا کہ اس جگہ راجہ کے اونٹ بیٹھیں گے آپؒ کہیں اور چلے جائیں' آپؒ نے فرمایا ''میدان بہت وسیع ہے' اونٹ کسی دوسری جگہ بٹھانے میں کوئی حرج نہیں'' لیکن وہ ہٹ دھرم تھے' فوراً بدکلامی اور بدتمیزی پر اتر آئے۔ آپؒ نے فرمایا ''اچھا ہم جاتے ہیں یہاں اونٹ ہی بیٹھے رہیں''۔ یہ کہہ کر آپؒ اجمیر کے بالکل قریب ایک وسیع اور خوبصورت تالاب ''اناساگر'' کے کنارے جا فروکش ہوئے۔ رات آرام سے گزارنے کے بعد جب صبح کو شتربانوں نے اونٹوں کو اٹھانا چاہا تو یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہو گئے کہ سارے اونٹ زمین سے چپک گئے ہیں اور ہزار جتن کے باوجود وہ اٹھ نہیں پاتے۔ تمام شتربانوں نے اسے حضرتؒ کی ناراضگی کا شاخسانہ جانا اور آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ آپؒ نے معاف فرمایا تو اونٹ اٹھ کھڑے ہوئے۔

اناساگر کے چاروں جانب بہت سے بت خانے تھے جن میں ہر وقت سینکڑوں پجاری اور مہنت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے تھے۔ حضرتؒ جس جگہ تشریف فرما تھے' وہاں سے پجاریوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔ آتے جاتے جو شخص بھی حضرتؒ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے رکا یا بیٹھا' وہ آپؒ کا اخلاقِ کریمانہ اور زبانِ معجز بیان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا' اس کا جی چاہتا کہ بار بار آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو یا آپؒ ہی کی خدمت میں ہر وقت بیٹھا رہے اور سکونِ قلب حاصل کرے۔ یوں آپؒ کی نظرِ فیض اثر سے سینکڑوں افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے اور سرمدی سکون سے بہرہ

مند ہوئے۔ ظاہر ہے کہ ہندو دھرم کے گرویدگان کو تبلیغ و اشاعتِ اسلام سخت ناگوار گزری۔ انہوں نے اپنے مہنتوں اور راجہ پرتھوی راج کو شکایات کیں کہ مسلمان ہمارے دھرم کے خلاف پرچار کر رہے ہیں اور ساتھ ہی انا ساگر کے پانی کو بھی بھرشٹ کر رہے ہیں، تو پرتھوی راج نے اس نواح کے سب سے بڑے مہنت رام دیو (بروایتے شادی دیو) کو حکم دیا کہ وہ کسی بھی تدبیر سے ان مسلمانوں کو یہاں سے چلے جانے پر مجبور کرے۔ رام دیو بہت بڑا عالم و فاضل، میدانِ مناظرہ میں ناقابلِ شکست اور جوگ کے بہت سے کمالات کا حامل سمجھا جاتا ہے۔ رام دیو ہندوؤں کے ایک مشتعل گروہ کے ہمراہ حضرت غریب نوازؒ کی قیام گاہ پر پہنچا۔ وہ حضرتؒ کے پاس آ کر بیٹھا ہی تھا اور ابھی کوئی کلام بھی نہ کیا تھا کہ حضرتؒ کی کیمیا اثر نگاہ کام کر گئی۔ اس نے اپنے دل کی دنیا بدلتے محسوس کی، نفرت محبت میں بدل گئی، کفر دل سے کافور ہو گیا، بت پرستی سے نفرت ہوگئی اور اسلام کی محبت دل میں جاگزیں ہوگئی۔ مجبور ہو کر حضرتؒ کے قدموں میں گر پڑا اور آپ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ حضرتؒ نے عقائدِ اسلامی کی تعلیم کے بعد اس کا نام ''سعدی'' تجویز فرمایا (ایک روایت کے مطابق حضرتؒ نے ''رام دیو'' کا نام بدل کر ''شادی دیو'' رکھا جو حضرتؒ کے شایانِ شان نہیں لگتا)۔ اتنے بڑے مہنت کا قبولِ اسلام کوئی معمولی واقعہ نہ تھا۔ پورے ماحول میں ایک نئی تشویش اور اشتعال پیدا ہوا۔ عالمِ کفر کے تمام تاریک ذہنوں نے اسے حضرتؒ کے جادو کا کرشمہ قرار دیا اور جادو کے زور سے حضرتؒ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں پورے زور و شور سے کی جانے لگیں۔

اسی دوران پجاریوں کا ایک مشتعل ہجوم آپؒ پر چڑھائی کر کے آیا۔ آپؒ

نے انہیں قریب آتے دیکھ کر مٹھی بھر مٹی پر آیت الکرسی دم کر کے ان کے منہ پر دے ماری۔ ان میں سے اکثر کے جسم شل ہو گئے اور وہ زمین پر گر پڑے اور کچھ پچھلوں نے بھاگ کر جان بچائی اور راجہ کو اس عجیب واقعہ کی اطلاع دی۔

حضرتؒ کے ہمراہیوں میں سے چند درویش پھرتے پھراتے اجمیر کے دوسرے مشہور تالاب پنسلہ پر پہنچے تو نہانے کو جی چاہا' لیکن کنارے پر بیٹھے برہمنوں نے انہیں نہ صرف غسل کرنے سے روکا بلکہ نہایت بدتمیزی بھی کی۔ درویشوں نے واپس آ کر حضرتؒ سے تمام ماجرا عرض کیا۔ حضرت غریب نوازؒ، جو مریدوں کے معاملہ میں بڑے غیور مشہور ہیں، نے ایک خادم کو صراحی دے کر حکم فرمایا کہ اس میں پنسلہ اور اناساگر دونوں تالابوں سے پانی بھر لاؤ۔ خادم جا کر آدھی صراحی ایک تالاب سے اور آدھی دوسرے تالاب سے بھر لایا۔ حضرتؒ کے تصرف سے دونوں تالابوں کا مکمل پانی اس صراحی میں آ گیا اور تالاب خشک ہو گئے۔

پرتھوی راج نے ایک مشہور ماہر جادوگر جوگی، اجے پال، کو ان مذکورہ تمام واقعات کی تفصیل لکھی اور اس سے مدد کا خواستگار ہوا۔ جوگی نے جواباً لکھ بھیجا کہ یہ درویش جادوگر ہے اور میں اس کی سرکوبی کا مکمل سامان کر کے جلد حاضر ہوتا ہوں۔

اجے پال جوگی نے اپنے کئی ہزار چیلے اکٹھے کئے اور بایں شان اجمیر کی طرف روانہ ہوا کہ خود مرگ چھالا (ہرن کی کھال کا بالوں سمیت مصلّٰے) پر سوار ہوا میں اڑتا آیا، نیچے اس کے ہزاروں چیلے جادو کے شیروں پر سوار تھے اور جادو کے بڑے بڑے اژدہے ان کے ہمراہ دوڑ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جادو کے زہریلے سانپوں کے کوڑے تھے۔ منہ سے آگ برساتے' جس کے چکر میلوں بلند

ہوتے۔ اجمیر کے تمام ہندو جادو کا یہ تماشا اور مقابلہ دیکھنے انا ساگر کے کنارے جمع ہو گئے۔ حضرت غریب نوازؒ کے ہمراہیوں کو اجے پال کی اس شان سے آمد کی اطلاع ہوئی تو کچھ پریشانی لاحق ہوئی۔ حضرتؒ نے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے ان کے گرد ایک حصار کھینچ لیا۔ اجے پال کے ساتھی جادوگروں نے آگ برسانا شروع کی تو حصار کی حد کے اندر نہ صرف بے اثر ثابت ہوئی بلکہ آگ کے وہ چکر ٹوٹ کر ان کے ہمراہیوں پر گر کر انہیں ہلاک کرنے لگے۔ جو جادوگر، اژدہا یا سانپ حصار کی حد پار کرتا، گر کر مر جاتا۔ اجے پال جوگی اڑ کر فضا میں بلند ہوا اور حصار کی حدود میں اوپر سے آگ برسانا چاہی تو حضرتؒ نے اپنی کھڑاؤں پھینکی جو اجے پال کے سر پر برستی رہی تا آنکہ اسے نیچے آنے پر مجبور کر دیا۔ اجے پال اور اس کے ساتھی یہ یقین کر چکے تھے کہ جادوئی تدابیر سے ان مسلمانوں کو زیر کرنا ممکن نہیں۔ اجے پال نے راجہ پرتھوی راج کے سامنے اعترافِ شکست کیا اور دونوں حضرتؒ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرتؒ نے اجے پال کو فرمایا کہ ہماری وہ صراحی اٹھا لاؤ۔ اجے پال نے صراحی اٹھانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ حضرتؒ نے اسے پورا زور لگاتے دیکھ کر فرمایا ''یہ تیرا سحر نہیں مردانِ خدا کی صراحی ہے'' پھر آپؒ نے شادی دیو کو فرمایا کہ صراحی اٹھا لاؤ، وہ اٹھا لایا تو حضرتؒ نے اس میں سے پانی تالابوں کی طرف پھینک دیا۔ اچانک تالاب پانی سے بھر گئے۔

اجے پال جوگی اور اس کے ساتھی جادوگروں کی نظروں میں سحر کے کرشمے بالکل بے وقعت ہو گئے تھے۔ وہ حضرتؒ کے دستِ حق پرست پر کفر سے تائب ہو کر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ حضرتؒ نے اجے پال کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔

عبداللہ نے حضرتؒ سے اسلامی علوم سیکھے اور ریاضات و مجاہدات کے بعد حضرتؒ کی نگاہِ کرم سے مرتبہءکمال کو پہنچ کر حضرتؒ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ جنگل کو اپنا مسکن بنایا جس کی وجہ سے عبداللہ بیابانیؒ مشہور ہوئے۔ اس واقعہ کے بعد اجمیر کے لوگ جوق در جوق حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور اسلام قبول کر کے اس چشمۂ فیض سے سیراب ہونے لگے۔ اجے پال اور شادی دیو نے حضرت کو شہر کے اندر تشریف لے جانے کی ضرورت پر زور دیا جسے آپؒ نے قبول فرمایا۔ شادی دیو نے اپنی مملوکہ زمین حضرتؒ کی خدمت میں نذر کی اور آپؒ انا ساگر کے کنارے سے وہاں تشریف لے گئے اور بقیہ عمر اسی مقام پر گزاری اور اسی جگہ حضرتؒ کا مزارِ اقدس بھی ہے۔

پیچ و تابِ راجہ:

اجمیر کے راجہ پرتھوی راج (رائے پتھورا) کے لئے شادی دیو اور اجے پال اور دیگر بے شمار افراد کا قبولِ اسلام کوئی معمولی بات نہ تھی۔ حضرت خواجہؒ نے راجہ کو بھی قبولِ اسلام کی دعوت دی تھی لیکن اس ازلی بد بخت نے اس کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ حسد و بغض کے سبب حضرتؒ کی مقبولیت کم کرنے کی کوششیں کرنے لگا، شہر میں اعلان کرایا کہ کوئی شخص حضرت خواجہؒ کے پاس نہ جائے ورنہ اس کا گھر بار لٹوا دیا جائے گا یا اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں بہت مظالم ڈھائے۔ ایک دفعہ ایک راجہ سردار کو حضرتؒ کی محفل میں بھیجا تا کہ وہ ان سرداروں کو گرفتار کر کے حاضر کرے جو اس وقت حضرتؒ کی خدمت میں موجود تھے۔ راجہ کا ایک ملازم جو اپنی خداداد ذہانت کی وجہ سے باعزت مقام پر فائز تھا اور حضرت خواجہؒ کا دامن گرفتہ تھا، کبھی کبھار راجہ کے سامنے حضرتؒ کی تعریف و توصیف کر دیتا تھا جو یقیناً راجہ کو ناگوار ہوتی۔ راجہ نے مختلف

حیلوں بہانوں سے اس کو ایذا دینا معمول بنالیا۔ جب اس کی ایذا رسانیاں حد سے زیادہ ہوئیں اور اس ملازم کو یقین ہو گیا کہ یہ ایذا رسانیاں حضرتؒ کی وابستگی کی وجہ سے ہیں تو اس نے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں صورتِ حال عرض کر دی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے راجہ کو سفارش نامہ لکھ بھیجا تو راجہ نے برہم ہو کر بھرے دربار میں بڑی رعونت سے کہا" اس شخص کو کیا حق ہے کہ یہاں آیا ہے طرح طرح کے کرشمے دکھاتا ہے اور غیب کی باتیں بتا بتا کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتا ہے اور گمراہ کرتا ہے" اور ارادہ ظاہر کیا کہ وہ جلد ہی ان درویشوں کو بزورِ بازو اجمیر سے نکال باہر کرے گا۔

عتابِ خواجہؒ:

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو جب راجہ کے ان کلمات اور ارادہ کی خبر پہنچی تو آپؒ کی زبانِ حق ترجمان سے فوراً یہ کلمات نکلے" ہم نے پتھورا کو زندہ گرفتار کیا اور لشکرِ اسلام کے حوالے کیا"۔ سلطان شہاب الدین غوری، جو تراوڑی کی پہلی جنگ میں پرتھوی راج کے ہاتھوں شکست کھا کر سخت صدمے سے دوچار تھا اور قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک شکست کا بدلہ نہ لے گا آرام سے نہ بیٹھے گا، نے ایک رات خواب میں ایک نورانی صورت بزرگ کو دیکھا جو فرما رہے ہیں" تم ہندوستان کی طرف جلد توجہ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ہندوستان کی بادشاہت عطا فرمائے گا" شہاب الدین غوری اسے روحانی بشارت جانتے ہوئے ایک لاکھ بیس ہزار کے مسلح لشکر کے ہمراہ عازمِ ہندوستان ہوا۔ پرتھوی راج کو سلطان کی آمد کی خبر ملی تو اس نے ہندوستان کے دوسرے راجاؤں سے مدد مانگی۔ ڈیڑھ سو راجاؤں نے لشکر و سامان کے ساتھ اس کی مدد کی۔ تراوڑی کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی' جس میں سلطان کو فتح ہوئی۔ راجہ

پتھورا جان بچا کر بھاگ رہا تھا کہ دریا کے کنارے پکڑ لیا گیا۔ اور بعد میں قتل کر دیا گیا۔ یوں حضرت خواجہؒ کے الفاظ حقیقت بن کر سب پر آشکار ہوئے۔ شہاب الدین غوری جب اجمیر پہنچا تو حضرت غریب نوازؒ کو دیکھ کر فرمایا ''یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے مجھے خواب میں فتح کی بشارت سنائی تھی'' سلطان تین دن تک حضرتؒ کے فیضانِ صحبت سے مستفیض ہوتا رہا۔

تبلیغ واشاعتِ اسلام:

حضرت غریب نوازؒ نے اپنی ساری عمر تبلیغ و اشاعتِ اسلام میں بسر کی۔ آپؒ کو اس دور میں بھی عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہوئیں جب ہر طرف کفر کا غلبہ تھا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مسلمانوں کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے آپؒ کے تبلیغی مشن کو تقویت ملی، لیکن آپؒ کے مشن کو حقیقی فروغ آپؒ کی روحانی عظمت کی وجہ سے ملا اور پھر مسلمانوں کا سیاسی غلبہ بھی تو آپؒ کی دعاؤں اور تصرفات کا نتیجہ تھا۔ آپؒ کی ذاتِ اقدس خلقِ محمدی کا ایسا کامل نمونہ تھی کہ اپنوں پرایوں کے لئے مقناطیسی کشش رکھتی تھی۔ آپؒ بلاتفریقِ مذہب وملت ہر ایک پر مہربان تھے، دعوت میں خشکی نہ تھی، حکمت اور موعظتِ حسنہ آپؒ کی دعوت کا جزوِ لاینفک تھی، سخاوت ایسی کہ لنگر ہر مسلم و غیر مسلم کے لئے ہر وقت کھلا ہوتا تھا، اخلاقِ عالیہ دل موہ لیتے تھے، جو آپؒ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتا آپؒ کا ہو جاتا' زبان ایسی شیریں و پرتاثیر کہ کفر وضلالت کے زہرِ ہلاہل کے لئے تریاقِ فوری ثابت ہوتی، رحمت ومودت آپؒ کی فطرت تھی، مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آپؒ کے اتنے گرویدہ ہوتے کہ جان قربان کرنے کو

تیار ہوتے۔ نوے لاکھ کافروں کو مشرف با سلام کرنا آپؒ ہی کا حصہ ہے۔ حضرتؒ کے اجمیر تشریف لانے سے پہلے حالت یہ تھی کہ

همه غافل از حکمِ دین و شریعت
همه بے خبر از خدا و پیمبرؐ
نه هرگز کسے دیده هنجارِ قبله
نه هرگز شنیده کس الله اکبر

اور پھر آپؒ کی نظرِ کیمیا اثر سے یہ حالت ہوگئی کہ:

از تیغِ او بجائے صلیب و کلیسیا
در دارِ کفر مسجد و محراب و منبر است
آنجا که بود نعرۂ فریادِ مشرکاں
اکنوں خروشِ نعرۂ الله اکبر است

سلطان الہند:

حضرت غریب نوازؒ کو رسولِ اکرم ﷺ کی بارگاہ سے ''قطب المشائخ'' کا لقب عطا ہوا تھا اور آپؐ نے حضرت غریب نوازؒ کو ہندوستان کی روحانی بادشاہت عطا فرمائی تھی۔ اور یہ حقیقت ہے کہ آپؒ کی حیاتِ مبارکہ میں بھی آپؒ عوام و خواص ہی نہیں سلاطین و والیان کی عقیدتوں کا بھی مرکز رہے اور بعد وصال بھی آپؒ اسی طرح سلطان الہند ہیں اور ہر طبقہ کی عقیدتوں کا مرکز۔ بقول وائسرائے لارڈ کرزن آپؒ اپنی وفات کے بعد بھی لوگوں پر اسی طرح حکومت کر رہے ہیں گویا بہ نفسِ نفیس ان کے درمیان موجود ہوں۔ سلطان جلال الدین خلجی نے مزار پر حاضر ہو کر فتح کی دعا مانگی

اور بعدِ فتح چند عظیم الشان عمارتیں آستانۂ عالیہ میں بنوائیں۔ شہنشاہ اکبر بھی دربارشریف پر حاضر ہوتا تھا اور درگاہِ عالیہ میں اکبری مسجد تعمیر کرائی۔ شہنشاہ جہانگیر دربارِ گرامی سے صحت کی دولت پانے کے بعد تین سال اجمیر شریف میں قیام پذیر رہا اور ساٹھ منی دیگ نذر کی۔ شاہ جہاں بادشاہ بھی کئی بار پیدل زیارتِ روضہ کے لئے حاضر ہوا اور درگاہ میں سنگِ مرمر کی ایک مسجد تعمیر کرائی۔ اورنگ زیب عالمگیر بھی بارہا حاضرِ دربار ہوا اور صندل خانہ کی مسجد اسی کی یادگار ہے۔ جہاں آرا بیگم حاضرِ دربار ہوئی اور چارپائی پر نہ سوئی۔ مزارِ مبارک کے نقرئی کٹہرے اور بیگمی دالان اس کے حسنِ عقیدت کی یادگار ہیں۔ سلطنتِ مغلیہ کے بعد انگریزوں کا وائسرائے اولیں فرصت میں دربارشریف پر حاضر ہونا اپنا فرض سمجھتا تھا اور نہایت عقیدت ومحبت کا اظہار کرتا۔ امیر حبیب اللہ افغانستانی، نواب حامد علی ریاست رامپور۔ میر عثمان علی خان شاہِ دکن، مہاراجہ گوبند سنگھ، مہاراجہ سرکشن پرشاد، مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو بھی نہایت عقیدت واحترام سے حاضر دربار ہوئے۔

ازواج واولاد:

حضرت غریب نوازؒ نے پہلی شادی بی بی امۃ اللہ سے کی۔ بی بی امۃ اللہ ایک ہندو راجہ کی بیٹی تھیں۔ مسلمانوں نے ایک قلعہ فتح کیا تو اسیرانِ جنگ میں یہ بھی شامل تھیں۔ حضرت غریب نوازؒ کے دستِ حق پرست پر برضا ورغبت اسلام قبول کیا اور حضرت خواجہؒ کے نکاح میں آئیں۔ ان کے بطن سے دو بیٹے سید فخر الدین ابوالخیرؒ اور سید حسام الدین ابوصالحؒ اور ایک بیٹی حافظہ جمال متولد ہوئیں۔ اس کے بعد آپؒ نے دوسرا نکاح بی بی عصمت اللہ سے کیا۔ بی بی عصمت اللہ کے والدِ ماجد خواجہ وجیہ

الدین حاکمِ اجمیر تھے۔ انہوں نے خواب میں حضرت امام جعفر صادقؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ ''وجیہ الدین! رسولِ اکرم ﷺ کا منشا ہے کہ تم اپنی دختر کا نکاح معین الدین حسن سے کر دو۔'' انہوں نے حکم کی تعمیل کرنا چاہی اور حضرت غریب نوازؒ سے ذکر کیا تو آپؒ نے فرمایا ''اگر چہ میں سن رسیدہ ہوں مگر منشائے رسالت مآبؐ کے سامنے سرِ تسلیم خم ہے۔ چنانچہ نکاح ہوا اور ان سے ایک فرزند سید ضیاء الدین ابوسعیدؒ تولد ہوئے۔

فرزندِ اکبر خواجہ فخر الدین ابوالخیرؒ زراعت پیشہ تھے۔ قصبہ مانڈل میں رہائش پذیر تھے۔ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع اور صاحبِ مقاماتِ عالیہ تھے، غیر مسلموں کے ساتھ ایک جنگ میں شہید ہوئے، سرواڑ شریف (علاقہ کشن گڑھ) میں آپؒ کا مزارِ مبارک ہے۔ اور تین شعبان کو عرس ہوتا ہے آپؒ کے پانچ صاحبزادے تھے جن میں شیخ حسام الدین سوختہ عشق و محبت میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔

حضرت حسام الدین ابو صالحؒ ۴۵ سال کی عمر میں ابدالوں میں شامل ہو گئے تھے۔ ان کے سات صاحبزادے تھے۔ حضرت ضیاء الدین ابوسعیدؒ بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپؒ کی عمر مبارک پچاس برس ہوئی۔ دو صاحبزادے خواجہ احمدؒ اور خواجہ وحیدؒ حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ہم عصر ہوئے۔ آپؒ کا مزارِ مبارک درگاہِ حضرت غریب نوازؒ میں لبِ جھالرہ سایہ گھاٹ پر عقیدت مندوں کی توجہ کا مرکز ہے۔

بی بی حافظہ جمال حضرت غریب نوازؒ کی واحد صاحبزادی تھیں۔ علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل حضرت غریب نوازؒ سے کی۔ حضرت غریب نوازؒ نے انہیں خلافت سے بھی نوازا تھا۔ آپؒ خواتین میں چشتی طریقے کے مطابق تبلیغِ دین فرماتیں۔ قاضی حمید

الدین ناگوریؒ کے صاحبزادے شیخ رضی سے نکاح ہوا' دو صاحبزادے ہوئے جو صغر سنی میں ہی انتقال فرما گئے۔

تصانیف:

حضرت غریب نوازؒ نہ صرف باکمال بزرگ ہی تھے بلکہ صاحبِ طرز مصنف اور خوش گفتار شاعر بھی تھے آپؒ کی تصانیف میں انیس الارواح (فارسی)، جس میں آپؒ نے اپنے مرشدِ گرامی حضرت عثمان ہارونیؒ کے ارشادات جمع کئے ہیں، دستیاب ہے۔ اب اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ ''کشف الاسرار'' (فارسی) تصوف کے بیش بہا خزائن کا مجموعہ ہے اس کتاب کا نام ''معراج الانوار'' بھی ہے۔ یہ کتاب قلمی ہے۔ اس کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ ''گنجِ اسرار'' فارسی زبان میں ہے یہ کتاب آپؒ نے اپنے مرشدِ طریقت حضرت عثمان ہارونیؒ کے فرمان کے مطابق سلطان شمس الدین التمش کی تعلیم وتلقین کے لئے لکھی۔ یہ کتاب پچیس معرفتوں پر مشتمل ہے جو قرآن، حدیث، اور بزرگانِ دین کے احوال، اقوال اور اشعار کی روشنی میں تصوف کی تعلیم پر مبنی ہیں۔

''دیوان معین'' آپؒ کے کلام کا مجموعہ ہے جس میں آپؒ نے حضرت علیؓ کی پیروی میں وارداتِ قلبی، جذباتِ محبت اور مشاہدات کے اظہار کے لئے شاعری کو ذریعہ بنایا ہے۔ بعض نقادوں نے اس کو معین الدین کاشفیؒ کا دیوان ثابت کرنے کی سعیء نامشکور کی ہے' دیوان فارسی میں ہے' غزلیات کی طرز پر ہے اور شائع ہو چکا ہے۔ دیوان کے اشعار صاحبِ دیوان کے جن مقاماتِ عالیہ کی غمازی کرتے ہیں' اس سے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ دیوان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا ہی ہو سکتا

ہے۔ ان کے علاوہ ''رسالہء تصوف منظوم'' ''رسالہء آفاق و انفس'' ''حدیث المعارف'' اور'' رسالہ موجودیہ'' کے نام بھی آپؒ کی تصانیف کے ذیل میں ملتے ہیں جن کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ پہلے دو رسالے قلمی موجود ہیں اور دوسری دو کتابیں نادرالوجود ہیں۔ ''مکتوباتِ خواجہ'' بنام قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی علم وعرفان کے قیمتی ذخائر سے مملو ہیں اور عجب کیف وسرور کے حامل ہیں۔

خلفائے کرام:

آپؒ کے بے شمار مریدین تکمیلِ منازل کے بعد آپؒ سے خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے جن میں آپؒ کے خلیفہء اعظم حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ کے علاوہ حضرت شیخ حمید الدین ناگوری (دہلوی) صوفی حمید الدین ناگوری (ناگور) قیروان احمد تبرک (دہلی) شیخ محمد زاہد ترک (دہلی) ابوالفرح قرشی (دہلی) خواجہ برہان الدین (اجمیر) شیخ معروف شہاب (اجمیر) شیخ احمد (اجمیر) شیخ احمد کابلی (بنارس) حضرت عبدالغفار (ملتان) احمد خان غازی (قنوج) محمد یادگار سبزواری (قندھار) شیخ وحید الدین خُراسانی (ہرات) شیخ شمس الدین فوقانی (احمد آباد) اور آپؒ کے صاحبزادگان اور صاحبزادی کا ذکر کتابوں میں ملتا ہے۔ رحم اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔

وصال:

بمصداق ''کل نفس ذائقۃ الموت'' ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن عاشقانِ صادق کی موت حسبِ ارشاد'' الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب'' ان کے لئے مسرت کا پیغام لاتی ہے۔ موت کا دن کامل مومنین کی کامیابی

کا دن ہوتا ہے۔

حضرت غریب نوازؒ پانچ شوال ۶۳۳ھ کا دن گزرنے کے بعد عشاء کی نماز پڑھ کر اپنے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے۔ اندر سے دروازہ بند کر دیا اور خدام کو اندر آنے سے منع کر دیا۔ حجرۂ مبارک کے باہر خدام موجود تھے۔ اندر سے زور زور سے پیر پٹکنے کی آوازیں آتی رہیں۔ یہ کیفیت بالکل ایسی تھی جیسے حالتِ وجد میں حضرتؒ کی ہوا کرتی تھی۔ خدام یہی سمجھے کہ حضرتؒ حالتِ وجد میں ہیں۔ رات کے آخری حصے میں یہ آوازیں بند ہوگئیں، لیکن خدام کو دروازہ کھٹکھٹانے کی ہمت نہ ہوئی۔ فجر کی نماز کے وقت خدام نے حجرہ کا دروازہ کھٹکھٹایا لیکن بار بار ایسا کرنے کے باوجود اندر سے کوئی آواز نہ آئی، آخر کسی طرح دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ خواجۂ خواجگان واصل بحق ہو چکے ہیں۔ خدام نے آپؒ کی پیشانی مبارک پر بخطِ نور لکھا ہوا دیکھا۔

''حبیب اللہ مات فی حب اللہ'' یعنی اللہ کا دوست اللہ کی محبت میں فوت ہوا۔

آپؒ کے وصال کی خبر دور دور تک آناً فاناً پھیلی اور ہزاروں عقیدت مندوں نے بچشمِ گریاں آپؒ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؒ کو سپردِ خاک کر دیا۔

صورت از بے صورتی آمد بروں
باز شد انا الیہ راجعون

خواجۂ والا معین الدیں کہ از انوارِ او
گشت روشن در دو عالم ماہتابِ ملکِ ہند
محو شد در نورِ حق چوں آں مہِ چرخِ بریں
شد ندا از چرخِ چارم ''آفتابِ ملکِ ہند''
۶۳۳ ہجری

ارشاداتِ عالیہ:

۱۔ عارف سے ادنیٰ بات یہ ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ملک و مال سے بیزار ہو جاتا ہے

۲۔ عارفوں کی خصلت محبت میں اخلاص ہے۔

۳۔ عارف آفتاب صفت ہوتے ہیں' ان سے تمام عالم منور ہوتا ہے۔

۴۔ جب تک مرشد کی تربیت حاصل نہ ہوگی' منزل پر نہیں پہنچے گا۔

۵۔ اگر دوست کی دوستی میں دونوں جہاں بھی بخش دیے جائیں' تب بھی کم ہے۔

۶۔ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے اور بدوں کی صحبت بدکام سے بدتر ہے۔

۷۔ یقین ایک نور ہے جس سے انسان منور ہو جاتا ہے' بعد ازاں محبان و متقیان میں شامل ہو جاتا ہے۔

۸۔ کوئی گناہ تمہیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتا جتنا مسلمان بھائی کو خوار و ذلیل کرنا

۹۔ خود پرستی اور نفس پرستی بت پرستی ہے۔ جب تک خود پرستی نہ چھوڑے گا خدا پرستی حاصل نہ ہوگی۔

۱۰۔ تسلیم و دعویٰ ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔

۱۱۔ چار چیزیں گوہرِ نفس ہیں۔ اول درویشی جو تو نگر کر دے، دوم بھوک جو سیر کر دے، سوم اندوہ جو شادی دکھائے، چہارم دشمن کے ساتھ ایسی مردی جو دوستی دکھائے۔

☆......☆

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی قدس سرہ العزیز

سیر العارفین میں لکھا ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشیؒ ماوراء النہر میں واقع قصبہ اوش میں متولد ہوئے۔ ڈیڑھ سال کی عمر میں آپ شفقتِ پدری سے محروم ہو گئے۔ آپ کی والدہ محترمہ خدا رسیدہ خاتون تھیں جنہوں نے اپنے فرزند کی تربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ آپؒ کی عمر پانچ سال کی تھی' ہمسایہ آپ کو استاد کے پاس لے جا رہا تھا کہ اچانک راستے میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی' جوان کا ہاتھ پکڑ کر شیخ ابو حفصؒ کے پاس لے گئے اور ان سے یوں گویا ہوئے ''یہ بچہ ایک دن اولیائے کبار میں سے ہوگا۔ اس کی جانب خصوصی توجہ مبذول کریں''۔ جب وہ بزرگ چلے گئے تو استاد صاحب نے انکشاف فرمایا ''یہ خضر علیہ السلام تھے۔ انہوں نے تمہاری تعلیم کا کام میرے سپرد کیا ہے۔'' خیر المجالس میں تحریر ہے کہ استادِ محترم نے اپنے ہونہار شاگرد کے دل و دماغ کے تمام گوشوں کو شریعت و طریقت کے انوار سے روشن کیا۔ ریاضت و مجاہدہ آپ کا محبوب مشغلہ بن گیا۔ آپ کی ہر گھڑی حق تعالیٰ کی یاد میں گزرتی۔ استغراقِ احدیت آپ کی روح کی غذا بن چکی تھی۔ حتیٰ کہ وہ ساعتِ سعید آ پہنچی جب آپؒ حضرت معین الدین چشتیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت ہوئے۔ اس وقت آپؒ کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے معرفت و حقیقت کے پُر پیچ و دشوار گزار راہوں پر آپ کی رہنمائی فرمائی اور آپ نے بیس سال کی عمر میں نصابِ طریقت کی تکمیل کر لی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

سیر الاولیاء میں سلطان المشائخؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ ہر شب سونے سے قبل تین ہزار دفعہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔اوش میں آپؒ کی شادی ہوئی تو تین رات حضورﷺ کی خدمت میں یہ تحفہ نہ بھجوا سکے۔آپ کے ایک مرید احمد رئیس کو خواب میں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ''بختیار کاکی کو میرا سلام کہنا اور یہ پیغام دینا کہ ہر رات تمہارا تحفہ مجھے مل جایا کرتا تھا، تین رات سے وہ تحفہ نہیں مل رہا'' بیدار ہوتے ہی مرید نے حضورﷺ کا پیغام آپ کو پہنچایا۔ یہ سنتے ہی آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوگئی اور پھر سے اپنے اس معمول کو اپنالیا۔

بغداد شریف میں قیام کے دوران قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے درمیان محبت کے گہرے مراسم پہلے ہی سے قائم ہو چکے تھے۔ ہندوستان پہنچ کر دونوں حضرات اکثر سفر و حضر میں اکٹھے رہتے۔ سیر الاولیاء میں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ ہمسفر تھے کہ بھوک کی شدت نے ہمیں نڈھال کر دیا۔ اسی لمحے عالمِ غیب سے ایک بکری نمودار ہوئی، جس نے دو روٹیاں ہمارے سامنے آ کر رکھ دیں، ہم وہ روٹی کھا ہی رہے تھے کہ اسی لمحے ایک بچھو ہمیں دریا کے کنارے چلتا دکھائی دیا جو اچانک دریا میں کود پڑا، ہمیں خیال آیا کہ اس میں ضرور کوئی حکمت پوشیدہ ہے۔ ہم نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ حق تعالیٰ سے دعا کی، دریا شق ہوگیا۔ جب دریا کے دوسرے کنارے پہنچے تو درخت کے نیچے ایک شخص سویا ہوا دکھائی دیا۔ سانپ اس کو ڈسنے کے لئے تیار تھا۔ جونہی ڈسنے کے لئے آگے بڑھا، بچھو سانپ پر حملہ آور ہوا اور اسے مار کر غائب ہوگیا۔ ہمارے دل میں خیال آیا کہ یہ سب کچھ کسی نیک بندے کو بچانے کے لئے

کیا جارہا ہے۔ جب نزدیک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شرابی نشے میں دھت پڑا ہوا تھا۔ ہم نے سوچا' یہ کس قدر نافرمان ہے اور حق تعالیٰ کس قدر مہربان ہے۔ ہاتفِ غیبی سے ندا آئی ''اگر ہم صرف نیکوکاروں کی حفاظت کریں تو معصیت کاروں کا محافظ کون ہوگا؟'' اسی دوران وہ شخص بیدار ہوا' ہم نے اسے سارا ماجرا سنایا' وہ شرمندہ ہوکر تائب ہوا اور مردانِ حق کے زمرہ میں شامل ہوگیا۔

سیر العارفین میں مرقوم ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ دہلی میں مقیم تھے۔ آپ نے خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھ بھیجا کہ دیدار کے لئے سخت بے تاب ہوں۔ اجازت ہو تو حاضرِ خدمت ہو جاؤں۔ خواجہ بزرگ نے جواب دیا المرء مع من احب معتبر است، قربِ جانی رابعدِ مکانی مانع نیست (آدمی اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو (الحدیث) معتبر ہے۔ قرب روحانی کے لئے جسمانی دوری مانع نہیں ہوتی۔

گرچہ دوریم بیادِ تو قدح می نوشیم | بُعدِ منزل نہ بود در سفرِ روحانی

ترجمہ: اگرچہ تم سے دور ہیں لیکن تمہاری یاد میں جامِ محبت نوش کرتے ہیں۔ روحانی سفر میں منزل کی دوری کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

جن ایام میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ اجمیر شریف سے دہلی تشریف لائے تو شیخ فریدالدین مسعود گنجِ شکرؒ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک روز حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فریدالدین مسعودؒ کے بارے میں فرمایا ''قطب الدین! تم نے ایسا عظیم شاہباز قید کر رکھا ہے جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوا کسی جگہ آشیانہ نہیں بناتا۔ یہ فرید وہ شمع ہے جو درویشوں کے خاندان کو منور کرے گا''۔ یہ بات وقت نے

صحیح ثابت کردی۔ چند دنوں کے قیام کے بعد خواجہ غریب نوازؒ اپنے ہمراہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کو لے کر اجمیر شریف روانہ ہوئے تو دہلی کا سارا شہر چیخ اُٹھا۔ سلطان شمس الدین التمش سمیت سارا شہر آپ کے پیچھے چل پڑا۔ جہاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا قدم پڑتا وہاں کی مٹی تبرک کے طور پر اپنے چہروں پر ملتے۔ جب خواجہ غریب نوازؒ نے یہ منظر دیکھا تو فرمانے لگے ''قطب الدین ! اسی جگہ رک جاؤ، تمہارے جانے سے مخلوقِ خدا مضطرب اور بے چین ہے۔ میں اتنے دلوں کو دکھی نہیں کرنا چاہتا۔ جاؤ اس شہر کو ہم نے تمہاری پناہ میں دے دیا''۔ حضرت معین الدین چشتیؒ نے خواجہ بختیار کاکیؒ کو الوداع کہا اور خود اجمیر شریف کے لئے روانہ ہوگئے۔

سیر العارفین میں بیان کیا گیا ہے کہ سلطان شمس الدین التمش کی دلی آرزو تھی کہ وہ شہر کے جوار میں اپنے حوض بنوائے جو مخلوقِ خدا کی راحت و افادیت کا سبب بنیں۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گھوڑے پر سوار ہیں اور فرمارہے ہیں ''شمس الدین ! اگر تو مخلوقِ خدا کی راحت کے لئے حوض بنانے کا قصد رکھتا ہے تو یہاں بنا جہاں ہم کھڑے ہیں''۔ سلطان بیدار ہوا تو ایک آدمی کو حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کی خدمت میں بھیجا کہ مجھے رات خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی ہے۔ اجازت ہو تو حاضر ہو کر سناؤں۔ حضرت خواجہؒ نے کہلوا بھیجا، میں جانتا ہوں کہ حضور ﷺ نے شمس الدین کو حوض بنانے کے لئے فرمایا ہے۔ ہم اسی جگہ جارہے ہیں جہاں حضور ﷺ گھوڑے پر سوار تشریف فرما تھے۔ التمش بھی پہنچ گیا تاہم وہ جگہ کا نشان بھول چکا تھا لیکن وہاں پہنچتے ہی اسے یاد آ گیا، وہاں حضور ﷺ کے گھوڑے کے سم کا نشان بھی ثبت تھا۔ اسی جگہ حوض بنوادیا گیا۔ خواجہ بختیار کاکیؒ اور

قاضی حمید الدین ناگوریؒ اکثر اوقات وہاں جا کر بیٹھا کرتے تھے جہاں حضرت خضر علیہ السلام اور دیگر مردانِ غیب سے ملاقاتیں ہوا کرتیں۔

پروفیسر نثار احمد فاروقی نقدِ ملفوظات میں صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں کہ آپؒ کے دو جڑواں فرزند متولد ہوئے۔ ایک تو دورِ طفولیت میں اللہ کو پیارے ہو گئے جبکہ دوسرے صاحبزادے کا نام احمد تتماجی تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اپنے والدِ محترم کا ہم خیال نہیں تھا اور نہ ہی اسے خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے احوالِ باطنی سے کچھ نسبت تھی اور ''درِ نظامی'' سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خواجہ احمد تتماجی کی دلی خواہش تھی کہ وہ اپنے والدِ محترم کا جانشین مقرر ہو' مگر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصیت فرمائی کہ میرے جانشین شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ ہوں گے۔ ان سے ہمارا سلسلہ چلے گا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ فتوح کی جانب سے بہت کم توجہ دیا کرتے تھے۔ ایک دن ہمسایہ بقال کی عورت نے کہا اگر ہم ان کے ہمسایہ نہ ہوتے تو معلوم نہیں ان لوگوں کا کیا حال ہوتا، انہیں یوں کون قرض دیتا؟ جب یہ بات آپؒ تک پہنچی تو آپؒ نے فرمایا آج سے قرض ہرگز نہیں لینا۔ آپؒ کے حجرے کے اندر ایک طاق تھا۔ آپؒ نے فرمایا جب بھی جس چیز کی ضرورت ہو' بسم اللہ پڑھ کر اس طاق میں ہاتھ ڈال کر لے لیا کرو۔ چنانچہ اس طاق سے کاک (گرم روٹیاں) بھی لے لی جاتیں۔ اسی وجہ سے آپؒ کا لقب کاکی مشہور ہو گیا۔ آپؒ اکثر اوقات مکمل محویت میں مستغرق پائے جاتے۔ کوئی ملاقاتی آتا تو دیر کے بعد اسے پہچانتے، دلجوئی اور دلداری کے طور پر ایک دو باتوں کے بعد اسے رخصت کر دیتے۔

سیر العارفین میں منقول ہے کہ ایک مجلس میں قوال احمد جام کا یہ شعر گا رہے تھے:

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ شعر سن کر خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ پر وجد و حال کی شدید کیفیت طاری ہو گئی۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور بدر الدین غزنویؒ آپؒ کو گھر لے آئے۔ قوال بھی ہمراہ تھے۔ تین دن رات تک اسی کیفیت کا غلبہ رہا۔ تیسرے روز کہا ''دستار، خرقہ، مصلیٰ، نعلینِ چوبیں، جو خواجہ غریب نوازؒ سے مجھے ملی ہیں، شیخ فرید الدین مسعودؒ کو پہنچا دینا کیونکہ میرے جانشین وہی ہیں''۔ یہ کہہ کر آپؒ نے جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آپؒ کا وصال سلطان شمس الدین التمش کے عہد میں بروز دوشنبہ چودہ ربیع الاول ۶۳۳ھ میں ہوا۔

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعون

☆......☆

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکر قدس سرہ العزیز

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ ایسی نادرِ روزگار ہستی ہیں جو تمام علومِ ظاہری و باطنی میں نہایت بلند مرتبہ رکھتے ہیں۔ ریاضات و مجاہدات، عشق و محبت، فقر و تجرید، کشف و کرامات، وجد و حال، ہمت و شجاعت، عرفان و احوال اور ترکِ دنیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ ہر دور کے اصحابِ طریقت کے لئے آپ کی جامعِ کمالات شخصیت ہمیشہ قابلِ رشک رہی اور رہتی دنیا تک آپؒ کے نقشِ قدم پر چلنے والے آپؒ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔

گلِ گلزارِ انوارِ معانی
دُرِ دریائے گنجِ لامکانی
مئے وحدت زجامِ عشق خوردہ
قدم در عالمِ لاہوت بردہ
بملکِ فقر شاہنشاہِ مقصود
فرید الدینِ ملت شیخِ مسعودؒ

نام و نسب:

آپؒ کا نامِ نامی اسمِ گرامی ''مسعود'' ہے اور القاب ''فرید الدین'' اور ''گنجِ شکر'' ہیں۔ آپؒ اپنا نام ہمیشہ مسعود ہی لکھتے اور بیان کرتے ہیں۔ لیکن قدرت کی طرف سے آپؒ کے القاب کو یہ شہرت نصیب ہوئی کہ آپؒ کے نام پر غالب آگئے ہیں حتیٰ کہ عوام میں سے اکثر کو آپؒ کا اصل نام یاد ہی نہیں۔

تمام تذکرہ نگاراس بات پر متفق ہیں کہ آپ صحیح النسب فاروقی ہیں۔ سیدنا فاروق اعظمؓ سے آپ کا سلسلہ نسب اس طرح مل جاتا ہے۔

حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ، بن شیخ جمال الدین سلیمانؒ، بن شیخ شعیبؒ، بن شیخ احمدؒ، بن شیخ یوسفؒ، بن شیخ محمدؒ، بن شیخ شہاب الدینؒ، بن شیخ احمدؒ (معروف بہ فرخ شاہ بادشاہِ کابل)، بن شیخ نصیر الدینؒ، بن محمود شاہؒ، بن سامان شاہؒ، بن شیخ سلیمانؒ، بن شیخ مسعودؒ، بن شیخ عبداللہ واعظ الاکبرؒ، بن شیخ ابو الفتحؒ، بن شیخ اسحاقؒ، بن خواجہ ابراہیم شاہِ بلخؒ' بن خواجہ ادھمؒ، بن شیخ سلیمانؒ، بن شیخ ناصرؒ، بن حضرت عبداللہؓ، بن حضرت عمر فاروقؓ (مقدمہ راحت القلوب از عابد نظامی)۔

آپؒ کے جدِ امجد شیخ احمد، جو فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہوئے، بہت نیک اور خدارسیدہ بزرگ تھے۔ ان کی اولاد میں کثیر تعداد میں علماء و عارفین ہوئے' جنہوں نے اپنے اپنے علاقے میں اسلامی تعلیمات کے فروغ میں نمایاں کام کیا لیکن ان میں سے حضرت شاہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت شیخ احمد مجددِ الفِ ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت میاں میر لاہوری کو عالمگیر شہرت نصیب ہوئی۔

چنگیز خان نے جب کابل پر حملہ کیا تو آپؒ کے پردادا شیخ احمد شہید ہوئے۔ آپؒ کے دادا قاضی شعیب امن و امان کی تلاش میں اپنے اہل و عیال سمیت لاہور تشریف لے آئے۔ تھوڑا عرصہ لاہور میں قیام کے بعد آپؒ قصور تشریف لے گئے۔ قاضی قصور آپؒ کے علم و عرفان اور زیرکی کے سبب آپؒ کی بہت قدر کرتا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ آپؒ کی صلاحیتوں سے عوام کو بیش از بیش فائدہ پہنچنا چاہیے لہٰذا اس نے آپؒ کے حالات و کوائف بادشاہِ وقت کو ذکر کیے' جس نے آپؒ کو قصبہ کھتوال ضلع

ملتان کی قضا سپرد کی اور آپ وہیں سکونت پذیر ہو گئے۔

قاضی شعیبؒ کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند عطا فرمائے۔ (۱) خواجہ جمال الدین سلیمانؒ۔ (۲) خواجہ احمدؒ۔ (۳) خواجہ سعد حاجیؒ۔

حضرت جمال الدین سلیمانؒ، حضرت بابا صاحبؒ کے والد تھے جو علم و فضل اور دوسری خوبیوں میں اپنے والد کی سچی تصویر تھے' اسی لئے اُن کے والد کے بعد کھتوال کی قضا آپؒ ہی کے سپرد کی گئی تھی۔

نواحِ ملتان میں ایک قصبہ تھا کوٹ کروڑ۔ جہاں ایک متقی عالمِ دین مولانا وجیہہ الدین خجوندی کابل سے آ کر آباد ہوئے تھے۔ حضرت قاضی شعیبؒ نے ان کی بیٹی قرسم خاتون کا رشتہ اپنے بیٹے جمال الدین سلیمان کیلئے مانگا، جو انہوں نے بخوشی قبول کر لیا۔ اس طرح جمال الدین سلیمان اور بی بی قرسم خاتون رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔

حضرت مولانا وجیہہ الدین قریشی ہاشمی عباسی تھے جن کا سلسلۂ نسب حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے ملتا تھا۔

بی بی قرسم خاتون (والدہ ماجدہ حضرت بابا صاحبؒ) نہایت دیندار، شب زندہ دار، مستجاب الدعوات اور درجۂ ولایت پر فائز خاتون تھیں۔

حضرت بابا صاحبؒ نے خود بیان فرمایا ''میری والدہ بہت زیادہ بزرگ اور صاحبِ کشف و کرامت تھیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ گھر میں چور داخل ہو گیا' سوائے والدہ کے سب لوگ سوئے ہوئے تھے اور وہ عبادتِ الٰہی میں مشغول تھیں۔ جب چور اندر آیا تو اندھا ہو گیا۔ باہر بھی نہیں نکل سکتا تھا اس نے آواز دی اگر اس گھر میں مرد ہے تو وہ

میرا باپ اور بھائی ہے اور اگر عورت ہے تو وہ میری ماں اور بہن کے برابر ہے۔ جو بھی ہو میرے لئے دعا کرے کیونکہ اس کی بزرگی کی وجہ سے میں اندھا ہو گیا ہوں۔ شاید اس کی برکت سے میری آنکھیں روشن ہو جائیں اور دیکھنے لگیں۔ میں توبہ کرتا ہوں اب آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔ جیسے ہی والدہ نے اس کی التجا سنی، انہوں نے اس کے لئے دعا فرمائی تو اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آ گئی اور وہ واپس چلا گیا۔ میری والدہ نے کسی شخص سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ جب دن ہوا، ایک گھنٹے کے بعد ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دہی کا ایک گھڑا سر پر لئے ہوئے اپنے گھر والوں کے ساتھ آ رہا ہے تاکہ سب مسلمان ہو جائیں اور پھر وہ مسلمان ہو کر چوری وغیرہ سے تائب ہو گیا (اسرار الاولیاء)۔

حضرت قرسم خاتون نے اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا۔ عبداللہ قبول اسلام کے بعد کثرتِ مجاہدات و ریاضات کی بدولت درجۂ ولایت پر پہنچا اور اسے خاندانِ خواجہ شعیب کی طرف سے ''چاولے مشائخ'' کا لقب عطا ہوا۔ بعد میں قصبہ کھتوال اسی کے نام سے منسوب ہو کر ''چاولے مشائخ'' مشہور ہو گیا۔

حضرت جمال الدین سلیمان اور قرسم خاتون کو اللہ تعالیٰ نے تین فرزند اور ایک صاحبزادی عطا فرمائی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ (۱) حضرت عزیز الدین محمودؒ۔ (۲) حضرت بابا فرید الدین مسعودؒ۔ (۳) حضرت نجیب الدین متوکلؒ اور حضرت بی بی ہاجرہ ملقب بہ جمیلہ خاتون (والدہ ماجدہ حضرت مخدوم سیّد علاؤ الدین علی احمد صابر کلیریؒ)۔ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام کئی جگہ نجم الدین متوکلؒ آیا ہے۔ اپنے بھائی کے بارے میں خود بابا صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ''میرا ایک بھائی تھا جس کا نام

نجم الدین متوکلؒ تھا۔ وہ عبادت و ریاضت میں اتنا زیادہ مشغول رہتا تھا کہ میں نے اس قدر سیاحی کے باوجود کسی شہر میں کسی کو بھی ویسا نہیں پایا۔ جب اس پر حق تعالیٰ کا خوف غالب ہوتا تھا تو پھر اسے یہ بھی پتا نہیں ہوتا تھا کہ آج کون سا روز۔کون سا مہینہ اور کونسا سال ہے اوراس پر وہ حالت ہر وقت چھائی رہتی تھی اور ہر وقت وہ عالم تحیّر میں رہتا تھا (اسرارالاولیاء)۔

ابتدائی تعلیم:

آپؒ کے والدِ ماجد آپ کے بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے اس لئے آپؒ کی تعلیم وتربیت کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ ماجدہ کے سر آ پڑی۔ وہ خود علم و فضل، زہد وتقویٰ اور للٰہیت میں ایک بلند مرتبہ پر فائز تھیں۔ اس لئے انہوں نے فریدالدین مسعودؒ کی ابتدائی تعلیم اور تربیت اپنے ذمہ لی۔قرآن مجید اور ابتدائی دینی کتب کی تکمیل آپؒ نے سات سال کی عمر میں ہی کر لی تھی۔آپ نہایت ذہین، محنتی اور اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔شرارتی بچوں سے ہمیشہ دور رہتے۔ چھوٹی عمر میں بھی نماز کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ والدہ ماجدہ کی تربیت کا اثر تھا کہ آپ نے قیامِ کھتوال کے دوران ہی اپنی منزل کا تعین کر لیا اور وہ تھا علم وعرفان اور لگاتار مجاہدوں کے ذریعے قربِ خداوندی کی بلند وبالا منازل طے کرنا.

آپؒ حافظِ قرآن تھے لیکن حفظِ قرآن کے سلسلے میں مختلف روایات وارد ہیں' ایک روایت کے مطابق آپ نے کھتوال میں ہی قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور دوسری روایت کے مطابق ملتان میں حضرت مولانا منہاج الدین ترمذی کے مدرسہ میں حفظ کیا تھا جب کہ آپؒ کی عمر اٹھارہ برس تھی اور ایک روایت خود آپؒ کی بیان کردہ ہے جو

ظاہر ہے کہ دیگر تذکرہ نگاروں کے بیانات کے مقابلے میں زیادہ معتبر ہے۔ حضرت بدرالدین اسحاقؒ اسرارالاولیاء میں حضرت کا ایک ملفوظ قلمبند کرتے ہیں۔ ''غزنی میں ایک آدمی تھا جو سات قراءت سے قرآن مجید پڑھنا جانتا تھا اور بہت باصلاحیت اور دولت مند تھا۔ اس کا نام محمد مُقری تھا اور اللہ نے اس کو ایک کرامت بھی بخشی تھی، وہ یہ کہ جو شخص قرآن کی کوئی ایک سورت اس کے سامنے پڑھ لیتا۔ اللہ تعالیٰ پورا قرآن اس کو یاد کرا دیتا۔ چنانچہ میں نے بھی ایک سورۃ اس کے سامنے پڑھی تھی اور اس آدمی کی برکت سے پورا کلامِ پاک مجھ کو زبانی یاد ہو گیا''۔

ملتان میں قیام اور تکمیلِ علوم:

آپؒ نے ابتدائی دینی کتب تو کھتوال میں ہی پڑھ لی تھیں۔ لیکن کھتوال میں کوئی ایسا انتظام نہ تھا کہ آپؒ مروجہ علومِ دینیہ کی تکمیل کر سکتے۔ مجبوراً آپؒ کو ملتان، جو اس وقت علم و دانش کا مرکز تھا اور وہاں کئی مدرسے قائم تھے، آنا پڑا۔ مختلف مدارس کی کیفیات و حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد آپؒ نے حضرت مولانا منہاج الدین ترمذی کے درس میں، جو سرائے کے اندر ایک مسجد میں تھا، قیام فرمایا۔ یہاں تین سال قیام فرما کر آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، معانی، فلسفہ، منطق، ریاضی اور ہیئت کی متداولہ کتب کی تکمیل کی۔

اسی مسجد میں قیام کے دوران آپؒ کی زندگی کا ایک اہم واقعہ پیش آیا۔ وہ یوں کہ آپ مسجد کے ایک کونے میں فقہ کی مشہور کتاب ''نافع'' کے مطالعہ میں محو تھے، یکا یک ایک درویش ان کے سر پر آ کھڑے ہوئے، پوچھا ''بیٹے! کیا پڑھ رہے ہو''۔ عرض کیا ''نافع''۔ درویش نے مسکرا کر جواب دیا ''ان شاء اللہ نافع تمہارے

لئے نافع ہوگی‘‘۔ آپؒ نے سر اٹھا کر جو دیکھا تو نظروں سے نظریں ملیں۔ اللہ جانے ان نگاہوں میں کیا تاثیر تھی، فوراً قدموں سے لپٹ کر گویا ہوئے۔ نافع تو آپ کی نظرِ فیض اثر ہوگی، یہ درویش حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ تھے جو اوش سے دہلی جاتے ہوئے تھوڑے عرصہ کیلئے ملتان ٹھہرے تھے۔ بس اب کیا تھا دل دے بیٹھے اور انہیں کے ہو رہے۔

ایک روایت کے مطابق آپؒ اسی دوران حضرت قطب صاحبؒ سے بیعت بھی ہوئے اور بوقت بیعت یہ رباعی پڑھی تھی۔

مقبولِ توجز مقبلِ جاوید نہ شد
وز لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نہ شد
لطفت بہ کدام بندہ پیوست دمے
کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نہ شد

حضرت قطب صاحبؒ جب ملتان سے دہلی کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت فریدالدین مسعودؒ نے تین منزل تک آپ کی ہمرکابی کی سعادت حاصل کی۔ حضرت قطب صاحبؒ کی جدائی آپ کے لئے بہت تکلیف دہ ہوگئی تھی، ان کے بغیر ایک پل چین نہ آتا تھا، دلی تمنا کا اظہار کرتے ہوئے قطب صاحبؒ سے ہمراہ رہنے کی اجازت چاہی تو حضرت قطب صاحبؒ نے ارشاد فرمایا۔ ’’زاہدِ بے علم، آکۂ شیطان بن جاتا ہے اس لئے ابھی کچھ عرصہ علومِ ظاہری میں مہارت پیدا کرو، پھر ہمارے پاس دلی آجانا‘‘۔

الامر فوق الادب۔ قطب صاحب کا حکم ملا تو دلی خواہش پر قابو پاتے

ہوئے واپس ملتان تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ ملتان میں رہ کر علومِ متداولہ کی تکمیل کی اور پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے قندھار کی اسلامی یونیورسٹی میں جا داخلہ لیا جہاں پانچ سال رہ کر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

سیر و سیاحت:

علومِ دینیہ کی تکمیل کے بعد بلادِ اسلامیہ کی سیر و سیاحت کے لئے تشریف لے گئے اس سفر کے دوران آپ نے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ سیف الدین حضرمیؒ، حضرت شیخ کرمانیؒ، حضرت شیخ فرید الدین عطار نیشا پوریؒ، حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ، سمیت ہزاروں اکابر علماء و اولیاء سے استفادہ کیا۔

سفر سے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزار ہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہیں

بغداد شریف لے گئے تو اس وقت حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کے مزارِ مبارک کی تعمیر ہو رہی تھی آپ نے بصد ادب و احترام اس کی تعمیر میں حصہ لینے کی سعادت حاصل کی اور حضرت غوثِ پاکؒ کی خوشنودی و فیض سے مشرف ہوئے۔ (بابا فرید گنج شکرؒ از آستانہ ٹرسٹ دہلی)

بغداد شریف کے نواح میں شیخ اجل سنجریؒ سے ملاقات کی۔ حضرت بابا صاحبؒ خود فرماتے ہیں ''شیخ اجل سنجریؒ بزرگ اور باہیبت شخص تھے۔ میں ان کے جماعت خانہ میں گیا اور سلام عرض کیا۔ جوابِ سلام کے بعد میرا ہاتھ پکڑ لیا اور میری طرف دیکھ کر فرمایا'' آؤ شکرِ عالم! خوش آمدید! بیٹھو'' حکم ملنے پر میں فوراً بیٹھ گیا تو بہت خوش ہوئے۔ میں انکی خدمت میں کئی دن تک رہا، ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا کہ ان کی

خانقاہ سے کوئی شخص محروم گیا ہو۔ اگر کچھ نہ ہوتا تو سوکھے چھوارے ہی ہاتھ پر رکھ دیتے اور دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تیرے رزق میں برکت دے۔ شہر کے لوگ کہا کرتے تھے کہ شیخ نے جس کو کھجور دی، وہ عمر بھر کسی کا محتاج نہ ہوا۔ (راحت القلوب)

فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں بغداد کے سفر میں تھا۔ ٹہلتا ہوا دجلہ کے کنارے پہنچا، وہاں ایک بزرگ کو دیکھا کہ سطحِ آب پر مصلّٰی بچھا کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سر بسجود ہو کر دعا مانگنے لگے۔ اے خداوند! خضر علیہ السلام گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کر رہے ہیں، انہیں توفیقِ توبہ عطا فرما۔ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ خضر علیہ السلام سامنے آئے اور پوچھا اے بزرگ! میں نے کونسا گناہِ کبیرہ کیا ہے۔ فرمایئے تاکہ میں اس سے توبہ کروں۔ ان بزرگ نے فرمایا آپ نے جنگل میں ایک درخت لگایا۔ آپؑ اس کے سائے میں بیٹھتے اور آرام کرتے ہیں لیکن کبھی یہ نہیں کہتے کہ میں یہ خدا کے لئے کر رہا ہوں۔ خضر علیہ السلام نے توبہ واستغفار کیا (اسرار الاولیاء) فرماتے ہیں، میں ان کے قریب گیا، سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا، چلے آؤ۔ پانی میں رستہ بن گیا میں ان کے پاس چلا گیا۔ فرمایا، میں چالیس برس سے نہیں سویا۔ اسی عرصہ میں دو پیالہ آش اور چار روٹیاں غیب سے آئیں، ہم نے کھایا۔ عشاء کی نماز میں نے ان کی اقتدا میں پڑھی۔ ہر رکعت میں دو ختمِ قرآن کیے۔ سلام پھیرنے کے بعد سر بسجود ہو کر ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور فرمایا اے اللہ! میں نے کوئی ایسی عبادت نہیں کی جو تیرے شایانِ شان ہو۔ صبح کی نماز کے بعد مجھے رخصت کیا اور وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

بغداد شریف کے بعد بخارا تشریف لے گئے خود ارشاد فرماتے ہیں ''پھر میں

روانہ ہو کر بخارا میں شیخ شرف الدین باخرزیؒ کے پاس پہنچا۔ یہ بڑے باعظمت اور پرہیبت شخص تھے' جب میں سامنے حاضر ہوا اور زمیں بوس کر چکا تو فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' میں بیٹھ گیا۔ آپؒ نے جتنی دفعہ میری طرف دیکھا' برابر ارشاد کرتے رہے ''یہ شخص اپنے زمانے کے مشائخ سے ہوگا اور ایک عالم اس کا مرید و پیرو ہوگا''۔ اس وقت ایک کالا کمبل حضرت کے کندھے پر پڑا ہوا تھا وہ میری طرف پھینکا اور حکم دیا۔ ''اسے اوڑھ لو'' میں نے تعمیل کی۔ میں وہاں کئی دن ان کی خدمت میں حاضر رہا''۔ (راحت القلوب)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے ان کی مشہور کتاب عوارف المعارف پڑھی۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی خدمت میں حاضر تھا' انہوں نے کہا ''جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے کسی بندے کو اپنا دوست بنائے تو ذکر کا دروازہ اس پر کھول دیتا ہے اور حیرت و دہشت کی سرائے میں اس کو جگہ دیتا ہے' جو اس کی عظمت و جلالت کا محل ہے' اس طرح ہر بندہ خدا تعالیٰ کی حفاظت و حمایت میں آجاتا ہے''۔ (راحت القلوب)

بدخشاں میں حضرت عبدالواحدؒ نواسۂ شیخ ذوالنون مصریؒ سے ملاقات کی۔ وہ ایک غار میں متوکلانہ زندگی گزارتے تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ فرماتے ہیں۔ ''حضرت عبدالواحد کے ساتھ غار میں تھا۔ دیکھا کہ وقتِ افطار کچھ دودھ اور کچھ خرمے ایک طباق میں لگے ہوئے ان بزرگ کے سامنے آئے۔ خرمے شمار میں دس تھے۔ ارشاد فرمایا کہ میرے واسطے ہر روز صرف پانچ خرمے آیا کرتے تھے' آج یہ دس تمہاری وجہ سے بھیجے گئے ہیں۔ آؤ دودھ پیو اور روزہ افطار کرو۔ میں تعظیم بجالایا اور کھانا کھالیا۔ اتنے میں بدخشاں کا خلیفہ آیا اور آداب بجالا کر کھڑا ہوگیا۔ پوچھا'' کیا

حاجت لائے ہو' بولا والی سیوستان نے میرا مال غصب کر لیا ہے'اجازت دیجئے کہ اس کا مقابلہ کروں'' حضرت مسکرائے اور سامنے پڑی ہوئی ایک لکڑی کو سیوستان کی طرف کر کے گویا ہوئے ''میں مارے دیتا ہوں'' خلیفہ یہ سن کر چل دیا۔ کچھ زمانہ نہ گزرا تھا کہ لوگ اس کا مال لے کر آئے اور قصہ سنانے لگے کہ والی سیوستان دربارِ عام میں بیٹھا احکام جاری کر رہا تھا کہ ایک لکڑی دیوار میں سے نمودار ہوئی اور ایسے زور سے اس کی گردن پر پڑی کہ گردن جدا ہوگئی۔ اس کے بعد آواز آئی کہ یہ شیخ عبدالواحد بدخشانیؒ کا ہاتھ تھا جس نے اس کو ہلاک کیا۔ (راحت القلوب)۔ حضرتؒ چند روز ان کی صحبت میں رہے اور آخر اجازت عنایت ہوئی۔

پھر فرماتے ہیں کہ ''ایک دن میں سیوستان میں شیخ اوحد کرمانیؒ کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے مجھے گلے لگایا اور فرمایا'' زہے سعادت کہ تم میرے پاس آئے ہو''۔

حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ سے ملاقات کے دوران راز و نیاز کی باتیں ہوئیں۔ حضرت عطارؒ نے حضرت باباصاحبؒ کے علوِ مرتبت اور ان سے پھیلنے والے وسیع فیوض و برکات کی پیشین گوئی فرمائی اور ''فریدالدین'' کا لقب عنایت فرمایا جو اتنا مشہور ہوا کہ آپ کے اصل نام پر غالب آ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لقب ''فرید الدین'' آپ کو بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا تھا۔ (جدید تذکرہ اولیائے پاک و ہند از ڈاکٹر ظہور الحسن شارب بحوالہ انوار العارفین فارسی)

ملتان میں حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ سے ملاقات ہوئی۔ مصافحہ کے بعد حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے دریافت کیا۔ ''اے فرید! کارِ خود تا کجا رسانیدہ'' اپنے کام کو کہاں تک پہنچایا ہے۔ میں نے کہا کہ اس کرسی کو، جس پر آپ تشریف فرما ہیں،

حکم دوں تو یہ ہوا میں اڑنے لگے۔ ابھی یہ جملہ پورا ادا بھی نہ ہوا تھا کہ کرسی ہوا میں معلّق ہوگئی۔ حضرت بہاؤالدین ؒ نے کرسی پر ہاتھ رکھ کر کرسی کو نیچے کرلیا اور فرمایا ''مولانا فرید! خوب مقام حاصل کیا ہے۔ (مرآۃ الاسرار)

بارگاہِ مرشد میں حاضری:

ملتان کے بعد دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ راحت القلوب میں خود آپ کا بیان ہے۔ ''یہاں (ملتان) سے دہلی روانہ ہوا' شیخ الاسلام قطب الدین بختیار اوشیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور جو بات کہیں نہ دیکھی تھی وہ یہاں پائی۔ خودکو ان کے دامنِ دولت سے وابستہ کرلیا اور بیعت کی نعمت سے مشرف ہوا۔ تین دن تک میرے پیر مجھے نعمت پر نعمت بخشتے رہے اس کے بعد فرمانے لگے۔ ''مولانا فرید! کارِتو تمام کردہ بودی آں گاہ بمن آمدی'' (مولانا فرید! تم نے اپنا کام پورا کیا ہوا تھا' پھر میرے پاس آئے ہو)

حضرت قطب الاقطابؒ نے غزنی دروازہ کے قریب ایک کمرہ آپؒ کے لئے مختص کر دیا اور خود ان کی تربیت وتہذیب میں مصروف ہو گئے۔ حضرت بابا صاحبؒ اسی کمرے میں عبادت و ریاضت فرمایا کرتے تھے۔ خانقاہ میں موجود افراد آپؒ کی عبادت و ریاضت اور حضرت قطب الاقطابؒ کے آپؒ کی ذات پر بے پایاں لطف و کرم کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپؒ ہفتہ میں دو بار حضرت قطب الاقطابؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے۔ اگرچہ خانقاہ میں ہر وقت ارادت مندوں اور طالبین کا اجتماع رہتا تھا' جن میں حضرت مولانا بدرالدین غزنویؒ اور حضرت شیخ احمد نہروانیؒ جیسے صوفیائے کرام بھی شامل ہوتے تھے' لیکن حضرت بابا فریدالدینؒ کی موجودگی میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ علم و معرفت کے دریا بہا دیتے تھے۔ چنانچہ

قطب الاقطابؒ کی تعلیم وتوجہ کے متعلق حضرت بابا فریدؒ فرماتے ہیں۔ جس وقت سے میں حضرت خواجہ علیہ الرحمتہ کے دامن سے وابستہ ہوں اور شرف بیعت سے مشرف ہوا ہوں اس وقت سے لے کر ہمیشہ جو معارف و کیفیات میرے پیر روشن ضمیر نے میرے دل پر وارد و طاری کیے ہیں ان میں مجھے ایسا لطف آتا ہے جو عمر بھر مجھے کسی بھی چیز میں کبھی نصیب نہیں ہوا''۔

کچھ عرصہ دہلی میں قیام پذیر رہنے کے بعد جب آپؒ نے محسوس کیا کہ حضرت قطب صاحبؒ کی خانقاہ میں ہجومِ خلائق سے مطلوبہ یکسوئی نصیب نہیں ہو رہی تو حضرتؒ سے اجازت لے کر ہانسی تشریف لے گئے جہاں آپ کو مکمل تنہائی میسر تھی۔ آپ دو ہفتے ہانسی میں رہتے اور دو ہفتے دہلی میں اپنے مرشد کی خانقاہ میں قیام پذیر رہتے تھے۔ برخلاف حضرت بدر الدین غزنویؒ اور دیگر عزیزوں کے کہ وہ ہمیشہ شیخؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔

حضرت غریب نوازؒ کی عنایات:

ایک دفعہ جب آپؒ دہلی میں خانقاہِ مرشد کے حجرہ میں مصروفِ ریاضت و عبادت تھے کہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت قطب صاحبؒ کے پاس دہلی تشریف لائے۔ حضرت قطب صاحبؒ سے حضرت فرید الدینؒ کے علم و عرفان، عبادت و ریاضت اور صلاحیت و قابلیت کی بات سنی تو خود حضرت قطب صاحبؒ کو ساتھ لے کر بابا صاحبؒ کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے۔ بابا صاحبؒ کو دیکھ کر قطب صاحبؒ سے فرمایا۔ ''بابا بختیار! اس جوان کو کب تک مجاہدے میں جلاؤ گے اسے کچھ عطا کرو''۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ قبلہ رو کھڑے ہو

گئے اور حضرت بابا صاحبؒ کو اپنے اور قطب صاحبؒ کے درمیان کھڑا کیا اور دونوں بزرگوں نے حضرت بابا صاحبؒ کے حق میں دعا کی اور اس قدر نعمت عطا کی کہ دائرۂ تحریر سے باہر ہے۔ اس موقع پر حضرت غریب نوازؒ نے فرمایا۔ ''فرید ایک ایسی شمع ہے جس سے سارا خانوادۂ درویشاں روشن ہوگا''۔ ان عظیم الشان لمحات پر کس کو رشک نہ آیا ہوگا۔ سید محمد مبارک کرمانیؒ مصنف کتاب سیر الاولیاء نے کیا خوب فرمایا۔

بخششِ کونین از شیخین شد درباب تو
بادشاہی یافتی زیں بادشاہانِ جہاں
مملکتِ دنیا و دیں گشتہ مسلّم مرترا
عالمِ کن گشتہ اقطاع تو اے شاہِ جہاں

حضرت بابا صاحبؒ اس کے بعد بھی مرشدِ روشن ضمیر حضرت بختیار کاکیؒ کی اجازت سے حضرت معین الدین چشتیؒ کی خدمتِ عالیہ میں اجمیر شریف حاضر ہوتے رہے اور حضرت خواجۂ بزرگؒ کی خانقاہِ عالیہ کے ایک حجرہ میں متعدد بار کئی کئی دن تک عبادت و ریاضت میں مصروف رہے اور خواجۂ خواجگانؒ نے بھی آپ کو نعمِ عرفانیہ سے خوب سرفراز فرمایا۔

ہانسی میں قیام:

دلی میں علومِ عرفانی اور مدراجِ روحانی کی تکمیل کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے آپؒ کو ہانسی جانے کا حکم فرمایا۔ آپؒ ہانسی تشریف لے گئے اور درس و تدریس اور رشد و ہدایت میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ وہاں آپؒ کا حلقۂ ارادت وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ یہاں آپؒ کے مستفیضین میں حضرت جمال الدین

ہانسوی ؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں' جو آپ ؒ کے محبوب مرید و خلیفہ ہوئے اور جن کے بارے میں آپ ؒ فرمایا کرتے تھے۔ ''جمال میرا جمال ہے'' اور عمر بھر آپ کا معمول رہا کہ جس کسی کو خلافت کے پروانہ سے نوازتے تو فرماتے ، جاؤ جمال الدین کے پاس جا کر اس پر مہر لگوالو۔ ایک دفعہ حضرت بابا صاحب ؒ نے حضرت علاؤ الدین صابر کلیری ؒ کو دہلی کی ولایت کا پروانہ دے کر حضرت جمال الدین ہانسوی ؒ کے پاس مہر لگوانے کے لئے بھیجا۔ آپ ؒ نے حضرت صابر کلیری ؒ کی جلالی کیفیت دیکھنے کے بعد وہ پروانۂ خلافت پھاڑ دیا۔ حضرت صابر کلیری ؒ نے واپس آ کر حضرت بابا صاحب ؒ سے ذکر کیا تو بابا صاحب ؒ نے فرمایا۔ ''جمال کا پھاڑا ہوا فرید الدین نہیں سی سکتا''۔ بعد ازاں حضرت بابا صاحب ؒ نے حضرت صابر کلیری ؒ کو کلیر کی ولایت کا پروانہ عنایت فرمایا۔

چلۂ معکوس:

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر ؒ نے ایک دفعہ اپنے پیرِ روشن ضمیر سے چلہ کشی کی اجازت طلب فرمائی۔ لیکن یہ بات حضرت قطب الاقطاب ؒ کے مزاج کے موافق نہ پڑی۔ فرمایا' چلہ کشی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے بجز شہرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بابا صاحب ؒ نے جواباً عرض کیا۔ حضور خوب جانتے ہیں کہ بندہ کو شہرت مقصود نہیں۔ حضرت ؒ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا ''اچھا کرنا ہے تو چلۂ معکوس کرو'' حضرت بابا صاحب ؒ کو معلوم نہ تھا کہ چلۂ معکوس کیا ہوتا ہے لیکن حضرت کی ہیبت اور اس پشیمانی کے سبب کہ حضرت کے ارشاد کے بعد میں نے جواب کیوں دیا' حضرت سے پوچھ بھی نہ سکے۔ چنانچہ بعد میں حضرت بدر الدین غزنوی ؒ سے کہا۔ اگر تمہیں معلوم ہے تو خود بتاؤ نہیں تو حضرت الشیخ ؒ سے پوچھ کر مجھے

ہانسویؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں' جو آپؒ کے محبوب مرید وخلیفہ ہوئے اور جن کے بارے میں آپؒ فرمایا کرتے تھے۔''جمال میرا جمال ہے''اور عمر بھر آپ کا معمول رہا کہ جس کسی کو خلافت کے پروانہ سے نوازتے تو فرماتے ،جاؤ جمال الدین کے پاس جا کر اس پر مہر لگوالو۔ایک دفعہ حضرت باباصاحبؒ نے حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ کو دہلی کی ولایت کا پروانہ دے کر حضرت جمال الدین ہانسویؒ کے پاس مہر لگوانے کے لئے بھیجا۔آپؒ نے حضرت صابر کلیریؒ کی جلالی کیفیت دیکھنے کے بعد وہ پروانۂ خلافت پھاڑ دیا۔حضرت صابر کلیریؒ نے واپس آ کر حضرت باباصاحبؒ سے ذکر کیا تو باباصاحبؒ نے فرمایا۔''جمال کا پھاڑا ہوا فریدالدین نہیں سی سکتا''۔بعدازاں حضرت باباصاحبؒ نے حضرت صابر کلیریؒ کو کلیر کی ولایت کا پروانہ عنایت فرمایا۔

چلۂ معکوس:

سیر الاولیاء میں ہے کہ حضرت فریدالدین مسعود گنجِ شکرؒ نے ایک دفعہ اپنے پیرِ روشن ضمیر سے چلہ کشی کی اجازت طلب فرمائی۔لیکن یہ بات حضرت قطب الاقطابؒ کے مزاج کے موافق نہ پڑی۔فرمایا' چلہ کشی کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس سے بجز شہرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔باباصاحبؒ نے جواباً عرض کیا۔حضور خوب جانتے ہیں کہ بندہ کو شہرت مقصود نہیں۔حضرتؒ نے تھوڑے توقف کے بعد فرمایا''اچھا کرنا ہے تو چلۂ معکوس کرو''حضرت باباصاحبؒ کو معلوم نہ تھا کہ چلۂ معکوس کیا ہوتا ہے لیکن حضرت کی ہیبت اور اس پشیمانی کے سبب کہ حضرت کے ارشاد کے بعد میں نے جواب کیوں دیا' حضرت سے پوچھ بھی نہ سکے۔چنانچہ بعد میں حضرت بدرالدین غزنویؒ سے کہا۔اگر تمہیں معلوم ہے تو خود بتاؤ نہیں تو حضرت الشیخؒ سے پوچھ کر مجھے

بتاؤ۔ حضرت بدرالدین غزنویؒ نے حضرت قطب الاقطابؒ سے دریافت کیا تو آپؒ نے فرمایا۔ چلۂ معکوس یہ ہے کہ چالیس رات پاؤں میں رسی باندھ کر کسی کنوئیں میں الٹے لٹک کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو۔ چنانچہ حضرت بابا صاحبؒ ایسے مقام کی تلاش میں نکلے جہاں مسجد ہو' مسجد میں کنواں ہو' کنویں کے پاس درخت ہو' درخت کی شاخیں کنوئیں کے سر پر چھائی ہوں' مؤذن دیندار، معاون و راز دار ہو۔ پھرتے پھراتے ''اُچ'' میں یہ تمام چیزیں یکجا ملیں۔ اس مسجد کا مؤذن رشید الدین مینائی ہانسی کا رہنے والا تھا اور آپؒ کا عقیدت مند تھا۔ عشاء کی نماز کے بعد آپؒ کے پاؤں میں رسی باندھ کر آپؒ کو کنوئیں میں الٹا لٹکا دیتا۔ آپؒ صبح صادق تک عبادت میں مصروف رہتے اور صبح صادق کے وقت مؤذن آپ کو باہر نکال لیتا۔

وصال مرشد:

اسی زمانے میں دلی میں ایک دن حضرت علی سجستانیؒ کی خانقاہ میں مجلسِ سماع تھی' حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ بھی شریک ہوئے۔قوال جب اس شعر تک پہنچا۔

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تو حضرت قطب صاحبؒ پر ایسی وجدانی کیفیت طاری ہوئی کہ اہلِ محفل حیران رہ گئے۔ میرِ مجلس نے قوال کو اسی شعر کے تکرار کا حکم فرمایا۔ صرف نماز کے اوقات میں سماع بند ہوتا۔ اس کے علاوہ دن رات اسی شعر کا تکرار جاری رہا۔ چوتھے روز جب حضرت قطب الاقطابؒ کی حالت زیادہ نازک ہوئی تو حضرت شیخ حمید الدین ناگوریؒ کے پوچھنے پر کہ آپ کا جانشین کون ہوگا ،فرمایا۔ جو خرقہ مجھے خواجہ

خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ نے عنایت فرمایا تھا' وہ میرا خاص مصلی، عصا اور نعلین چوبیں شیخ فرید الدین مسعودؒ کے حوالے کر دینا''۔ بات واضح تھی کہ آپ نے اپنے بہت سے خلفائے کاملین اور اپنے بیٹوں سیّد محمد اور سیّد محمود جو اولیائے کاملین سے تھے، کی بجائے حضرت بابا صاحبؒ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔

ادھر ہانسی میں حضرت بابا صاحبؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت قطب الاقطابؒ کو بارگاہِ خداوندی میں طلب کیا جا رہا ہے۔ آپؒ دہلی کے لئے روانہ ہو پڑے۔ راستہ ہی میں حضرت ناگوریؒ کے قاصد سے ملاقات ہوئی جس نے حضرت قطب الاقطابؒ کے وصال کی دل خراش خبر سنائی۔ آپؒ دہلی تشریف لے گئے اور مرشد کے مزار کی زیارت کی۔ بعد ازاں حضرت قطب الاقطابؒ کے تمام خلفاء نے جمع ہو کر حضرت بابا صاحبؒ کو قطبِ عالم کا جانشین تسلیم کیا اور اسی مجلس میں حضرت حمید الدین ناگوریؒ نے حسبِ وصیتِ شیخ تمام تبرکاتِ شیخ حضرت بابا صاحبؒ کے حوالے کئے۔

آپؒ نے دو رکعت نفل پڑھ کر خرقہ پہنا اور مرشدِ گرامی کی خانقاہ میں قیام فرمایا اور پھر کاشانۂ قطبؒ میں انؒ کے ان گنت ارادتمندوں نے آپؒ سے بیعت کی۔ آپؒ خانقاہِ قطب الاقطابؒ میں ایک ہفتہ سے زیادہ نہ ٹھہرے اور پھر ہانسی چلے آئے۔ ہوا یوں کہ سرہنگا نامی ایک مجذوب جو آپؒ سے والہانہ عشق رکھتا تھا اور ہانسی سے آپؒ کے ساتھ آیا تھا، جب بابا صاحبؒ کی زیارت کے لئے خانقاہ میں جانے لگا تو دربان نے اسے پاگل سمجھ کر روک لیا' اس نے بہت منت سماجت کی لیکن دربان نے اسے نہ جانے دیا۔ چند دنوں بعد جب بابا صاحبؒ خانقاہ سے باہر تشریف لائے تو

سرہنگا موقع پا کر آپؒ کے قدموں میں گر پڑا اور عرض کیا۔ حضور! ہانسی میں بلا روک ٹوک آپ کا دیدار میسر تھا اب یہاں بڑے بڑے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور میں محروم ومجبور۔ آپ نے سرہنگا کے اس جملے کو غیبی اشارہ سمجھا اور محسوس کیا کہ یہاں رہ کر سلسلہ کو فروغ نہیں مل سکے گا تو آپؒ نے ہانسی جانے کا ارادہ کر لیا۔ اربابِ طریقت نے عرض کیا کہ حضرت قطب الاقطابؒ نے آپ کو اپنی جگہ مقرر فرمایا ہے اس لئے آپؒ کو دہلی سے نہیں جانا چاہئے تو آپؒ نے فرمایا میرے پیر ومرشد نے مجھے جو نعمت عطا فرمائی ہے وہ محدود نہیں اور میرے ہمراہ ہے۔ یہاں بھی وہی ہے وہاں بھی وہی۔ بعد کے حالات وواقعات نے ثابت کیا کہ آپ کا یہ فیصلہ درست تھا۔

پاکپتن آمد:

حضرت بابا صاحبؒ طبعاً عزلت پسند تھے، ہانسی میں بھی ہجومِ خلائق زیادہ ہوا تو وہاں جمال الدین ہانسویؒ کو اپنا نائب وخلیفہ بنا کر خود اپنے آبائی گاؤں کھتوال تشریف لے گئے۔ یہاں بھی لوگوں نے اس چشمۂ صافی سے سیراب ہونے کیلئے رجوع کیا تو والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر ایک ایسی جگہ کی تلاش میں نکلے جہاں مخلوق ان کی تنہائی میں مخل نہ ہو۔ پھرتے پھرتے اجودھن کے مقام پر پہنچے جہاں جنگل تھا آس پاس کی آبادی میں غیر مسلموں کی کثرت تھی۔ مسلمان بھی کج خلق اور اپنی باطنی اصلاح سے بے پروا تھے اس لئے آپؒ نے اسی جگہ کو اپنی سکونت کے لئے پسند فرمایا۔

کے نیچے ایک تیز دھار چھرا چھپا کر آپ کے پاس پہنچا۔ حضرت باباصاحبؒ اس وقت حالتِ سجدہ میں تھے۔ آپ نے سجدہ ہی میں فرمایا۔ یہاں کوئی موجود ہے؟ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اس وقت موجود تھے انہوں نے عرض کیا' آپ کا غلام نظام الدین حاضر ہے۔ سجدہ ہی میں فرمایا یہاں ایک قلندر کھڑا ہے جو کانوں میں سفید رنگ کے مندرے پہنے ہوئے ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اثبات میں جواب دیا تو باباصاحبؒ نے فرمایا۔ اس شخص کی کمر کے ساتھ چھرا بندھا ہے اور وہ میرے قتل کے ارادے سے آیا ہے اس سے کہہ دو کہ اپنی عاقبت خراب نہ کرے اور یہاں سے چلا جائے۔ اس سوال و جواب سے قلندر پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ وہ بھاگ گیا اور قاضی کے پاس جا کر صاف کہہ دیا کہ ایسے مردِ خدا کو قتل کرنا میرے بس میں نہیں۔

گنجِ شکر:

آپؒ کے لقب ''گنجِ شکر'' کے شہرت پذیر ہونے کی چار وجوہات تذکرہ نگاروں نے تحریر فرمائی ہیں۔

تاریخِ فرشتہ میں ہے کہ آپ کو بچپن میں شکر سے زیادہ رغبت تھی۔ آپؒ کی والدہ نے آپ کو نماز کا عادی بنانے کے لئے کہا کہ جو پانچوں نمازیں وقت پر ادا کرتا ہے اور صبح کو نماز سویرے اٹھ کر ادا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے شکر کی پڑیا عطا کرتے ہیں اور خود ہر صبح آپ کو مصلّٰی بچھا کر دیتیں اور اس کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتیں۔ آپ صبح سویرے نماز پڑھ کر مصلّٰی کے نیچے سے پڑیا اٹھاتے اور شکر کھا لیتے۔ یہ معمول کئی سال تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ آپ کی عمر مبارک بارہ سال کی ہوگئی۔ یہ سمجھ کر کہ بیٹا اب سمجھدار ہوگیا ہے اور نماز کا عادی بھی' والدہ نے مصلّٰی کے نیچے شکر رکھنا چھوڑ دیا۔ چند

دن کے بعد بیٹے کو سمجھانے کے لئے شکر کا تذکرہ کیا ہی تھا کہ بیٹا بولا' مجھے تو روزانہ شکر کی پڑیا ملتی ہے۔ والدہ ماجدہ سمجھ گئیں کہ یہ غیب سے ہے اور اپنے بیٹے کو'' گنجِ شکر'' کہنا شروع کر دیا۔

سیر الاولیاء میں ہے کہ جب بیعت کے بعد حضرت بابا فرید الدینؒ نے حضرت قطب الاقطابؒ سے مجاہدہ کی اجازت طلب کی تو حضرت نے مسلسل تین روزے رکھنے کو کہا اور فرمایا تین دن کے بعد جو غیب سے میسر آئے اس سے روزہ افطار کرنا۔ تیسرے دن ایک آدمی روٹیاں لایا، سمجھا کہ یہ غیب سے ہے، روزہ افطار کر لیا۔ روٹی کھانے کے فوراً بعد متلی ہوئی اور قے ہو گئی۔ آپؒ نے یہ سارا واقعہ قطب صاحبؒ سے عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ تم نے تین روز کے بعد جو غذا کھائی وہ ایک شرابی و جواری کا کھانا تھا۔ عنایتِ الٰہی تمہارے شامل حال تھی کہ وہ کھانا تمہارے معدے نے قبول نہ کیا۔ اب تم تین روزے اور رکھو اور غیب سے جو کچھ ملے اس کے افطار کرو۔ آپؒ نے حکمِ مرشد کی تعمیل میں تین روزے رکھے۔ تین دن کے بعد افطار کے لئے کچھ میسر نہ آیا۔ رات کو جب ضعف غالب آیا اور بھوک نے بے قرار کیا تو چند کنکریاں منہ میں ڈال لیں۔ اللہ کی قدرت سے وہ کنکر شکر ہو گئے۔ اس خیال سے کہ شاید شیطان کا دھوکا ہو' پھینک دیئے۔ جب پھر ضعف غالب آیا تو چند کنکر منہ میں رکھے، شکر ہو گئے، پھر اسی خیال سے تھوک دیئے۔ تین چار بار ایسا ہوا تو معلوم کیا کہ یہ نعمتِ الٰہی ہے۔ صبح جا کر حضرت قطب الاقطابؒ سے عرض کیا تو حضرتؒ نے فرمایا۔ غیب سے یہی مقرر تھا۔ تم شکر کی طرح شیریں رہو گے اور گنجِ شکر کے لقب سے عزت و شہرت پاؤ گے۔ آپؒ جب حضرتؒ کے پاس سے واپس آئے تو ہر کوئی آپ کو گنجِ شکر کہہ کر

پکار رہا تھا۔ حکیم سنائی نے کیا خوب کہا:

سنگ در دستِ تو گہر گردد
زہر در کامِ تو شکر گردد

اخبار الاخیار میں ہے کہ ایک سوداگر گاڑی پر شکر لادے ملتان سے دہلی جا رہا تھا۔ جب اجودھن سے گزرا تو حضرت بابا صاحبؒ کھڑے ملے۔ حضرتؒ نے اس سے پوچھا "گاڑی میں کیا لدا ہے"۔ سوداگر نے آپ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے ٹالنے کی غرض سے کہا "نمک ہے بابا" آپؒ نے فرمایا 'اچھا نمک ہی ہوگا۔ سوداگر نے منزل پر پہنچ کر بورے کھولے تو یہ دیکھ کر اس کی حیرانی کی حد نہ رہی کہ بوروں میں شکر کی بجائے نمک بھرا ہوا ہے۔ فوراً اسے اجودھن میں اپنا بولا ہوا جھوٹ اور حضرتؒ کا کلمہ یاد آیا۔ سخت پشیمانی کے عالم میں اجودھن آ کر اپنے جھوٹ اور گستاخی کی معافی مانگی۔ حضرتؒ نے اسے آئندہ جھوٹ نہ بولنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ "بوروں میں شکر تھی تو ان شاءاللہ شکر ہی ہوگی"۔ سوداگر نے جھوٹ سے توبہ کی اور جا کر بوروں کو دیکھا تو ان میں شکر ہی بھری ہوئی تھی۔ اس واقعہ کی شہرت ہوئی تو لوگ آپ کو گنجِ شکر کہنے لگ گئے۔ بیرم خان خانخاناں اس واقعہ کو نظم کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

کانِ نمک، جہانِ شکر، شیخِ بحر و بر
آں کز شکر نمک کند و از نمک شکر

مرأۃ الاسرار میں ہے "قیام دہلی کے دوران آپ نے لگاتار سات روزے رکھے لیکن افطار کرنے کے لئے غذا نہ ملی، ضعف بہت زیادہ ہوگیا، اسی حالت میں اپنے پیرِ روشن ضمیر کی خدمت میں جانے لگے۔ کیچڑ بہت زیادہ تھی، ضعف کے باعث

پاؤں پھسلا اور گر پڑے۔ سارا بدن کیچڑ میں لت پت ہو گیا اور تھوڑی سی کیچڑ منہ میں بھی چلی گئی۔ جو مٹی منہ میں گئی تھی فوراً شکر بن گئی۔ حضرت قطب الاقطابؒ نے سارا واقعہ سن کر فرمایا' اس میں کیا تعجب ہے۔ اللہ تعالیٰ تیرے وجود کو ہی گنجِ شکر کر دے گا۔

الحق یعلوا:

ایک جوگی جو اجودھن میں مقیم تھا' جوگ کی بہت سی مشقیں کر چکا تھا اور حبسِ دم میں بھی ماہر تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ ہفتہ میں صرف ایک بار گائے کا دودھ پیتا تھا' اس کے بے شمار معتقدین آٹھویں دن اس کے لئے دودھ لاتے تھے۔ جتنا بھی دودھ آتا' وہ سارا پی جایا کرتا تھا۔ اس نے جب حضرت بابا صاحبؒ کی شہرت سنی تو آپ کی بزرگی آزمانے کے لئے چیلوں سمیت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دل میں یہ امتحان مقرر کیا کہ اگر حضرت کامل ہیں تو میرے کانوں سے سونے کی مندریاں خود بخود نکل کر زمین پر گر پڑیں گی۔ حضرت بابا صاحبؒ پر اللہ کے فضل و کرم سے اس کے دل کا سارا حال منکشف ہو گیا اور جب آپؒ نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو فوراً کانوں کی مندریاں نکل کر زمین پر گر پڑیں۔ فوراً اس نے دل میں خیال کیا کہ اگر یہ مندریاں پیوندِ زمین ہو جائیں، بیج کی طرح اُگ آئیں اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں تو حضرتؒ کی کرامت ہو گی۔ اللہ کے فضل سے وہ مندریاں فوراً زمین میں دھنس گئیں فوراً وہاں پودے اُگ آئے اور ان میں شاخیں بھی نکل آئیں۔ ان دونوں امتحانوں کے بعد وہ آپ کا معتقد تو ہو گیا تھا لیکن آخری امتحان کے طور پر بابا صاحبؒ سے عرض کی کہ میں غائب ہوتا ہوں اور آپ مجھے تلاش کر کے لے آئیے۔ یہ کہہ کر وہ زمین پر چت لیٹ گیا اور جوگ کی مشق کے ذریعے اس نے اپنی روح جسم سے نکال

لی۔ حضرتؒ نے مراقبہ کیا تو دیکھا کہ جوگی کی روح عالمِ ملکوت کی سیر کر چکی ہے اور اب اِدھر اُدھر بھٹک رہی ہے' آپؒ نے اس کی روح کو روک کر ارشاد فرمایا۔ اب اس کے آگے نہ بڑھنا ورنہ نقصان ہوگا۔ یہاں تک بھی تیری رسائی محض اس وجہ سے ہو سکی ہے کہ تو حق کی متلاشی ہے۔ اس کے آگے جانے کا شوق ہے تو ایمان کی قوت پیدا کر۔ یہ سن کر اس کی روح واپس آ گئی۔ جوگی اٹھ بیٹھا اور آپ کے قدموں پر گر پڑا اور آپؒ کے دستِ حق پرست پر ایمان و بیعت سے مشرف ہوا۔ کچھ عرصہ حضرتؒ کی خدمت میں رہ کر ریاضات و مجاہدات میں مشغول رہا۔ بعد ازاں حضرت نے اسے سیستان کی ولایت عطا فرما کر سیستان بھیج دیا۔

تھوڑے ہی عرصہ میں نہ صرف اس نواح کے لوگ آپؒ کے عقیدت مند ہوئے بلکہ دور دور تک کے عقیدت مند آپؒ کی خدمت میں اجودھن آنا شروع ہو گئے۔

فقرِ غیور:

والی اجودھن نے اپنے کارکنوں کے ہاتھ دو گاؤں کی مثال اور دو سو تنکہ نقد حضرتؒ کی خدمت میں بھیجے۔ آپؒ نے فرمایا میں یہ قبول نہیں کر سکتا' نہ یہ میرے مشائخ کی سنت ہے' یہ واپس لے جاؤ اور کہہ دو کہ اس کے طالب اور بہت ہیں، ان کو دے دو۔

سلطان ناصر الدین نے غیاث الدین بلبن کے ہاتھ چار آباد دیہات کی مثال اور کچھ نقد رقم بھیجی' آپؒ نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ یہ درویشوں کے شایانِ شان نہیں۔

اجودھن میں ہی آپ نے تین یا چار شادیاں بھی کیں' ان ازواج میں غیاث الدین بلبن کی صاحبزادی نہریزہ اور شیخ نصر اللہ کی صاحبزادی بی بی کلثوم بھی شامل

تھیں۔آپؒ کے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔فقرِ خود اختیاری کے سبب آپؒ کی اپنی زندگی بھی متوکلانہ تھی اور اہل خانہ بھی متوکلانہ زندگی گزارتے تھے۔

کھانے پینے کے لئے قرض لینا آپؒ کو بہت ناپسند تھا۔ایک روز مولانا جمال الدین ہانسویؒ جنگل سے کریر کے ڈیلے اور مولانا بدرالدین اسحٰقؒ لکڑیاں لائے۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے ان کو ابالنے کے لئے چولہے پر چڑھا دیا۔ اتفاق سے اس دن لنگر خانے میں نمک موجود نہ تھا۔حضرت نظام الدینؒ بازار گئے اور نمک قرض لے آئے اور ڈیلوں میں ڈال دیا۔ جب دسترخوان بچھایا گیا۔حضرت بابا صاحبؒ نے لقمہ اٹھایا مگر فوراً ہی واپس رکھ دیا اور فرمایا لقمہ گراں ہے،کوئی شبہ والی بات معلوم ہوتی ہے۔حضرت نظام الدینؒ سے نمک قرض لانے کا سنا تو فرمایا'درویش اگر فاقے سے مر بھی جائیں تو بھی لذتِ نفس کے لئے قرض نہیں لیتے۔

ایک دن کچھ درویش آپؒ کی خدمت میں آئے اور حقارت سے کہنے لگے ہم نے سارا جہاں چھان مارا ہے لیکن کوئی درویش نظر نہیں آیا۔آپؒ نے ان سے فرمایا' بیٹھو تمہیں درویش بھی دکھا دیں گے لیکن انہوں نے پروا نہ کی اور چلے گئے۔آپؒ نے فرمایا،دیکھ لو گے۔جب اجودھن سے باہر نکلے تو ایسی زہریلی ہوا کا شکار ہوئے کہ ان میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔

ایک دفعہ ایک سائل آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے کچھ عنایت کر کے رخصت کیا۔جاتے وقت اس کی نظر آپؒ کی جانماز پر پڑی ہوئی کنگھی پر پڑ گئی۔ کہنے لگا'یا شیخ!اگر یہ کنگھی مجھے عنایت ہو تو میرے لئے باعثِ خیر و برکت ہوگی۔آپؒ نے فرمایا''ترا و برکاتِ ترا در آب غرق کردیم'' جب وہ رخصت ہو کر اجودھن سے باہر

آیا۔ دریا میں غسل کرنے لگا تھا کہ غرق ہو گیا۔

جب غیاث الدین بلبن ناصر الدین کی طرف سے تحفے لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تھا تو بلبن کے دل میں خیال آیا کہ سلطان ناصر الدین کے ہاں بیٹا نہیں ہے۔ آپؒ نے اس کے دل کے خطرے سے آگاہ ہو کر فرمایا۔

فریدونِ فرخ فرشتہ نہ بود
از عود و عنبر سرشتہ نہ بود
ز داد و دہش یافتہ نیکوئی
تو داد و دہش کن فریدوں توئی

غیاث الدین بلبن بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور خاموش رہا۔ پس سلطان ناصر الدین نے وفات پائی اور اس کی جگہ غیاث الدین بلبن تخت نشین ہوا۔

سماع:

سماع سنتے وقت آپؒ پر وجد و کیفیت طاری ہو جاتی تھی، گھنٹوں اسی کیفیت میں رہتے، بعض اوقات تو یہ کیفیت دنوں تک پہنچ جاتی تھی۔ آپؒ کے وجد و حال کی یہ کیفیت کسی محفل سماع ہی کی محتاج نہ ہوتی تھی۔ کسی شعر یا کسی جملے پر بھی یہ کیفیت ہو جایا کرتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا بدر الدین اسحٰقؒ کو فرمایا کہ حمید الدین ناگوریؒ کا خط پڑھ کر سناؤ۔ مولانا نے خط پڑھ کر سنانا شروع کر دیا' اس میں حمد و نعت کے بعد تحریر تھا۔

فقیر حقیر ضعیف نحیف محمد عطا کہ بندۂ درویشان است واز سر و دیدہ خاکِ قدمِ

ایشاں۔بس اس قدر سننا تھا کہ حضرتؒ پر وجد طاری ہو گیا اور یہ رباعی پڑھنے لگے۔

آں عقل کجا کہ در کمالِ تو رسد
آں روح کجا کہ در جلالِ تو رسد
گیرم کہ تو پردہ گرفتی ز جمال
آں دیدہ کجا کہ در جمالِ تو رسد

اکثر جب آپؒ پر کیفیت طاری ہوتی تو بعد میں یہ شعر بار بار پڑھتے

نظامی آنچہ اسرار است کز خاطر عیاں کردی
کسے سرش نمی داند زباں درکش زباں درکش

خصوصاً اس کا دوسرا مصرعہ آپ کثرت سے دہراتے تھے

کسے سرش نمی داند زباں درکش زباں درکش

ایک دفعہ آپؒ کے سامنے سماع کی حلت وحرمت پر گفتگو ہو رہی تھی تو فرمایا۔ ''سبحان اللہ! کوئی تو جل کر راکھ ہو جائے اور دوسرے ابھی اختلاف میں پڑے ہوں''۔

سماع سے متعلق آپ کے مسلک کو آپ کے محبوب خلیفہ حضرت جمال الدین ہانسویؒ نے بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے' فرماتے ہیں۔

تا حکمِ سماع را بدانی درحال
در حرمت و حلتش سخن گفت جمال
اصحابِ نفوس را حرام است حرام
اربابِ قلوب را حلال است حلال

اکثر خود بھی ذوق آفریں اشعار پڑھتے تھے اور بار بار پڑھتے تھے ایک دفعہ مختلف درویشوں کی کیفیتِ وصال بیان فرماتے ہوئے بار بار یہ شعر پڑھتے۔

در کوئے تو عاشقاں چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

ایک دن زار زار روئے اور یہ شعر ان کی زبان پر تھا۔

چہ نیکو بود وقتِ مردن اگر
سلامت برم رختِ ایماں بگور

حضرتؒ بار بار یہ شعر پڑھتے اور منہ آسمان کی طرف اٹھا اٹھا کر فرماتے ''الٰہی! اس درویش کی درخواست ہے کہ ایمان کی سلامتی کے ساتھ تو اس کو اس جہاں سے اٹھا''۔ آپؒ یہ رباعی بہت پڑھتے تھے۔

خواہم کہ ہمیشہ در رضائے تو زیم
خاکی شوم و زیرِ پائے تو زیم
مقصودِ منِ خستہ زکونین توئی
از بہرِ تو میرم و برائے تو زیم

بشارتِ جنت:

ملتان سے ایک نو وارد حضرتؒ کی خدمت میں آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت بہاؤ الدین زکریاؒ نے سارے شہر میں اعلان کرایا کہ آج کے دن جو شخص بھی بہاؤ الدین زکریاؒ کا چہرہ دیکھ لے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا اور خود حضرتؒ نے سواری پر پورے شہر کا گشت لگایا۔ یہ واقعہ سن کر حضرت بابا صاحبؒ پر کیفیت طاری ہو

گئی اور فرمایا'' اگر بہاؤ الدین بھائی نے یہ اعلان کرایا ہے کہ جو آج ان کا چہرہ دیکھ لے گا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا تو میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں دنیا میں مسلمانوں میں سے جو شخص میرا ہاتھ پکڑے گا یا مجھ سے مصافحہ کرے گا یا میرے فرزندوں کا یا میرے مریدوں کا یا میرے خانوادے میں سے کسی کا ہاتھ تھام لے گا۔ وہ دوزخ میں نہیں لے جایا جائے گا۔ یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ میرے پیر حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے مجھ سے ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا اسکے بعد سے روزانہ ہزار مرتبہ میرے دماغ میں یہ آواز گونجتی ہے کہ فرید الدینؒ اجودھنی خدا کا نیک بندہ ہے''۔

حضرت کے معمولات:

حضرت بابا صاحبؒ کی زندگی بڑی باقاعدہ تھی اور وہ اپنے معمولات پر سختی سے پابند رہتے تھے۔ لگاتار روزے رکھتے لیکن سحری کے وقت کچھ نہیں کھاتے تھے۔ افطار کے وقت تھوڑی سی روٹی کھاتے تھے اور منقیٰ کا شربت تھوڑا سا پیا کرتے تھے۔ ہر روز صبح غسل فرمانا آپؒ کا معمول تھا۔ ہر روز صبح کی نماز کے بعد دو گھنٹے سجدے میں رہتے تھے۔ جب آپؒ عبادت میں مشغول ہوتے تو حجرے کا دروازہ بند کر دیا جاتا اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ ہوتی۔ ظہر کی نماز کے بعد بابا صاحبؒ ملنے والوں سے ملتے تھے اور جب تک وہ ہر آنے والے کے مسائل اور دشواریوں کو حتی الامکان حل نہ کر لیتے' اندر نہیں جاتے تھے۔ فرماتے تھے اگر ایک بھی شخص حاجتمند دروازے پر موجود ہو تو عبادت و ریاضت میں کوئی مزہ اور مسرت نہیں۔ ہر شب آدھی رات تک آپؒ کا دروازہ ملنے والوں کے لئے کھلا رہتا تھا۔ مجلس میں ہمیشہ علمی و عرفانی گفتگو رہتی تھی۔

وصال:

ذوالحج ۶۶۳ھ کے آخری ایام میں آپؒ کی بیماری نے شدت اختیار کر لی اور آپ کو بے ہوشی کے دورے پڑنے لگے۔ لیکن اس کے باوجود آپ کی کوئی نماز، حتیٰ کہ نفلی عبادت بھی قضا نہ ہوئی اور وظائف اور اوراد بھی وقت پر ادا ہوتے رہے۔ چار محرم ۶۶۴ھ دہلی سے سیّد محمد کرمانیؒ تشریف لائے ان سے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا حال پوچھنے کے بعد حضرت مولانا بدرالدین اسحٰقؒ سے فرمایا کہ جو تبرکات مجھے سلسلہ بہ سلسلہ حضرتؒ سے پہنچے ہیں وہ نظام الدین بدایونیؒ کا حق ہے، ان کو پہنچا دینا۔

نمازِ مغرب کے بعد آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہو گئی، عشاء کی نماز باجماعت ادا کی، پھر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آنے کے بعد آپؒ نے سوال کیا: میں نے نمازِ عشاء پڑھ لی ہے؟ عرض کیا گیا، جی ہاں! آپؒ نے پڑھ لی ہے۔ فرمایا ایک بار پھر پڑھ لوں، دوبارہ نمازِ عشاء ادا کی اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آتے ہی پھر وہی سوال دہرایا۔ عرض کیا گیا، آپؒ دو دفعہ عشاء کی نماز پڑھ چکے ہیں فرمایا ایک بار پھر پڑھ لوں، ممکن ہے پھر موقع نہ ملے۔ یہ فرما کر آپؒ نے عشاء کی نماز مع وتر ادا کی۔ پھر فرمایا نظام الدین دہلی میں ہیں، میں بھی اپنے شیخ کے انتقال کے وقت موجود نہ تھا، ہانسی میں تھا۔

پھر تازہ وضو کیا اور اس کے بعد سر سجدہ میں رکھ دیا۔ سجدہ ہی کی حالت میں آپؒ نے بآواز بلند یاحی یا قیوم کہا اور جاں جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون. یہ واقعہ جمعرات کی رات پانچ محرم ۶۶۴ھ کا ہے۔

خلفائے کرام:

آپؒ کے خلفاء بے شمار ہیں جن کا مکمل رجسٹر حضرت مولانا جمال الدین ہانسویؒ کے پاس تھا۔ لیکن بعض ایسے خلفاء جن سے سلسلہ عالیہ کو بہت فروغ ہوا، مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رحمتہ اللہ علیہ۔

۲۔ حضرت مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ۔

۳۔ حضرت شیخ نجیب الدین متوکل رحمتہ اللہ علیہ۔

۴۔ حضرت شیخ بدر الدین سلیمان رحمتہ اللہ علیہ۔

۵۔ حضرت مولانا جمال الدین ہانسوی رحمتہ اللہ علیہ۔

۶۔ حضرت مولانا بدر الدین اسحٰق رحمتہ اللہ علیہ۔

الٰہی تابود خورشید و ماہی
چراغِ چشتیاں را روشنائی

ارشاداتِ عالیہ:

☆ایک دفعہ آپ نے فرمایا ''چالیس برس تک جو کچھ خدا نے فرمایا' بندہ مسعودؒ نے کیا۔ اب چند سال سے جو کچھ مسعودؒ کے دل میں خطرہ ہوتا ہے یا مانگتا ہے، پاتا ہے۔

☆ایک دن ارشاد فرمایا۔ جو خدا کے کام میں لگا ہوا ہے' خدا اس کے کام بناتا رہتا ہے اور جس کے تمام افعال رضائے دوست کے موافق ہوتے ہیں' خدا بھی

اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں کرتا۔

☆ فوائد الفواد میں ہے کہ ''حضرتؒ اکثر ہر شخص کو دعا دیتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تجھے دردِ محبت بخشے۔ وہ شخص حیران ہوتا کہ یہ کیسی دعا ہے لیکن یہ دعا ازبس بابرکت ہے''۔

☆ اے درویش! تو اپنے مالک کا طالب رہ' تاکہ تمام چیزیں جو تیرے مالک کی ملک میں ہیں تیری طلب گار ہو جائیں۔

☆ جو چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہو وہ تلاوتِ قرآن مجید میں مشغول ہو۔

☆ حضوریٔ قلب حاصل نہیں ہو سکتی جب تک لقمۂ حرام اور اہل دنیا سے اجتناب نہ کیا جائے۔

☆ دشمن کو عقلمندی سے دور کر اور دوست کو تواضع سے غلام بنا۔

☆ اپنے آپ کو حصولِ جاہ کے لئے بے قدر نہ کر۔

☆ اپنے عیب سے اندھا نہ ہو۔

☆ اگر آسودگی چاہتا ہے تو حسد نہ کر۔

☆ چار چیزوں کے بارے میں سات سو مشائخ سے سوال کیا گیا سب نے ایک ہی جواب دیا۔

(i) سب سے زیادہ عقلمند گناہوں کو چھوڑنے والا ہے۔

(ii) دانا اور حکیم وہ ہے جو کسی چیز پر غرور نہ کرے۔

(iii) سب سے زیادہ مالدار اور غنی قناعت کرنے والا ہے۔

(iv) سب سے زیادہ محتاج اور غریب تارکِ قناعت ہے۔

☆ جو درویش دنیا میں مصروف رہتا ہو اور جاہ و رفعت کا طلب گار ہو، سمجھ لو کہ وہ

درویش نہیں بلکہ طریقت کا مرتد ہے۔

☆ محبت میں سچا وہ ہے جو ذکرِ دوست کے سوا کسی کو پسند نہ کرے۔

☆ خوفِ خدا اس کے عدل سے ہے اور رجا اس کے فضل سے ہے۔ اللہ کے دربار میں عزیز ترین آدمی وہ ہے جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہوں۔

☆ راہِ قبول پر چلنے والے کی علامت یہ ہے کہ جس طرح بھی ہو جمعہ کی رات جاگ کر گزارے اور اس میں ذکر یا تلاوت یا نماز پڑھتا رہے لیکن نماز افضل ہے کیونکہ ارشاد ہے الصلوٰۃ معراج المؤمنین۔

☆ سمرقندی کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو چار چیزوں سے غافل رہتے ہیں۔

(i) جو غم میں مبتلا ہو اور یہ آیتِ کریمہ نہ پڑھے لا الہ اِلا انت سبحانک انی کنت من الظالمین.

(ii) جو کسی سے ڈرتے ہوں اور حسبی اللّٰہ و نعم الوکیل نہیں پڑھتے۔

(iii) جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں اور یہ آیت نہیں پڑھتے۔ افوض امری الی اللّٰہ ان اللّٰہ بصیر بالعباد.

(iv) جو بہشت کے مشتاق ہیں اور یہ نہیں پڑھتے۔ ماشاء اللّٰہ لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ.

☆ اگر چاہے کہ مسلمان مرے اور صالحین کے درجے میں پہنچے تو یہ آیت پڑھا کرے۔ فاطر السمٰوت والارض. انت ولی فی الدنیا والاخرۃ. توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین.

☆ بیماروں کی شفایابی یا کسی بھی مہم کے لئے اکتالیس بار سورۃ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ ہر بار تعوذ اور تسمیہ اس طرح پڑھے کہ تسمیہ کے رحیم کی میم الحمد کے لام سے مل جائے۔ پھر اس کے بعد مریض پر پھونکے اور مہم کے لئے دعا مانگے۔

☆ فرمایا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے ایک شخص نے کہا کہ میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں' اگر اسے کرو گے تو منکر نکیر سے خوف نہ کھاؤ گے۔ شب جمعہ میں دو رکعت نماز ادا کیا کرو' ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص پچاس پچاس بار۔ اس کے بعد فرمایا کہ وہ (حضرت عبداللہ بن عباسؓ) اس کے عامل تھے۔

☆ فرمایا جس روز آیت الکرسی نازل ہوئی ستر ہزار فرشتے جبریل علیہ السلام کے ساتھ آئے تھے اور جبریل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا تھا کہ اسے باعزاز واکرام لیجئے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ جو بندہ آیت الکرسی پڑھے گا ہر حرف کے بدلے ہزار سال کی عبادت کا ثواب پائے گا اور ہزار فرشتے جو کرسی کے پاس کھڑے پڑھ رہے ہیں' ان کا ثواب بھی اسی کو ملے گا اور اسے اپنے مقربوں میں شمار کروں گا۔

☆ فرمایا آثارِ مشائخ میں لکھا ہے اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جو شخص ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھتا ہے وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے کبھی گناہ کیا ہی نہیں اور ایک لاکھ نیکیاں اس کے نامہء اعمال میں لکھی جاتی ہیں اور اس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ صحابہ وتابعین اور مشائخِ طریقت نے درود شریف کا وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ اگر کسی دن ان کا یہ وظیفہ فوت ہو جاتا تو وہ اپنے آپ کو مردہ سمجھتے اور ماتم کرتے کہ آج ہم مر گئے' اگر زندہ ہوتے تو سرور کائنات ؐ پر درود ضرور بھیجتے۔

☆......☆

حضرت سیّد مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری قدس سرہ العزیز

اسرار الاولیاء میں شیخ بدر الدین اسحاق ؒ لکھتے ہیں کہ حضرت سیّد مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ سلسلۂ عالیہ چشتیہ صابر یہ کے مورثِ اعلیٰ، حضرت شیخ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ اور ان کے محبوب ہمشیر زادہ تھے۔ آپؒ حضرت سیّدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے سلسلۂ نسب کی جلیل القدر شخصیت ہیں' آپ کے والدِ محترم سیّد عبداللہ سادات گیلانی کے مشہور و معروف چشم و چراغ تھے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت بی بی جمیلہ خاتون کا نسبی تعلق اس خاندان عالی شان سے ہے جو حضرت رسول اللہ ﷺ کے خلیفۂ ثانی حضرت سیّدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ اسرار الاولیاء کے مطابق حضرت سیّد مخدوم صابرؒ ربیع الاول ۵۹۴ ہجری کو قصبہ کھتوال میں متولد ہوئے۔ اردو انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ فیروز سنز میں آپ کی تاریخِ ولادت ۵۹۲ ہجری بمطابق ۱۱۹۵ء درج ہے۔ یہ تاریخِ ولادت اس لئے صحیح معلوم ہوتی ہے کہ ایک اور تاریخی تذکرہ کے مطابق آپؒ کے والدِ محترم کی وفات آپؒ کی ولادت سے پانچ برس بعد ۱۷ ربیع الاول ۵۹۷ ہجری کو ہوئی۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم نے اپنی تالیف ''اردوئے قدیم اور چشتی صوفیاء'' میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے ''خواجہ علی احمد صابر'' شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے داماد تھے اور بھانجے بھی ۔ مرشد کے حکم سے کلیر شریف (بھارت) میں مرکزِ تبلیغ و ہدایت قائم کیا اور اپنی خاص شناخت کی بنا پر ان کا سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نام سے برِصغیر اور اس کے باہر شہرتِ عام اور قبولیتِ دوام کا باعث بنا''۔

والدین نے آپ کا نام علی احمد رکھا اور آپؒ عوام الناس میں مخدوم اور علاؤالدین کے القاب سے مشہور ہوئے۔ صابر آپؒ کا تخلص ہے۔ بعض مقامات پر آپ نے اپنا تخلص احمد بھی لکھا اور کہیں علاؤالدین بھی استعمال کیا۔ اپنی عمر کے پہلے سال آپؒ ایک روز دودھ پیتے، دوسرے روز ناغہ کرتے، گویا روزے سے ہوتے۔ جب آپ کی عمر کی پہلی دو بہاریں گزر گئیں تو آپ نے شیر نوشی ترک کر دی' آپ نے سال چہارم میں قدم رکھا تو آپ کے لب مبارک سے سب سے پہلے یہ جملہ ادا ہوا۔ ''لاموجود الا اللہ''۔ بچپن کے چھٹے برس میں آپ کا کھانا پینا عام انسانی معمول سے کم ہو گیا۔ رات کا کثیر حصہ معبودِ حقیقی کے حضور سجدہ ریزی اور ذکر واذکار میں بسر ہوتا اور عمر کے ساتویں برس آپؒ نے پوری پابندی سے نماز تہجد ادا کرنا شروع کر دی۔

حضرت شیخ بدرالدین اسحاقؒ ملفوظاتِ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ میں رقمطراز ہیں کہ حضرت سیّد مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ بچپن ہی سے امتیازی ذہانت اور خصوصی حافظہ کی دولتِ خداداد سے بہرہ ور تھے۔ جو کتاب یا تذکرہ ایک بار آپ کی نظر سے گزر جاتا وہ لوحِ ذہن پر ثبت ہو جاتا' آپ کے ہم سبق طلباء جو علمی مواد چند مہینوں میں ذہن نشین کرتے' وہی علمی سرمایہ چند ایام میں حضرت سیّد مخدوم صابرؒ کی علمی قابلیت کا جزوِ لاینفک بن جاتا۔ مستند تاریخی تذکرے اس امر کے شاہد ہیں کہ آٹھ برس کی عمر تک آپ منطق و معقول اور کتاب و سنت کے تمام متداولہ علوم سے فارغ ہو گئے تھے اور آپ کا طبعی میلان ہمہ وقت علومِ باطنی کی تحصیل کی جانب مرکوز رہنے لگا۔ والدِ محترم کی وفات کے بعد آپ کی تعلیم و تربیت کی کفالت کا بارِ گراں آپ کی والدہ محترمہ کے کاندھوں پر آ گیا۔ آپ اپنے وقت کی عارفہ تھیں۔ آپ نے اپنے فرزند

ارجمند کی جسمانی، ذہنی وروحانی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ والدہ محترمہ نے جب اس امر کا مشاہدہ کیا کہ بیٹا ظاہری علوم سے فارغ ہو چکا ہے اور اس کے دل ودماغ اب مکمل طور پر علمِ باطنی کے فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہیں تو ان کی نگاہ عارفِ حقانی حضرت شیخ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے پیکرِ حق نما پر پڑی، جو بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا بہتر وسیلہ تھے اور اس کے علاوہ رشتے میں آپ کے مہربان ومشفق بھائی تھے۔ والدہ اپنے فرزند کو خدا رسیدہ برادرِ حقیقی کی خدمت میں لے آئیں اور عرض کی ''بھائی! میرے علی احمد کو اپنی فرزندی میں قبول کیجئے اور اس کی ظاہری و باطنی تعلیم اپنے ذمہ لیجئے'' حضرت گنج شکرؒ نے خداداد نورِ فراست سے اپنے پیارے بھانجے کی روشن پیشانی پر مقدر کی تحریر ملاحظہ کی۔ ہونہاری اور ارجمندی کے انوار دیکھ کر عش عش کر اٹھے اور فرمانے لگے ''بہن! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ایسا سعادت مند فرزند مجھے لا کر دیا ہے جو سارے جہان میں ہدایت کے انوار تقسیم کرے گا''۔

حضرت شیخ بدر الدین اسحاقؒ (خلیفہ حضرت خواجہ گنج شکرؒ) اسرار الاولیاء میں لکھتے ہیں کہ والدہ محترمہ اپنے لختِ جگر علی احمد کو اپنے بھائی گنج شکرؒ کی شفقت کے زیرِ سایہ چھوڑ کر عازمِ ہرات ہوگئیں۔ رخصت کے وقت بہن کی زبان پر یہ الفاظ تھے ''دیکھنا بھائی! میرے بیٹے کو کوئی تکلیف یا تنگی نہ ہو'' حضرت گنج شکرؒ نے علی احمد کو لنگر کا منتظم بنا دیا۔ لنگر کے انتظام والنصرام میں آپؒ پوری تندہی سے خدمات سرانجام دیتے' اپنے حجرہ میں نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد آپؒ لنگر کے انتظامات میں مصروف ہو جاتے' مہمانوں، غریبوں، مسکینوں اور ناداروں میں کھانا تقسیم کراتے اور حتی المقدور

انہیں ہر طرح کی سہولت اور آسانی بہم پہنچاتے۔ اس کام سے فراغت کے بعد آپ پھر سے اپنے حجرہ میں یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاتے۔ مغرب کی نماز کے بعد لنگر کی تقسیم اور مہمانوں کی تواضع کیلئے کمر بستہ ہو جاتے۔ یہ بات یہاں خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ اس عرصہ کے دوران آپ نے اپنے خورد و نوش پر کوئی توجہ نہ دی۔ جس کے طبعی نتیجہ میں آپ سخت لاغر اور کمزور ہو گئے، جسم پر گوشت کم ہو گیا، محض ہڈیوں کا ڈھانچہ چلتا پھرتا دکھائی دیتا، ذکر و افکار کے اثرات سے روح پر جذب غالب آ گیا، طبیعت میں جلال کی کیفیت خیمہ زن ہو گئی، جلالی انوار و تجلیات کے غلبہ کا یہ عالم تھا کہ کوئی متنفس آپ کے حجرہ کے قریب سے نہ گزرتا۔ اس حالت میں آپ برابر تقسیمِ لنگر کی ذمہ داری بجالاتے رہے۔ آپؒ کی والدہ محترمہ کچھ مدت کے بعد ہرات سے تشریف لائیں اور اپنے جگر گوشہ کو ہڈیوں کے ایک ڈھانچے کی صورت میں دیکھ کر سخت مضطرب ہوئیں اور اپنے بھائی سے یوں گویا ہوئیں 'بھائی! میرے علی احمد کا کیا حال ہو گیا ہے؟ حضرت گنج شکرؒ نے جواب دیا ''بہن، میں نے علی احمدؒ کو لنگر کا منتظم مقرر کیا تھا''۔ آپؒ نے علی احمدؒ سے مخاطب ہو کر پوچھا 'یہ کیا حال بنا رکھا ہے' آپ نے اپنے ماموں کی خدمت میں عرض کی ''مجھے لنگر کی تقسیم کا حکم دیا گیا تھا نہ کہ اس میں سے کھانے کا''۔ یہ جواب سن کر آپؒ نے فرمایا ''میرا علی احمد صابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے کھانے کیلئے پیدا ہی نہیں کیا'' آپ کی والدہ محترمہ نے ایک اور موقع پر اپنے بھائی حضرت گنج شکرؒ کی خدمت میں عرض کی' میں اپنے فرزند کی شادی آپ کی دخترِ نیک اختر سے کرنا چاہتی ہوں' حضرتؒ نے فرمایا' بہن! صابرؒ کی حالت کچھ اور ہے' ہمہ وقت جذب و جلال کی کیفیت میں مخمور رہتا ہے۔ بہن نے جواباً کہا بھائی! میں بیوہ ہوں، میرا بیٹا یتیم اور مفلس

ہے اس لئے بھائی اپنی بیٹی کا رشتہ دینے سے انکار کر رہا ہے۔ بھائی نے بہن کی یہ شکایت دور کرتے ہوئے اپنی بیٹی اور بھانجے کو رشتۂ زوجیت میں منسلک کر دیا مگر وہ جلد ہی اللہ کو پیاری ہوگئیں۔

یادِ خداوندی اور لنگر کی خدمت کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔ سلوک کے مراحل و منازل طے کرنے کے بعد حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ کا پیکر جلوہ گاہِ جلالِ کبریائی بن گیا۔ ہدایت وارشاد کے انوار وتجلیات آپ کے رگ و ریشہ سے سیلاب بن کر امڈ نے لگے تو حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مخدوم صابرؒ نے اپنے مرشد حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں طویل مدت گزاری۔ آخری نو برس اس کیفیت میں بسر کئے کہ کھانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ گنج شکرؒ بنفسِ نفیس آپ کے حجرہ میں تشریف لے گئے اور آپ کے کان میں کلمۂ اثبات کا ورد کیا، آپ محویت سے نکل کر عالم صحو میں آ گئے۔ ''حقیقتِ گلزارِ فریدی'' میں بزبانِ حضرت خواجہ گنج شکرؒ مذکور ہے کہ صابرؒ نے میرے قلبی انوار سے حصۂ وافر حاصل کیا۔ اس مقام پر اس بات کو بھی تحریر کیا گیا ہے کہ انسان کے جسم میں دل ہی سب سے ارفع ہوتا ہے اور یہ دل عرشِ رحمان ہوتا ہے۔ یہ دل ہی مرکزِ انوارِ الٰہی ہوتا ہے اور یہ دل ہی مقامِ معرفت ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ مرأۃ الاسرار میں رقم کرتے ہیں کہ حضرت مخدوم صابرؒ ابتدائے سلوک میں ہی ترک و تجرید میں اس درجہ محو ہو گئے کہ آپ کی طبعِ مبارک پر ہمہ وقت جذب وجلال کی کیفیات کا غلبہ رہتا تھا' آپ کے احباب آپ کے قریب بیٹھنے سے گھبراتے تھے، آپ کی صحبت کے انوار کو برداشت کرنے کی تاب نہیں رکھتے

تھے۔اس لئے آپ خلوت وتنہائی میں وقت گزارتے' آپؒ تمام دنیوی قیود سے آزاد ہو کر تفرید کی زندگی بسر کرتے،آپؒ شمشیرِ بُراں تھے،آپؒ نفسِ قاطع کے مالک تھے' جو زبان سے فرماتے وہ آناً فاناً ظہور پذیر ہو جاتا۔حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ مؤلف مراۃ الاسرار نے خاص طور پر اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ آپؒ قلبِ اسرافیل پر تھے۔آپؒ کو ولایتِ موسوی عطا کی گئی تھی' یہی سبب ہے کہ آپ کی روح کے اندر غلبۂ شوق وعشق اور غیرت کی فراوانی تھی ۔آپ کے حالات وکوائف حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ سے مماثلت اور مطابقت رکھتے تھے۔صاحبِ لطائفِ اشرفی کا قول ہے کہ حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ کو یہی ولایتِ موسوی حاصل تھی۔اکابر مشائخ اور صوفیائے عظام میں یہ امر مسلّم ہے کہ ہر ولی کسی نہ کسی نبی کی ولایت کی راہ پر گامزن ہوتا ہے۔آگے چل کر شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ جذب وجلال کے جو انوار وتجلیات اور تصرفاتِ باطنی حضرت علی احمد صابرؒ کو عطا ہوئے' وہ خاندانِ چشتیہ کے کسی اور فرد کے حصہ میں نہیں آئے۔وہ یگانۂ روزگار اور اپنے وقت کے عدیم المثال عارف تھے۔آپؒ کے روحانی کمالات کے پیشِ نظر حضرت شیخ فریدالدین گنجِ شکرؒ نے حضرت مخدوم صابر کو کلیر کی ولایت مرحمت فرمائی۔کلیر آباد اور پر رونق شہر تھا۔ علماء،فضلاء اور ادباء کثیر تعداد میں وہاں اقامت پذیر تھے۔حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے اس شہر کے سابق حاکم اور قاضی کے نام رقعہ بھجوایا کہ آپ میرے صابرؒ کو آلِ نبی ﷺ اور اولادِ علیؓ سمجھ کر عزت اور توقیر کریں۔حضرت مخدوم صابرؒ کے کلیر پہنچتے ہی عوام جوق در جوق آپ کے حلقۂ ارادت وعقیدت میں شامل ہونے لگے۔مقبولیت اور شہرت کا یہ عالم دیکھ کر قاضی تبرک اور رئیسِ شہر کی انا کو سخت اذیت محسوس ہوئی اور یہ

دونوں آپؒ اور آپؒ کے ساتھیوں کو آزار دینے کی مذموم حرکات اور قبیح تدابیر کو عملی صورت دینے لگے۔ حضرت مخدوم صابرؒ نے ان معاندین و مخالفین کی سازشوں کے بارے میں تفصیلی معلومات اپنے مرشد کو بھجوائیں۔ حضرت خواجہ گنج شکرؒ نے جواباً فرمایا ''کلیر آپ کیلئے بکری کی مانند ہے' چاہے اسے کاٹ کر کھاؤ، چاہے اس کا دودھ نوش کرو''۔

ایک روز کلیر کی جامع مسجد میں حضور مخدوم صابرؒ نماز جمعہ کی ادائیگی کی غرض سے دیگر نمازیوں سے بہت پہلے پہنچے اور پہلی صف میں جا کر بیٹھ گئے۔ قاضی شہر اور رئیسِ شہر آپ کو صفِ اول میں بیٹھا دیکھ کر پا ہو گئے۔ آتشِ غضب میں پھنکارنے لگے اور آپؒ کو پچھلی صف میں بیٹھنے کیلئے کہا' آپؒ خاموشی سے پچھلی صف میں بیٹھنے لگے تو وہاں سے بھی اٹھا دیے گئے۔ اسی طرح ہر صف سے لوگ آپ کو پیچھے ہٹاتے چلے گئے' حتیٰ کہ آپ مسجد سے باہر آ گئے۔ جب نمازی سجدہ کی حالت میں تھے تو آپؒ نے آسمان کی طرف دیکھا اور کہا اے مسجد! نمازی سجدہ میں ہیں' تو بھی سجدہ میں جا، ان الفاظ کے ساتھ ہی مسجد دھڑام سے گر گئی اور تمام نمازی ملبے کے ڈھیر تلے دب گئے۔ یہ خبر آناً فاناً کلیر شہر کے طول و عرض میں پھیل گئی' اہلِ شہر دوڑتے بھاگتے اس تباہی کے منظر پر پہنچے۔ ایک بڑھیا بھی گریہ و فریاد کناں پہنچی' جس کی سرائے کے کمرے میں حضرت مخدوم صابرؒ قیام پذیر تھے' آپؒ سے کہنے لگی' میرا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی داغ مفارقت دے گیا۔ آپؒ نے بڑھیا کو فرمایا ''اس گوشے سے ملبہ ہٹاؤ' وہاں تمہارا بیٹا زندہ پڑا ہے''۔ عورت نے ملبہ ہٹایا اور بیٹے کو زندہ دیکھ کر تعجب و خوشی سے آئینۂ حیرت بن گئی۔ اس واقعہ کے بعد حضرت مخدوم صابرؒ ایک مدت تک گولر کے

درخت کی شاخ پکڑ کر عالمِ تحیر میں کھڑے رہے۔ جب حضرت گنج شکرؒ کو آپ کے اس حال کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت شمس الدین ترک پانی پتیؒ کو یہ ہدایت دے کر بھیجا کہ آپ کی پشت کی جانب کھڑے ہو کر کچھ اشعار پڑھے۔ وہ اشعار سن کر مخدوم صابرؒ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور بیٹھ گئے۔ حضرت ترک پانی پتیؒ نے آپؒ سے عرض کی ''مجھے اپنی خدمت میں رہنے کی اجازت دی جائے''۔ آپؒ نے فرمایا 'اس بات کا خیال رہے کہ میرے سامنے نہ آنا۔ حضرت ترک پانی پتیؒ نے خود کو حضرت مخدوم صابرؒ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا' جس کے باعث منعمِ حقیقی نے ترک پانی پتیؒ کو بے شمار انعامات و اکرامات سے نوازا اور ان کی ذاتِ والا صفات کو سلسلہ چشتیہ صابریہ کی ترویج و ترقی کا قوی اور موثر ذریعہ بنا دیا۔ اسرار الاولیاء کے مطابق ۲۴ سال بعد حضرت ترکؒ پانی پتی سلطان علاؤ الدین خلجی کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ حضرت مخدومؒ نے اس موقع پر ارشاد فرمایا ''ترک جب تم سے کوئی کرامت ظاہر ہوگی' وہ میرا یومِ وصال ہوگا''۔ ان دنوں سلطان علاؤ الدین خلجی محاصرۂ چتوڑ کی مہم سر کرنے میں مصروف تھے۔ ہزار کوشش کے باوجود خاطر خواہ نتیجہ مرتب نہیں ہو رہا تھا۔ بادشاہ اولیاء اللہ کی جستجو میں سرگرداں تھا کہ کسی مقربِ حق کی دعا سے یہ مرحلہ طے پا جائے۔ کسی دانائے راز نے بادشاہ کے کان میں کہہ ڈالا کہ آپ جس مردِ حق کے متلاشی ہیں وہ آپ ہی کے لشکر میں موجود ہے' اس تک رسائی کی تدبیر یہ ہے کہ جب رات کو تند و تیز ہوائیں چلیں اور خیموں کے تمام چراغ گل ہو جائیں تو گرد و پیش میں بنظرِ غائر دیکھیں' صرف ایک خیمہ میں قندیل روشن نظر آئے گی' وہاں وہ مردِ حق موجود ہوگا۔ بادشاہ اس طوفانِ باد میں اس خیمہ میں داخل ہوا جہاں ایک شخص قندیل کی روشنی

میں تلاوتِ قرآن پاک میں مصروف تھا۔ بادشاہ ادب کے ساتھ خاموش کھڑا ہو گیا۔ جب حضرت ترک پانی پتیؒ تلاوت سے فارغ ہوئے تو بادشاہ ان کے قدموں میں گر گیا۔ آپ سے بصد عجز و نیاز اپنے مقصد کا اظہار کیا۔ آپؒ نے جواباً فرمایا' میں کل یہاں سے تین کوس کی مسافت پر جا کر بحضورِ حق التجا کروں گا۔ ان شاء اللہ قلعہ فتح ہو جائے گا۔ بفضلِ تعالیٰ قلعہ، چتوڑ اسی روز سلطان کی فوجوں نے فتح کر لیا۔ ساتھ ہی حضرت ترکؒ پانی پتی کو اپنے مرشد کا ارشاد یاد آیا۔ آپ جلدی سے کلیر شریف پہنچے اور حضرت مخدوم صابرؒ کی تجہیز و تکفین میں شامل ہونیکی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت مخدوم صابرؒ بعض اوقات بڑی محبت سے یوں فرماتے ''میرا ایک شمس ہی کافی ہے''۔ حقیقت الامر بتوفیقِ الٰہی حضرت خواجہ شمس الدین ترکؒ پانی پتی کی وساطت سے سلسلہ، چشتیہ صابریہ کو پاک و ہند اور دیگر ممالک میں بہت زیادہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی۔

مرآۃ الاسرار میں منقول ہے کہ حضرت مخدوم صابرؒ قلندر مشرب تھے' قطب الابدال کے عہدہ پر فائز تھے' آپؒ کے ہاں اکثر ابدالوں کی آمد و رفت رہتی' آپؒ باطن کی صفائی میں اس درجہ منہمک تھے کہ ظاہری آرائش کا خیال ہی نہ آتا۔ ہر عہد کے قطبِ ابدال کا یہی دستور رہا ہے۔ ان کے حالات بھی حضرت مخدوم صابرؒ سے مماثلت رکھتے ہیں۔ قطب الابدال کے شعبہ کے لوگ عوام کی نظروں میں اسی حال میں رہنا پسند کرتے ہیں یا پھر انہیں اسی حال میں رہنے پر مامور کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اپنے جذب و محویت کے باعث اسی حال میں رہنے پر مطمئن ہوتے ہیں کیونکہ وہ عوام الناس کی مدح و قدح سے بالکل بے نیاز ہو کر اپنے شام و سحر بسر کرتے ہیں۔ حقیقت

الامر اگر اس شعبہ کا کوئی صاحبِ مقام اپنی کم نظری کے باعث عوام کی رائے اور خیال کو درخورِ اعتنا سمجھتا ہے تو فوراً اپنے مقام سے گر جاتا ہے۔ رجعت کا شکار ہو کر وقعت و عزت سے محروم ہو جاتا ہے۔ حضرت سلطان المشائخ محبوبِ الٰہیؒ فرماتے ہیں جب تک سالک کے دل میں خلق کی مدح وقدح کا خیال باقی رہتا ہے۔ مقامِ معرفت تک اس کی رسائی ناممکن ہے۔

صاحب سیر الاولیاء لکھتے ہیں جس وقت حضرت گنجِ شکرؒ اپنے کسی خلیفہ کو رخصت فرماتے تو کچھ دیر اپنے پاس بٹھاتے اور خاص نصیحت فرماتے۔ جب حضرت سید علاؤ الدین علی احمد صابرؒ رخصت ہوئے تو حضرت گنجِ شکرؒ نے فرمایا ''بھوگ با خواہی کرد'' (مزے کرو گے) بھوگ ہندی میں مزا اور راحت کو کہتے ہیں۔ حضرت گنجِ شکرؒ نے اس مختصر جملہ میں بے شمار نعمتوں اور دولتوں کا اظہار فرمایا ہے۔ بھوگھا کا مفہوم تجلیاتِ جلال و جمال بھی ہے جو مختلف اوقات میں سالک کو عطا ہوتی ہیں۔ مرأۃ الاسرار میں مذکور ہے کہ اکابر مشائخ وصوفیائے عظام کے نزدیک بہترین راحت (بھوگ) تحیّر ہے یعنی سالک توحید میں اس درجہ محو ہو جاتا ہے۔ اگر خود کو تلاش کرنا بھی چاہے تو پا نہیں سکتا۔ حضرت رسول ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے: اَللّٰھم زدنی تحیّرا (اے اللہ مجھے تحیّر میں فراوانی عطا فرما)۔

ایک مرتبہ حضرت خواجہ شیخ فرید الدین گنجِ شکرؒ کی بارگاہ کا نامور قوال حسن نامی حضرت مخدوم صابرؒ کی خدمت میں کلیر شریف حاضر ہوا۔ اس کے نہاں خانۂ دل میں سیم وزر کی لالچ چٹکیاں لے رہی تھی۔ وہ سوچتا تھا کہ حضرت گنجِ شکرؒ کے محبوب خلیفہ مخدوم صابرؒ میری خوب پذیرائی کریں گے اور مال و دولت سے میرا دامن بھر کر

مجھے لوٹائیں گے۔ جب حسن قوال حضرت مخدوم صابرؒ کی خدمت میں باریاب ہوا۔ آپ نے اس سے سوال کیا ''کیا میرے شیخؒ اچھے ہیں؟ قوال نے جواب دیا، ''جی حضور! حضرت بالکل ٹھیک ہیں۔'' قوال نے آپؒ کی بارگاہ میں کلام پڑھا اور آپؒ سے رخصت کی اجازت چاہی۔ آپؒ نے پاس رکھی ہوئی ہانڈی سے چند گولر قوال کو دے دیئے۔ حسن قوال یہ گولر لے کر دل ہی دل میں بہت کڑھا اور سٹپٹایا کہ اسے تو بہت بڑے انعام کی توقع تھی مگر یہاں تو چند گولر دامن میں آئے۔ حضرت گنجِ شکرؒ کی خدمت میں پہنچ کر شکایتاً وہ گولر آپ کی خدمت میں پیش کئے۔ دیکھا کہ وہ گولر اب گولر نہیں رہے تھے بلکہ زرِ خالص کی ڈلیاں بن چکے تھے۔ حسن قوال حضرت گنجِ شکرؒ سے معافی کا خواستگار ہوا اور بتایا کہ جب میں حضرت مخدوم صابرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے مجھ سے پہلا سوال یہ پوچھا کیا میرے شیخ اچھے ہیں؟ یہ سن کر حضرت گنجِ شکرؒ بہت خوش ہوئے اور کہا ''الحمدللہ! آج سے میں شیخ ہو گیا ہوں''۔ حاضرینِ محفل نے استفسار کیا حضرت! کیا آپ پہلے شیخ نہیں تھے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے مجھے شیخ کہنے والے صابر نہیں تھے۔ آج یہ الفاظ میرے صابر کی زبانِ حقیقت ترجمان سے نکلے ہیں۔ الحمدللہ آج سے میں شیخ ہوں۔ سلسلہءعالیہ چشتیہ صابریہ نے پاکستان و بھارت کے علاوہ دنیا کے دیگر ممالک میں بھی شہرت حاصل کی۔ جن حضرات نے اس سلسلہ کی ترویج میں نمایاں خدمات سرانجام دیں، ان میں سے چند نامور شخصیات کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت شاہ میراں بھیکؒ، حضرت حافظ قمر موسیٰ مانکپوریؒ، حضرت شاہ خاموشؒ حیدرآباد دکنی، حضرت مظہر علی شاہؒ، حضرت سیّد غلام حسینؒ حیدرآباد دکنی۔ ان شخصیات کے علاوہ

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی مساعی جلیلہ سے سلسلہء چشتیہ صابریہ کو بہت زیادہ تقویت حاصل ہوئی۔ حضرت حاجی صاحبؒ ترکِ وطن کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

مہرِ منیر (سوانح حیات حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز) میں استاذی المکرّم مفتی فیض احمد صاحب راقم ہیں کہ حج کے دوران سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ ایک روز مولانا محمد غازی صاحبؒ کے ہمراہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے درس میں حاضر ہوئے۔ حاجی صاحب اس وقت مثنوی مولانا رومؒ کا درس دے رہے تھے۔ اثنائے سبق ایک شعر آیا جس میں آرزوئے وصل کی شدت کا اظہار تھا۔ حضرت پیر سیّد غلام معین الدین گیلانیؒ المعروف لالہ جیؒ اپنے سفرنامہ ممالکِ عربیہ وروم ۱۹۴۹ء میں تحریر کرتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک معمر سیّد بزرگ انہیں ملے تھے جو اس واقعہ کے وقت درس میں حاضر تھے۔ انہوں نے بتایا وہ شعر یہ تھا:

ہر کسے کو دور ماند از اصلِ خویش
باز جوید روزگارِ وصلِ خویش

ایک شاگرد نے سوال کیا کہ مولانا رومؒ وحدت الوجود کے قائل ہیں جہاں دوئی کا تصور ہی نہیں، پھر یہ وصل کی تمنا چہ معنی دارد؟ حضرت حاجی صاحبؒ نے جواب میں کچھ فرمایا۔ مگر دریافت کرنے والے کی تسلی نہ ہوئی۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ نے کہا ''اگر اجازت ہو تو میں طالب علم کا منشا عرض کروں''۔ حاجی صاحبؒ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے؟ پیر صاحبؒ نے کہا ''وصل ایک امرِ اضافی ہے جو دوئی کا متقاضی ہے حالانکہ وحدت الوجود اس کے منافی ہے'' تو حضرت حاجی صاحبؒ کی طبیعت متاثر

ہوئی اور کہا ''اچھا اس کا جواب بھی آپ بیان فرمائیں''۔ پیر صاحب نے کہا ''وصل کے معنی ہستیء موہومہ کو مٹانا ہے۔ حقیقت میں محبوبِ حقیقی کے بغیر کوئی غیر موجود نہیں مگر وہم کے غلبہ سے تغایر پیدا ہو گیا اور وہ اس وقت تک باقی رہتا ہے جب فنائے کامل حاصل نہیں ہو جاتی۔ طلب اور عشق کی تمام منازل میں ایک وہمی غیریت باقی رہتی ہے اس لئے فراق بھی ہوتا ہے اور وصال کی طلب بھی ہوتی ہے''۔ اعلیٰ حضرت گولڑویؒ نے خواجہ حافظؒ، مولانا رومؒ اور شیخ اکبرؒ کے برجستہ ارشادات سے اپنے جواب کو مدلل بنا کر ایسے پر کیف انداز میں پیش کیا کہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجرِ مکیؒ وجد میں آگئے۔

آپ کو بے حد رقت ہوئی۔ کچھ دیر بعد جب طبیعت سنبھلی تو کمرہ کے اندر تشریف لے گئے اور اپنا سلسلہ چشتیہ صابریہ لا کر پیر مہر علی شاہؒ کو عنایت فرمایا اور کہا ''اگرچہ آپ کو اس کی حاجت نہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ آپ کی وجہ سے شمالی ہند سے میرے سلسلہ کی بھی ترویج ہو''۔ پیر صاحب فرماتے تھے۔ میں نے عرض کیا ''آپ کی عنایت کا شکریہ۔ مجھے طوافِ کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں، خدا کرے یہ ہو جائے''۔ حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا۔ ''میں بھی تقریباً تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں''۔ اس مقام پر مفتی فیض احمد صاحب نے حضرت پیر سیّد غلام محی الدین بابو جیؒ کا ایک قول شامل کر کے بات کو یوں آگے بڑھایا۔ حضرت بابو جیؒ فرماتے تھے کہ دورانِ درس حضرت سیّدنا پیر مہر علی شاہؒ نے اس کیفیت کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ جس شخص کا مطمحِ نظر ذات ہو وہ آثار و افعال اور صفات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ حضرت پیر مہر علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ جب میں

عرب شریف سے واپس آیا اور ایک مدت کے بعد دیوان سید محمدؒ سجادہ نشین پاک پتن شریف کے تقاضا پر سلسلہء چشتیہ صابریہ کے وظائف انہیں تلقین کئے تو اس وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے اس عطیہ کی حکمت معلوم ہوئی۔ آپؒ یہ بھی فرماتے تھے کہ عرب شریف میں قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مجھے وہاں رہائش اختیار کرنے کا خیال پیدا ہو گیا تھا مگر حاجی صاحبؒ نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ رونما ہونے والا ہے جس کا سدِ باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علمائے عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ آپ کی تصانیف وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے مراد فتنہء قادیانیت تھا۔

تاریخی تذکروں میں اس امر کا ذکر بہت کم ملتا ہے کہ حضرت سیّد مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ اردو، ہندی اور فارسی زبانوں کے نغز گو شاعر بھی تھے۔ آپؒ کے کلام میں فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ نمونے پائے جاتے ہیں۔ آپؒ کا اسلوبِ شعر نہایت پختہ، رواں اور پرشکوہ ہے۔ آپ کی ایک غزل کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

امروز شاہِ شاہاں مہماں شداست مارا
جبریل با ملائک درباں شداست مارا
در محفلِ گدایاں مرسل کجا بہ گنجند
بے برگ و بے نوائے ساماں شداست مارا
ماخانۂ جہاں رابسیار سیر کردم
اے شیخ! بت پرستی ایماں شداست مارا

احمدؔ بہشت و دوزخ بر عاشقاں حرام است

ہر دم رضائے جاناں رضواں شداست مارا

حضرت سیّد مخدوم صابر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال مبارک بتاریخ ۳ ربیع الاول ۶۹۰ ہجری بمقام کلیر شریف ہوا۔ آپؒ کا مزار پرانوار آج بھی خلق خدا کے لئے حاجات روائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل ہمیں اولیائے کرام کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے حضور حاضری کی سعادت بخشے تاکہ ہم اپنے قلب و نظر نورِ ایمانی سے روشن و منور کر سکیں۔ آمین! ثم آمین۔

☆......☆

حضرت شرف الدین بو علی قلندر قدس سرہ العزیز

خاندانی پس منظر

حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ کے حالات و کوائف پر مشتمل کتاب ''بوستانِ غوثیہ'' میں مذکور ہے کہ سالار فخر الدینؒ عراق کرمان کی ایک نواحی بستی میں مقیم ایک معروف قبیلہ کے معزز فرد تھے۔ ایک بار یہ قبیلہ تاتاری کفار سے نبرد آزما ہوا اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہونے کے باعث ''سالار'' کے لقب سے مشہور ہو گیا۔ سالار فخر الدینؒ نے خداداد ذہانت کی بنا پر صغر سنی میں ہی قرآن شریف حفظ کر لیا۔ سترہ برس کی عمر میں علومِ متداولہ پر مکمل عبور حاصل کر کے مسندِ تدریس پر جلوہ افروز ہو گئے۔ نیز شعر گوئی کے افق پر آپؒ کی شہرت و مقبولیت کا ستارہ طلوع ہوا۔ انہی ایام کے دوران اتفاق سے آپؒ حسنِ مجازی کی رعنائیوں کے اسیر ہو گئے اور اضطراب و وحشت کی کیفیت میں ملتان پہنچ گئے۔ وہاں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ نے اپنی چشمِ فراست سے ان کے اندر کا مرض بھانپ لیا، انہیں اپنے سینے سے لگایا، عشقِ مجازی چشم زدن میں کافور ہو گیا اور اس کی جگہ عشقِ حقیقی نے ڈیرے ڈال دیئے۔ اس ملاقات کے بعد سالار فخر الدینؒ کے ادراک و فہم کی نگاہیں دن رات حقیقتِ مطلقہ پر مرکوز رہنے لگیں۔ دل و جان جلوۂ سرمدی سے معمور ہو گئے۔ ذہن کے تاریک گوشے حقیقت کی روشنی سے چکاچوند ہو گئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں زینۂ عرفان طے کر کے وصل کی راہ اختیار کر لی۔ اسی اثنا میں حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی دخترِ نیک اختر جو عصمت و عفت کا پیکر اور رابعہؒ وقت تھیں، سالار فخر الدینؒ کے رشتۂ زوجیت

میں منسلک ہوگئیں۔ شرف المناقب تالیف شیخ محمد بن احمد میں منقول ہے کہ خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی دختر لاولد فوت ہوگئیں۔ سالار فخر الدینؒ نے ملتان سے ہمدان کا رخ کیا اور وہاں سیّد نعمت اللہ ہمدانیؒ کرمانی کی ہمشیرہ حافظہ جمالؒ سے شادی کر کے ہمدان سے عراق کی طرف رختِ سفر باندھا۔ یہاں آپؒ کے پہلے فرزند نظام الدین متولد ہوئے جب یہ سنِ بلوغ کو پہنچے تو انہوں نے تجارت کی غرض سے ہندوستان کا سفر اختیار کیا اور پانی پت میں مستقل اقامت اختیار کرلی۔ سالار فخر الدینؒ اپنے بیٹے نظام الدینؒ کے ہجر وفراق کی اذیتیں برداشت نہ کر سکے اور بغرضِ ملاقات اپنی اہلیہ کے ہمراہ پانی پت پہنچے۔ کچھ عرصہ یہاں قیام کیا۔ پانی پت میں آپؒ کے دوسرے فرزند شرف الدین پیدا ہوئے' جسے منعمِ حقیقی نے بے شمار انعامات واحسانات سے مالا مال کیا۔ جو مستقبل میں حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ پانی پتی کے نام سے شہرت ومقبولیت کے آسمان پر درخشاں ہوکر ضیابار ہوئے۔ ''زہے شرف'' سے آپ کی پیدائش کا سال ۶۰۲ ہجری (۷ +۵ +۱۰ +۳۰۰ + ۲۰۰+۸۰=۶۰۲) برآمد ہوتا ہے۔

نام والقاب:

آپؒ کا اصل نام شرف الدین ہے، لقب بوعلیؒ ہے، اشعار میں آپؒ کے تین تخلص مطالعہ میں آتے ہیں۔ شرف، بوعلی، قلندر۔ آپؒ کا سلسلہء نسب چندواسطوں سے حضرت امام ابوحنیفہؒ تک پہنچتا ہے۔ شیخ شرف الدینؒ بوعلی قلندر بن حضرت مولانا سالار فخر الدین ابراہیمؒ بن مولانا سالار زبیرؒ بن مولانا سالار حسنؒ بن مولانا سالار عزیزؒ بن سالار ابوبکر غازیؒ بن مولانا شیخ محمدؒ عرف مولانا فارس

(مرید وخلیفہ حضرت حسینؒ بن منصور حلاجؒ) بن مولانا عبدالرحمٰنؒ بن مولانا عبدالرحیم ؒبن مولانا محمدؒ بن دانکؒ بن نعمان تاجدارِ احناف حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہ کوفی ؒ..... مولوی احمد علی مؤلف ''قصرِ عارفاں'' رقمطراز ہیں کہ حضرت امام اعظمؒ کا سلسلہ نسب مشہور عادل بادشاہ نوشیرواں کیانی سے ملتا ہے۔ حضرت شرف الدین بوعلی قلندرؒ کا مولد ومسکن پانی پت ضلع کرنال ہے۔ یہ شہر دہلی سے تقریباً ۵۲ میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اسلامی دور میں اس کی ترقی وشہرت میں بہت اضافہ ہوا اور اس میں اہم تاریخی واقعات رونما ہوئے۔ ۱۹۴۷ء سے قبل یہ شہر فصحاء، مبلغین اور قرآنِ پاک کے حفاظِ کرام کی وجہ سے پورے ہندوستان میں مشہور تھا۔ تمام تاریخی تذکرے شاہد ہیں کہ حضرت بوعلی قلندرؒ کو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی طرف سے اویسی طرز پر روحانی فیض حاصل ہوا۔ آپؒ کے رسالہ سلوک میں ان روحانی منازل ومراحل کے طے کرنے کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپؒ کی روحانی تربیت اس طرح سے کی جس طرح ایک مرشدِ کامل اپنے نو آموز شاگرد یا مرید کو تعلیم دیتا ہے اور قدم قدم پر رہنمائی سے اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ آپؒ کا سلسلہ روحانی قلندریہ ہے۔ یہ خانوادہ شیخ عبدالعزیز مکیؒ سے منسوب ہے جو حضرت محمد ﷺ کے اصحابِ صفہ میں سے ہیں۔ حضور ﷺ نے سب سے پہلے آپؒ ہی کو قلندر کے خطاب سے نوازا تھا:

چونکہ او از مصطفیٰ ؐ ایں نام یافت
در جہانِ معرفت آرام یافت

انہیں روحانی طور پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بوعلیؒ کے لقب

سے سرفراز فرمایا تھا۔

ولادت کے موقع پر:

مفتاح الغیب شرح دیوان بوعلی شاہ قلندرؒ میں مذکور ہے کہ جب حضرت بوعلی قلندرؒ اس عالمِ عنصری میں ظہور پذیر ہوئے تو گریہ کرنے لگے حتیٰ کہ آپؒ مسلسل تین یوم تک روتے رہے۔ آپؒ کے والدِ گرامی قدر سالار فخر الدینؒ گھر سے باہر آئے۔ گھر کی دہلیز پر منتظر ایک چرم پوش فقیر سے ان کی آنکھیں چار ہوئیں، مصافحہ کیا، فقیر نے کہا، اے شیخ! بچے کی ولادت پر میری جانب سے ہدیہ تبریک قبول فرمائیں۔ میں بچے کی زیارت کا مشتاق ہوں۔ سالار فخر الدینؒ فقیر موصوف کو گھر لے آئے۔ فقیر نے نومولود کی پیشانی پر سعادت وارجمندی کا نور دیکھا۔ آگے بڑھ کر بے اختیار اس کی پیشانی کو چوم لیا اور یہ آیت مولود کے کانوں میں پڑھی۔ فاینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ تو مولود نے معاً گریہ بند کر دیا۔ یہ واقعہ اس امر کا غماز ہے کہ آپؒ مادر زاد ولی تھے اور آپؒ کی فطرت میں اطاعتِ خداوندی کا خمیر شامل تھا۔ فقیر نے کہا' اے شیخِ محترم! آپؒ کا فرزندِ ارجمند عاشقِ الٰہی ہے اور عاشقوں کے بھید کی گرہ کھولنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس کے ساتھ ہی فقیر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ''مفتاح الغیب'' میں اس بات کا ذکر ملتا ہے کہ فقیر موصوف شاہ جمال قلندرؒ چرم پوش تھے جن کا مزار دریائے اٹک کے کنارے شہر اٹک کے قریب واقع ہے۔ گذشتہ سطور میں ذکر ہو چکا ہے کہ آپؒ کے برادرِ بزرگ کا نام نظام الدینؒ تھا۔ آپؒ کی دو بہنیں بھی تھیں۔ ایک بہن کا نکاح جمال الدین ہانسویؒ سے ہوا جو بااولاد تھیں۔ دوسری بہن کے سلسلے میں تاریخی تذکرے خاموش ہیں۔ آپؒ کے والدِ گرامی قدر سالار فخر الدینؒ کچھ مدت پانی پت

میں قیام کے بعد واپس عراق چلے گئے ۔ بعد میں دورانِ سفر دمشق میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ۔اسی شہر میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن العربیؒ کے مزار کے عقب میں آپؒ کی قبر موجود ہے۔

تعلیم:

مؤلفین مفتاح الغیب رقمطراز ہیں کہ حضرت بو علی قلندرؒ نے مولانا سراج الدین مکیؒ سے قرآن شریف حفظ کیا، فقہ اور حدیث کی کتب بھی ان سے پڑھیں۔ مولوی احمد علی مؤلف ''قصرِ عارفاں'' لکھتے ہیں کہ آپؒ کے چار اساتذہ کا ذکر صرف نام کی حد تک محدود ہے۔ مولانا سراج الدین مکیؒ، مولانا نجم الدین دمشقیؒ، مولانا معین الدین عراقیؒ اور مولانا رکن الدین سامانیؒ حضرت بو علی قلندر کی قوتِ حافظہ بدرجۂ اتم تیز تھی۔ ایک بار جو مضمون آپؒ کی نظرِ مطالعہ سے گزر جاتا تو پھر وہ پتھر پر نقش کی طرح ہو جاتا۔ آپؒ کی والدہ محترمہ عربی النسل تھیں جبکہ والد عراق کے باشندہ تھے، اس لئے انہیں اپنے گھر کے ماحول ہی میں عربی فارسی میں کمال حاصل کرنے کا موقع فراہم ہو گیا۔ آپؒ کے فارسی اشعار میں عربی زبان کی برجستہ پیوندکاری کی مثالیں ادبی نقطۂ نگاہ سے خاص طور پر قابلِ دید ہیں۔ پانی پت میں ولادت اور قیام کی وجہ سے رائج الوقت زبان ہندی میں بھی آپؒ کو کمال مہارت حاصل تھی۔ آپؒ حافظِ قرآن تھے۔ قرآن شریف آپؒ کی زبان پر بہتے پانی کی طرح جاری ہوتا تھا۔ جب عوام الناس آپؒ کی زبان سے قرآن شریف سنتے تو اس کی روانی اور تاثیر سے تصویرِ حیرت بن جاتے۔ آپؒ فقہ کے پیچیدہ اور مشکل مسائل کا اس قدر مہارت اور تیزی سے استنباط فرماتے کہ علماء کی عقلیں دنگ رہ جاتیں۔ آپؒ صرف ونحو میں غیر معمولی استعداد کے

مالک تھے۔قرآن شریف کے اسرار و رموز کو بیان کرنے میں انہیں خداداد ملکہ حاصل تھا۔آیات کی شرح و بیان کے وقت محفلِ درس میں سناٹا چھا جاتا۔دہلی کی مشہور مسجد قوۃ الاسلام میں ایک طویل مدت تک خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔عربی زبان میں شعر گوئی ان کا علمی خاصا تھا۔آپؒ نے ہندی زبان میں کئی دوہے کہے جو اب تک زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ان کا ایک دوہا ملاحظہ ہو:

گھونگٹ کھول بدن حسیں مکھ دیکھن دے موہے
ناتر نعرہ ماروں جو سب جگ دیکھے توہے

ڈاکٹر مولوی عبدالحق مرحوم آہنگِ آصفیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں

’’ساتویں صدی ہجری بعہدِ محمد شاہ تغلق اور علاؤ الدین خلجی جس زبان کا رواج تھا اس کی اس درج بالا دوہے سے جو حضرت شیخ شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ صاحب کی زبان سے مبارز خان صاحب کے ارادۂ سفر کے موقع پر نکلا، کیفیت معلوم ہوتی ہے‘‘۔

آپؒ کی دوہا نویسی میں مہارت اور ہندی زبان میں بدرجۂ کمال عبور کی مثالیں اکثر تاریخی تذکروں میں دستیاب ہیں۔

تدریس:

حضرت بوعلی قلندرؒ نے اپنی زندگی کا ایک طویل حصہ درس و تدریس، ابلاغِ دین اور اعلائے کلمۃ الحق میں صرف کیا۔اس دور کے فقہاء، مفسرین اور محدثین نے آپؒ کے علم سے بمقدارِ وافر استفادہ کیا۔آپؒ کی محفلِ درس میں بیٹھ کر فضلاءِ علم کے آبدار موتیوں سے مالا مال ہو جاتے۔آپؒ مدرسۂ یک مینار دہلی میں شیخ الجامعہ کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔اہلِ علم و دانش پروانہ وار آپؒ کی تابندہ شخصیت پر نثار

ہوتے تھے۔جن دنوں آپؒ دہلی سے پانی پت کے لئے عازمِ سفر ہوئے تو علماء اور فضلاء کی ایک جماعت بصد تعظیم واحترام آپؒ کی خدمت میں عرض گزار ہوئی کہ وہ کچھ مدت اور یہاں قیام فرمائیں تا کہ ان سے ان کے نکاتِ توحید کے رسائل پڑھ لیں۔اس بات کی تصدیق حضرت بوعلی قلندرؒ کی اپنی تحریر سے ہوتی ہے۔''جمیع دانش منداں بریں درویش گفتند کہ یک ماہ دیگر بمانید تا از ہر کتاب ورسالہ سبق بگیریم''۔ علاؤالدین خلجی کے دورِ حکومت میں آپؒ "مفتیٔ شہر" تھے۔اس دور میں عہدۂ مفتی دربارِ شاہی سے عطا کیا جاتا تھا اور اس عہدہ پر وہ لوگ متمکن ہوتے تھے جو فقہ و حدیث، صرف ونحو، اصول ومنطق اور علم وادب میں کمال درجہ استعداد رکھتے تھے۔

تصانیف:

مولفین مفتاح الغیب لکھتے ہیں کہ حضرت بوعلی قلندرؒ تصانیفِ کثیرہ کے مصنف تھے۔انہوں نے چند تصانیف کا ذکر بھی کیا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

دیوان:

آپؒ کے دیوان کے دو نسخے بالعموم مطالعہ میں آتے ہیں۔لاہور والا نسخہ ۸۸ غزلیات پر مشتمل ہے۔سیالکوٹ سے طبع شدہ دیوان میں ۸۹ غزلیں ہیں۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتب خانہ میں موجود دیوانِ قلندر کا مخطوطہ محض ۵۰ غزلوں پر مشتمل ہے۔اس مخطوطہ میں ۳۸ غزلیں ایسی ہیں جو مطبوعہ دیوانوں میں موجود نہیں ہیں۔ان غیر مطبوعہ غزلوں کو شامل کرنے سے ۱۲۷ غزلیں ہمارے سامنے آتی ہیں۔ آپؒ کا غزلیات کا مجموعہ خزانۂ عامرہ ہے۔ان غزلیات کے مطالعہ سے نفس میں

پاکیزگی، قلب میں روشنی اور روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے۔ عرفانِ حق کے نہایت پیچیدہ اور دشوار نکات کی گرہ کشائی ہوتی ہے۔ گویا ان کے دیوان کا مطالعہ معرفتِ حق کی راہ میں رہنما کا کام دیتا ہے۔ آپؒ کے دیوان سے ایک غزل کے اشعار ذوقِ سلیم کی ضیافت کے لئے تحریر کئے جاتے ہیں:

اگر بینم شبے ناگہ من آں سلطانِ خوباں را
سراندر پائے وَے آرم فدا سازم دل و جاں را
فروزم آتشے در دل بسوزم قبلۂ عالم
پس آنگہ قبلۂ سازم من آں ابروئے جاناں را
بیا ساقی کہ روئے تو مرا شمعِ حرم باشد
بگردم گردِ میخانہ ببوسم پائے مستاں را
دل و جاں کردہ ام نذرِ بتاں اکنوں ہمی خواہم
کہ گر یابم خریدارے فروشم دین و ایماں را
نہ باک از آتشِ دوزخ نہ پروائے جناں دارم
منم شوریدۂ جاناں نخواہم حور و غلماں را
چہ گفتی ایں سخن کفر است اگر گوئی شوی کافر
برو اے واعظِ ناداں نہ دانی سرِّ مستاں را
شرفؔ بر بند لب از گفتنِ اشعارِ رندانہ
شکایت ہاست از اشعارِ تو گبر و مسلماں را

ترجمہ: اگر میں سلطانِ خوباں کو اچانک ایک رات دیکھ لوں تو اس کے قدموں پر سر

رکھ دوں اور دل و جان قربان کر دوں۔

دل میں عشق کی آگ جلا کر قبلۂ عالَم کو جلا دوں اور بعد ازاں ابروئے جاناں کو اپنا قبلہ بنا لوں۔

اے ساقی! آ کہ تیرا چہرہ مجھے شمعِ حرم ہے میں میخانہ کے گرد گھومتا ہوں اور مستوں کے پاؤں چومتا ہوں۔

میں اپنے جان و دل تو اس محبوبِ حقیقی پر قربان کر ہی چکا ہوں' اب خواہش یہ کہ اگر مجھے میرا خریدار (محبوبِ حقیقی) مل جائے تو اپنا دین و ایمان بھی اس کے ہاتھ بیچ دوں (کہ اس سے پیاری کوئی چیز میرے پاس نہیں)

مجھے نہ دوزخ کا ڈر ہے نہ جنت کی پروا۔ میں محبوب کا عاشقِ شوریدہ ہوں مجھے حور و غلماں کی خواہش نہیں۔

کیا کہا؟ کہ یہ بات کفر ہے۔ یہ بات کہنے سے متکلم کافر ہو جاتا ہے؟ ارے نادان واعظ! جا اپنی راہ لے کہ تو مستوں کے راز سے آگاہ نہیں۔

اے شرفؔ رندانہ اشعار کہنے سے منہ بند کر لے کیونکہ تیرے ان اشعار سے ہر گبر و مسلمان کو بڑی شکایتیں ہیں۔

اس غزل کے مطالب و مفاہیم سے آگاہی حاصل کرنے کے ضمن میں مرزا اسد اللہ خان غالبؔ کا یہ شعر مدِ نظر رکھیں۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

۲۔ مثنوی:

آپؒ کی مثنوی ''مثنوی بوعلی قلندرؒ'' کے نام سے منصۂ شہود پر آئی ہے۔ اس کے اشعار مولانا رومؒ کی مثنوی کے وزن ''فاعلاتن فاعلاتن فاعلات'' پر لکھے گئے ہیں۔ مثنوی کا مرکزی موضوع عرفانِ حق ہے۔ عبادات میں اخلاص، کسبِ حلال اور مہر و وفا کے موضوعات اشعار کے آئینوں میں جھلکتے ہیں۔ بعض مقامات پر پیرِ رومیؒ کے مصرعے بڑی خوبصورتی، مہارت اور فنکارانہ دستگاہ کے ساتھ شاملِ اشعار کئے گئے ہیں۔ مثنوی کا مطالعہ قاری کو سرور و کیف اور سرشاری و مستی کی نعمت سے مالا مال کرتا ہے۔

۳۔ رباعیات:

رباعیات کے مجموعہ کی زبان نہایت سادہ و رواں ہے۔ پند و نصیحت کا انداز مشفقانہ اور حکیمانہ ہے۔

۴۔ رسالہ سیر العشق:

یہ رسالہ مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے۔ اس کا موضوع تصوف و معرفت اور حکمت و بصیرت ہے۔ اس میں عشق اور فقر کے ذیل میں درجہ بندی کی گئی ہے۔ نثر کا اسلوب نہایت دلکش اور دلنشیں ہے۔ آیات و احادیث کی اسناد سے موضوع کو نہایت معتبر اور قوی بنایا گیا ہے۔ مناسب مواقع پر اساتذہ کے اشعار بھی شامل کئے گئے ہیں جو موضوع کی اثر انگیزی اور حق پذیری میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۵۔ رسالہ عشقیہ:

یہ رسالہ بھی مخطوطہ کی شکل میں ہے۔ اس کا موضوع بالکل رسالہ سیر العشق

جیسا ہے۔اس کی نثر بھی سلیس ،رواں اور عارفانہ مطالب سے لبریز ہے۔

۶۔ اسرار العاشقین

مؤلفین مفتاح الغیب نے تحریر کیا ہے کہ اس رسالہ کا موضوع سراسر عشق و محبت ہے۔ یہ ابھی تک مخطوطہ کی صورت میں موجود ہے۔

۷۔ مکتوبات

مفتاح الغیب کی تحریر سے ظاہر ہے کہ ان مکتوبات کے مخاطب اختیار الدین قلندرؒ ہیں جو حضرت بوعلی قلندرؒ کے نہایت جاں نثار مرید اور ان کے برادر بزرگ نظام الدینؒ کے فرزندِ ارجمند تھے۔ ان خطوط کا مرکزی موضوع تصوف و معرفت ہے۔ حضرت شیخ محدث دہلویؒ نے اخبار الاخیار میں ان مکتوبات کے مضامین کو تفصیل کے ساتھ شاملِ کتاب کیا ہے جو علمِ حق کے طالب کو نہایت گراں مایہ علمی مواد مہیا کرتا ہے۔ یہ کتاب حضرت بوعلی قلندرؒ کی بیش بہا تعلیمات کا نہایت قیمتی خزانہ ہے۔

۸۔ رسالۂ سلوک

یہ رسالہ فقر و درویشی کے موضوع پر نہایت معتبر اور مدلل معلومات فراہم کرتا ہے۔ اس لحاظ سے یہ رسالہ اور زیادہ وقیع ہو جاتا ہے کہ اس میں حضرت بوعلی قلندرؒ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنی بیعت اور روحانی فیوض و برکات کی تفصیلات کا ذکر کیا ہے۔

۹۔ رسالۂ توحید

اس رسالہ کے تمام مضامین سوال و جواب کی صورت میں پیش کیے گئے ہیں۔

بیعت وارادت:

حضرت بوعلی قلندرؒ کی امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روحانی بیعت کا ذکر اکثر تاریخی تذکروں میں بالتواتر موجود ہے۔آپؒ کی ظاہری بیعت کے بارے میں کئی متضاد بیانات ملتے ہیں۔ روایتاً صحت پر مبنی ایک بیان مفتاح الغیب شرح دیوان بوعلی قلندر میں موجود ہے۔ جس سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ حضرت قلندر صاحبؒ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی مجلس میں باقاعدگی سے حاضر ہوتے تھے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنجِ شکرؒ نے جہاں حاضرینِ مجلس کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں وہاں قلندر صاحب کی موجودگی کا یوں ذکر فرمایا ہے۔ ''دراں وقت برادر شیخ شرف الدینؒ وغیرہ حاضر بودند۔''امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روحانی فیوض و برکات کے حصول کا ذکر حضرت قلندرؒ نے اپنے رسالۂ سلوک میں ان الفاظ میں کیا ہے۔''اے برادر! بدانکہ مرا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ علمِ حقیقت وعلمِ معرفت وعلمِ قیل وقال بیاموزانید از روحانیت یافتم۔اے برادر! حاضر و آگاہ باشید کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ازلاً ابداً بذاتِ خود موجود است۔ مرا بہ صحبتِ حضرت امیر المومنینؓ حضوری و آگاہی حاصل شد۔ و پردۂ حجاب از حقیقتِ ربانی مرتفع گشت و من باواسطۂ حصول وے بر جمیع دقائق از ذاتِ حضرتِ شاہِ مرداںؓ مطلع گشتم''، حضرت بوعلی قلندرؒ نے ایک طویل مدت تک تعلیم وتدریس کے شعبہ میں مہتم بالشان کارنامے سرانجام دیئے۔اب جبکہ ان کے دل ودماغ نورِ سرمدی سے معمور ومنور ہو گئے اور ان کا پیکرِ عنصری تجلیِ ذات کی جلوہ گاہ بن گیا تو آپؒ کے سبب

بہت سے کفار نے ہدایت ونجات کا راستہ اختیار کیا۔ دینِ حق سے ہمکنار ہو کر فوز وفلاح کی منزل تک رسائی حاصل کر لی۔ مسٹر تھامس آرنلڈ نے پانی پت کے ہندو راجپوتوں کا حضرت قلندرؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کا ذکر بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ یہ نومسلم راجپوت امر سنگھ کی اولاد میں سے تھے۔ خلجیوں کے ساتھ جنگ میں پانی پت کے اکثر ہندو راجپوت لقمۂ اجل بن گئے جن میں سے ایک حاملہ عورت بچی جو چھپ کر اپنے والدین کے پاس جوالہ پور چلی گئی۔ اس کے بطن سے امر سنگھ متولد ہوئے۔ جب امر سنگھ سنِ بلوغ کو پہنچا تو اپنے آباء واجداد کی جاگیریں واپس لینے کے لئے پانی پت کے لئے عازمِ سفر ہوا۔ مفتاح الغیب میں امر سنگھ کے سلسلہ میں ایک مستند بیان تحریر کیا گیا ہے۔

جب امر سنگھ دریائے جمنا کے کنارے پر پہنچا تو ایک بزرگ کو اللہ کی عبادت میں مصروف ومنہمک پایا۔ وہ بزرگ حضرت بوعلی قلندرؒ تھے۔ آپؒ نے اس کی پیشانی پر نورِ سعادت جگمگاتا دیکھ کر فرمایا بیٹا! تم سے اسلام کی بو آتی ہے۔ اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرنے میں تمہاری عزت وسعادت مضمر ہے۔ یہ بات امر سنگھ کے دل کی گہرائیوں میں پیغامِ راحت بن کر اتر گئی۔ جواباً امر سنگھ نے کہا' میں اپنی والدہ سے اس ضمن میں مشورہ کر آؤں۔ چنانچہ امر سنگھ نے ماں کی خدمت میں عرض گزار ہو کر قبولیتِ اسلام کے خیال کو عملی جامہ پہنانے کی اجازت طلب کی۔ اس لمحہ میں (روحانی طور پر) حضرت بوعلی قلندرؒ بھی پاس ایستادہ دیکھے گئے۔ آپؒ نے اس خاتون کو ترغیب دی اور آناً فاناً غائب ہو گئے۔ المختصر امر سنگھ دولتِ اسلام سے بہرہ ور ہو گیا۔ اس کا نام آپؒ نے امر اللہ خان رکھا۔ قلندر صاحبؒ کی سفارش پر خلجیوں نے امر سنگھ کی

جاگیریں اور املاک واگزار کردیں۔قلندر صاحبؒ کے تصرفِ باطنی سے امر اللہ خان کے ننھیال کے تمام افراد نے اسلام قبول کرلیا۔امر اللہ خان کی شادی اسی خاندان میں ہوئی اور اس کے تین فرزند شہاب خان، شہباز خان اور دولت خان متولد ہوئے۔جن کی اولاد اب تک پانی پت میں اقامت پذیر ہے۔

مشربِ قلندری اور جذب و مستی

جب انسان جادۂ عرفان پر گامزن ہوتا ہے اور روحانی طور پر منزلِ حق کی جانب دن رات فاصلے طے کرنے میں مصروف رہتا ہے تو اس حال و کیفیت میں وہ سالک کہلاتا ہے۔جب وہ اسم وصفت و ذات کی تفہیم اور پہچان میں محو ہوتا ہے' حق اور خلق کے باہم ربط و تعلق کو ادراک میں سمونے لگتا ہے اور اسے حقیقتِ ذات کا کچھ اتا پتا ملتا ہے تو اس صورت میں وہ عارف کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔جب اس روحانی سفر میں اس کے قدم عروج و کمال کی طرف بڑھتے ہیں تو وہ تعین کو فراموش کرتا ہے، مجاز کو یکسر بھول جاتا ہے، وہمِ خودی کلیتاً اس کے دل و دماغ سے خارج ہو جاتا ہے اور غیریت کا حجاب تار تار ہو جاتا ہے تو وہ ایوانِ وصل میں باریاب ہوتا ہے اور اسے واصل کا نام دیا جاتا ہے۔قرب و وصل کی رہگزر نہایت طویل ہے۔ ہر درجہ و مرتبہ پر وصل کی تجلیات مختلف ہوتی ہیں اور روح قرب کے مختلف ذائقوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ترقی کی منازل طے کرتے کرتے جب انتہائی مرتبۂ انسانی تک پہنچتا ہے تو اسے قلندر کا لقب عطا کیا جاتا ہے۔اس موضوع پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے مولوی محمد تقی حیدر کا بیان درج ذیل سطور میں تحریر کیا جاتا ہے۔

''انسان اپنے آئینۂ ذاتی کو اپنے آئینۂ وہم کامل میں بصورت اسماء و

صفات و عوالم و اشیاء ملاحظہ کرتا ہوا اور اس سے اپنی ذاتِ حقہ کا یقین حاصل کرتا ہوا اپنے آخری مرتبہ، نزول یعنی مرتبۂ انسانی میں پہنچ جاتا ہے اور لباسِ عبودیت زیب تن کرتا ہے۔ یہاں پر اس کے لئے نزول و عروج ایک ہو جاتا ہے اور وہ لاہوت کو ناسوت اور ناسوت کو لاہوت میں دیکھتا ہے۔ کل میں جز اور جز و میں کل کا مشاہدہ کرتا ہے اور خود اپنی جہتِ وجود میں لاہوت و ناسوت و جز و کل سب سے مستغنی رہتا ہے اور ہر وقت اپنے کمال سے ایک طرح کے سرور میں رہتا ہے، جس کو حیرتِ محمودہ کہتے ہیں اور اس مقامِ بے مقامی میں اس کو انسانِ کامل، عارفِ تام المعرفت اور قلندر کہتے ہیں''۔

بقول حضرت نیاز احمد بریلویؒ

نہ مقامِ جستجو ہے نہ محلِ گفتگو ہے
دلِ بے نوائے میرے جہاں چھاؤنی ہے چھائی

حضرت سیّد اشرف سمنانیؒ کا قول ہے کہ قلندر سے مراد وہ شخصیت ہے جسے ظاہری اور باطنی تجرید حاصل ہو۔ شریعت و طریقت میں رتبۂ کمال پر فائز ہو اور ہمہ وقت بحرِ وجود اور دریائے شہود میں غوطہ زن رہتا ہو۔ محمد حسین تبریزی رقمطراز ہیں کہ قلندر وہ انسان ہوتا ہے جو جمال و جلالِ الٰہیہ کے تصور میں کامل طور پر محو ہو۔ عوارف المعارف میں منقول ہے کہ مردِ قلندر کا کل سرمایہ محویت ہوتا ہے۔ مؤلف ''نفحات العنبریہ'' تحریر کرتے ہیں کہ قلندر وہ ہے جو سب کو حق سے حق کے لئے دیکھتا ہوا اور اپنے آپ کو سب سے منقطع کر کے عاشقِ جمالِ ذوالجلال ہو رہا ہو۔ اس مرتبہ پر فائز ہو کر قیودِ نفس و عقل سے خلاص ہو کر نشاط و انبساط و اشارت و بشارت سے بے تعلق ہو گیا ہو۔ حضرت شہاب الدین سہروردیؒ کا قول مبارک ہے کہ فرقہ قلندریہ کو ایسا طیّب قلب اور

سرورِ حضورِ حق حاصل ہوتا ہے اور ان پر سکرِ حال اور باطنی مستی اس قدر غلبہ کرتی ہے کہ ان کے ظاہری اعمال یعنی نوافل و آداب وتناولِ لذات وغیرہ میں قلت ہو جاتی ہے۔ وہ محض سرور و حضورِ باطنی پر ہی اکتفا کرتے ہیں مگر ترکِ فرائض نہیں کرتے۔ مندرجہ بالا نثری حوالوں کے بعد اب چند اشعار تحریر کرتے ہیں جن سے مشربِ قلندری کا تصور اور زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

قلندر پرتوِ نورِ الٰہی ست قلندر مطلعِ انوارِ شاہی ست
قلندر سایۂ پروردگار است قلندر محض ذاتِ کردگار است
قلندر قلزمِ توحید باشد قلندر چشمۂ تفرید باشد
قلندر کے بیاید در عبارت قلندر کے بگنجد در اشارت

اے بے خبر! چہ مذہبی از مذہبِ قلندر برحق بود اناالحق در مشربِ قلندر
اہلِ حقیقت است او قائل بہ وحدت ست او حرفِ دوئی نشنود کس از لبِ قلندر

ہزار نکتۂ باریک تر زمو ایں جاست نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند
بیا بمجلسِ اقبال و یک دو ساغر کش اگرچہ سر نتراشد قلندری داند

رسالہ غوثیہ میں منقول ہے کہ قلندر سریانی زبان میں اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ سلسلۂ قلندریہ حضرت شیخ عبدالعزیز مکی قلندرؒ سے منسوب ہے۔ حضرت شیخ موصوف حضور ﷺ کے اصحابِ صفہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ لقب سب سے پہلے حضور ﷺ نے عبدالعزیز مکیؒ کو عطا فرمایا تھا۔ آپؒ مست و بے خود

مجذوب فقیر تھے۔ جو محویت کے عالم میں سالوں تک پڑے رہتے۔ اسی رسالہ میں آگے چل کر یہ تحریر سامنے آتی ہے کہ شیخ عبدالعزیز قلندر مکیؒ بارہ ذوالحج کے دن مقام پاک پتن ضلع ملتان (پنجاب) میں شہر سے باہر روپوش ہو گئے۔ وہاں ہر سال بارہ ذوالحج کے روز عرس کا انعقاد ہوتا ہے۔ اتباعِ شریعت کے متعلق خود بوعلی قلندرؒ اپنے مکتوب بنام اختیار الدین قلندرؒ میں تحریر کرتے ہیں اے برادر! جنۂ شریعت درست بگیر زیرا کہ جنۂ شریعت کالبدست چوں کالبد را از شریعت پاک کنی۔ ظاہر آراستہ باشی وتن را راست کردہ یابی چوں شریعت استقامت یابد گلِ طریقت در دل تو بشگفد۔

استغراق اور محضر نامہ:

مستند تاریخی تذکرے شاہد ہیں کہ حضرت بوعلی قلندرؒ جذب ومحویت کے سلسلے میں اکثر اولیائے اکابرین سے سبقت لے گئے۔ آپؒ کئی کئی سالوں تک دریائے حیرت میں غرق رہتے۔ خشکیوں پر ان کی ریاضت کے واقعات سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ پانی میں کھڑے ہو کر مجاہدہ کی باتیں سن کر اہل ہوش وخرد گنگ ہو جاتے۔ ایک بار استغراق ومحویت کے عالم میں آپ کی ریش مبارک خلافِ شریعت بڑھ گئی تھی، کسی کو جسارت نہیں تھی کہ آپؒ کی داڑھی کترے۔ سالار یہ تاجک قوم کے چند معززین نے قاضی ضیاءالدین مفتی سے شکایت کی کہ یہ مست درویش جادۂ شریعت سے منحرف ہے۔ حالِ حقیقت سے بے خبر مفتی نے ایک محضر لکھا، جس کا اردو ترجمہ ہو بہو تحریر کیا جاتا ہے۔ ''شرف الدین فاضل وعالم ہے، چالیس سال تک دہلی میں درس و تدریس، وعظ ونصیحت اور علمی مشاغل میں مصروف رہا۔ اب اپنے وطن پانی پت آیا ہے اور علومِ ظاہری کے دروازے بند کر کے عالموں اور فاضلوں کی صحبت سے گریز پائی

اختیار کر کے گوشہ نشین ہوگیا ہے' متاعِ شریعت سے تہی دست ہے' لہٰذا سزا دینے کے قابل ہے۔'' بزرگوں اور سرداروں کی شہادت کے ساتھ یہ محضر نامہ خواجہ ملک علی انصاری کے پاس مہرِ تصدیق کے لئے ارسال کیا گیا۔ خواجہ موصوف حقیقت شناس دل ونگاہ کے مالک تھے۔ پڑھ کر محضر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ قاضی نے خواجہ موصوف کو اس جسارت پر عدالت میں طلب کیا۔ خواجہ نے وضاحت کی یہ درویش مستِ الست ہے اور شرعی احکام کی پابندیوں سے معذور ہے۔ نیز کہا، اے قاضی! اگر تم اس مردِ درویش کے استغراق اور حال کے معترف نہیں تو اس کی ریش اور مونچھیں کتر دو۔ قاضی نے اپنے سات فرزند یکے بعد دیگرے قینچی ہاتھ میں دے کر قلندر صاحب کے یہاں بھیجے' وہ ساتوں نظرِ قہر وغضب سے جانبر نہ ہو سکے۔ انجامِ کار قاضی خود قینچی ہاتھ میں لئے حضرت بوعلی قلندرؒ کی خدمت میں گیا۔ اس وقت احترامِ شریعت میں آپؒ نے گردن خم کردی۔ مفتی نے مونچھیں کاٹیں، قلندرؒ کے بدن کا ایک ایک بال ذکرِ حق میں مصروف تھا۔ آپؒ نے کٹے ہوئے بالوں کو بوسہ دیا اور کہا' الحمدللہ یہ بال شرعِ نبوی کی راہ میں کاٹے گئے۔ آپؒ نے قاضی سے ناراض ہو کر کہا۔ ضیاء الدین! تیری قبر گدھوں کی چراگاہ ہوگی۔ گمشدہ گدھے تیری قبر سے ملا کریں گے۔ مفتی نے نماز پڑھنے کی تاکید کی۔ آپؒ نے جواباً کہا' ضیاء الدین میں معذور ہوں۔ مفتی نے کہا تم نماز سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتے۔ آپؒ نے جواب دیا ''دلِ ما در اختیارِ ما نیست و ما مستانِ الست نماز تزویرنمی گزاریم''۔ مفتی مصر ہوا کہ شریعت میں حیلہ بہانہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس اصرار پر حضرت قلندرؒ جوش میں آ کر یوں گویا ہوئے۔ ''ضیاء الدین! برخیز و بیا مرا از یں کمر بندِ چرمی بہ بند، اگر بستہ مانم بداں کہ برمن حدودِ شرعی واجب است۔

وگرنہ معذور داں۔'' قاضی صاحب نے بوعلی قلندرؒ کے جسم کو کس کر باندھ دیا۔ آپ کے جسم کی لطافت کے باعث کمر بند قاضی کے ہاتھ میں پکڑا رہ گیا۔ جب حضرت قلندرؒ پر کیفیتِ جمال عود کر آئی تو کہا' اے ضیاء الدین! میں عاشق شوریدہ سر عشقِ محبوب میں مبتلا ہوں' اٹھ نماز ادا کر' میں بھی فرائض میں تمہارے ساتھ شریک ہوں گا۔ مفتی نے امامت کی، قراءت شروع کی تو حضرت قلندرؒ پھر عالمِ استغراق میں چلے گئے۔ جب مفتی نماز پڑھ چکا تو عرض کی اے درویش! کیوں کھڑا ہے۔ آپؒ نے جواباً کہا:

آنکھیں گھائی گوررو ہاوے ایہہ نماز شر فانہیں بھاوے

یہ مستند واقعہ اس امر کا شاہدِ صادق ہے کہ محویت واستغراق اور جذبِ باطنی آپؒ کے جان و دل پر اس درجہ غالب آ گئے تھے کہ آپؒ ہر وقت مستی وسرشاری اور بے خودی کی حالت میں گرد و پیش سے بے خبر، ہوش وخرد سے بے گانہ، انوار وتجلیاتِ ذات کے مشاہدہ میں دن رات مستغرق رہتے، جونہی جمالِ دوست کی محویت سے فرصت پاتے، فرائض کی ادائیگی میں فی الفور مستعد وآمادہ ہو جاتے۔

تذکرہ نگاروں نے آپؒ کی زندگی کو تین مختلف ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ دورِ اول حصولِ علم سے منسوب ہے۔ آپؒ نے قرآن شریف حفظ کیا اور علومِ متداولہ سے بہرہ مند ہوئے۔ دورِ دوم: آپؒ مسجدِ قوۃ الاسلام میں خطیب کے عہدہ پر مامور رہے' نامور علماء وفضلاء ان کے درسِ قرآن وحدیث میں شامل ہو کر فیوض وبرکات کے خزانے حاصل کرتے۔ آپؒ فتویٰ نویسی میں خاص یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ دورِ سوم: اس دور میں بوعلی قلندرؒ اپنے ہم عصر علمائے ربانی اور عارفینِ حقانی سے جی بھر کر مستفیض ہوئے، آپؒ کی ریاضت ومجاہدہ کے بے مثال واقعات زبان زدِ خاص وعام ہیں۔

قصبہ پانی پت سے مشرق کی جانب دو میل کی مسافت پر آج بھی آپؒ کی نشست گاہ موجود ہے' جہاں آپ اکثر محفل ذکر و فکر آراستہ فرماتے تھے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آپؒ بچپن میں شیروں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ اس دور کے آثار آج بھی باقی ہیں، جس پتھر پر نگاہ پڑی اسے پارس بنا دیا۔ جس آہن پر نظرِ التفات مرکوز کی اسے کندن کر دیا۔

حضرت قلندرؒ جب ذکر میں مصروف ہوتے تو آپؒ کے ہر بال کی جڑ سے پسینہ جاری ہو جاتا۔ جو بوند زمین پر گرتی اس سے ہُو کا نقش بن جاتا تھا۔ مکاشفہ اور مشاہدہ میں آپؒ اپنے معاصرین سے بہت آگے تھے۔ یہ بات اس امر کا بدیہی ثبوت ہے کہ آپؒ براہِ راست امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فیضان سے بہرہ ور ہوئے تھے۔

شاہانِ وقت:

حضرت بو علی قلندرؒ بتائیدِ ایزدی شاہ و گدا کے دلوں پر مکمل طور پر حکمرانی کرتے تھے۔ سلاطین و امراء ان کے فقیر و گدا بن کر خدمت میں باریاب ہوتے اور فیوض و برکات سے اپنا دامن بھر کر محفل سے اٹھتے۔ حضرت بو علی قلندرؒ نہایت آزاد منش اور بے باک شخصیت کے مالک تھے۔ شاہانِ وقت آپؒ کے قہر و جلال سے خوف زدہ ہو کر سہمے رہتے۔ چند سلاطین کا ذکر کیا جاتا ہے۔

قلندر صاحبؒ کی دعا سے منعمِ حقیقی نے غیاث الدین بلبنؒ کو چار فرزند عطا کئے۔ حضرت بو علی قلندرؒ سے اس سلطان کی ارادت و محبت اس درجہ تھی کہ اکثر آپؒ کی محفل میں حاضر ہوتا۔ یہ قلندر کی دعا کا اثر تھا کہ دہلی کے گردونواح کے راجپوت

قبیلے اس بادشاہ کے جلال سے خوفزدہ رہتے تھے۔علاؤ الدین آغاز میں نہایت بے رحم اور آوارہ منش انسان تھا۔ جونہی اس کا قلبی لگاؤ آپؒ سے ہوا' اس کے دل کی کایا پلٹ گئی' اس نے نظامِ سلطنت کو پھر سے ترتیب دیا' شراب نوشی کی بندش کا نہایت سخت فرمان جاری کیا۔کمال الدین فیروز تغلق اپنے چچازاد بھائی محمد تغلق کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ایک دفعہ بعمرِ جوانی حضرت قلندرؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔آپؒ نے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ جواباً عرض کیا۔کمال الدین، آپؒ نے فرمایا کہ تیری عمر بھی کمال کے ساتھ،دولت بھی کمال کے ساتھ اور نعمت بھی کمال کے ساتھ ہوگی۔ان سلاطین کے علاوہ ناصر الدین، جلال الدین خلجی، غیاث الدین تغلق بھی حضرت قلندرؒ کے دورِ حیات میں تخت نشین رہے۔

ہم عصر اولیائے اکابرین:

آپؒ کے دورِ حیات میں جو عظیم الشان بزرگانِ دین ہو گزرے ہیں ان میں سے چند کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ، حضرت نظام الدین اولیاء محبوبِ الٰہیؒ، حضرت امیر خسروؒ، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ، حضرت لال شہباز قلندرؒ، حضرت مخدوم علاؤ الدین صابر کلیریؒ، مولانا سراج الدین رکوعیؒ، جلال الدین کبیر الاولیاءؒ، سیّد محمد بندہ نواز گیسودرازؒ، شیخ احمد یحییٰ سہروردیؒ، خواجہ شمس الدین ترک پانی پتیؒ۔

خلفاء:

حضرت بوعلی کا حلقہ ارشاد و تبلیغ نہایت وسیع تھا۔ چہار دانگِ عالم میں آپؒ کی شہرت و مقبولیت کا ڈنکا بجتا تھا۔ حضور مبارک خان مخدومؒ، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاءؒ، مولانا سراج الدین رکوعیؒ، مولانا سراج الدین مکیؒ، مولانا شاہ اختیار الدین قلندرؒ، شیخ قلندر زندہ پیرؒ، مخدوم راجی جمشید راج گیریؒ جیسے حضرات آپؒ کے جاں نثار خلفاء میں دکھائی دیتے ہیں۔

حضرت بوعلی قلندرؒ عوام الناس میں نہایت مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ ان کے مشرب میں فراخی تھی۔ البتہ ریاکار اور بے عمل واعظوں اور ملاؤں سے بیزار اور دل برداشتہ رہتے تھے۔ اس موضوع کا ترجمان شعر تحریر کیا جاتا ہے۔

بترس از نگہِ قہرِ او و دم درکش
بزہد و طاعتِ خود زاہدا مشو مغرور

سماع:

حضرت بوعلی قلندرؒ کی طبیعت سماع سے بہت زیادہ مانوس تھی۔ بزمِ سماع میں آپؒ کی روح جن بلندیوں اور رفعتوں میں محوِ پرواز ہوتی، ان کا ادراک دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ منکرین سماع کے بارے میں آپؒ کے الفاظ قابلِ توجہ ہیں۔

گوشِ کری دارد و سر خالی از سودائے یار
شیخ گر حظے نمی گیرد ز آہنگِ سماع

اگر شیخ سماع کے الاپ سے لطف اندوز نہیں ہوتا تو اس کا قصور نہیں کیونکہ اس کے کان بہرے ہیں اور اس کا سر محبوبِ حقیقی کے عشق سے خالی ہے۔

ذوقِ سماع اس قدر آپؒ کے دل پر حاوی تھا اور اس کے اثرات آپؒ کی مبارک روح میں اس درجہ سرایت پذیر تھے کہ اہلِ فکر و نظر وہ منظر دیکھ کر تصویرِ حیرت بن جاتے اور انہیں اس موضوع پر بات کرنے کا یارا نہ ہوتا۔

اہل بیت سے عقیدت:

آپؒ کو اہلِ بیتِ رسولؐ سے بے پناہ عقیدت و محبت تھی۔ سادات کا حد درجہ احترام آپؒ کا جزوِ ایمان تھا' سادات کے بچوں کا آپؒ بہت احترام کرتے۔ جب تک سیّد زادے آپؒ کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جاتے' آپؒ ازراہِ ادب ایستادہ رہتے۔ بچے آپؒ کے گرد دائرہ کی صورت میں جمع ہو کر علی علی کہتے تو آپؒ اس شغل میں بہت زیادہ خوش ہوتے۔ مشرب کے اعتبار سے تعصب نام کی چیز آپؒ کی طبیعت میں ہرگز نہیں تھی۔ آپؒ حسنِ حقیقی میں اس درجہ منہمک اور مست رہتے کہ انہیں ظاہر پر نظر رکھنے اور ان کے بارے میں سوچنے اور بات کرنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی تھی۔ آپؒ کا یہ قول خاص طور پر قابلِ توجہ ہے۔ ''اے برادر! در عشقِ محبوب چنانم کہ من خود رانمی دانم''۔

تعلیمات:

آپؒ نے اپنے جاں نثار خلیفہ اور نیاز مند بھتیجے اختیار الدین قلندرؒ کے نام ۱۴۸ مکتوبات تحریر کیے ہیں۔ ان خطوط کا مرکزی موضوع تصوف و معرفت ہے۔ ان کی تعلیمات و افکار کا محور عشق و محبت اور عرفانِ حق ہے۔ چند اقتباسات تحریر کیے جاتے

ہیں۔اے برادر! عاشق بن جاؤ اور دونوں جہاں کو معشوقِ حقیقی کا حسن جانو اور اپنے آپ کو بھی معشوق کا حسن سمجھو۔ عاشق نے تیرے عشق سے تیرے وجودِ کامل کو بنایا تا کہ وہ حسن و جمال کو تیرے آئینے میں دیکھے اور تمہیں اپنا محرمِ راز جانے اور الانسان سرّی (انسان میرا بھید ہے) تمہاری ہی شان میں آیا ہے۔پس عاشق بن جاؤ تا کہ ہمیشہ حسن کا دیدار کرو۔ دنیا اور آخرت کو پہچان لو۔عقبیٰ کا ملک محمد ﷺ کی مِلک ہے اور دنیا شیطان کی مِلک ۔ یہ معلوم کرو کہ دونوں میں سے تمہارے لئے کون سا بنایا ہے۔اے برادر! قند کا ایک گولا بناؤ' پھر اس سے سو گولے بنالو اور ہر گولے سے ایک صورت بناؤ اور ہر صورت کا ایک نام رکھو، بعض کو گھوڑا اور بعض کو ہاتھی کہو تو قند کا نام جاتا رہے گا،صرف صورت باقی رہ جائے گی، پھر جب تم موُرتوں کو توڑ کر قند کا گولا بناؤ گے تو قند کا نام پھر سے ظاہر ہو جائے گا۔حضرت مولائے رومؒ نے اسی خیال کو اس شعر میں بیان کیا ہے:

صورت از بے صورتی آمد بروں

باز شد انا الیہ راجعون

وفات:

حضرت بوعلی قلندرؒ نے عمر کے آخری ایام میں کرنال شہر کے قریب جنگل میں ایک جھونپڑی بنالی اور اسی میں اقامت پذیر ہو گئے۔ شیخ محمد بن احمد مؤلف شرف المناقب لکھتے ہیں کہ حضرت بوعلی قلندرؒ نے ۹ رمضان المبارک ۷۲۴ ہجری کی رات رحلت فرمائی۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔آپ کا جسم مبارک ایک رات اور ایک دن چبوترے پر قبلہ رو پڑا رہا۔کوئی متنفس وہاں موجود نہیں تھا۔ اطلاع ملنے پر اہلِ

کرنال آپؒ کے جسم کو غسل دینے کے لئے شہر اٹھا لائے۔ اسی اثنا میں پانی پت کے لوگ بھی پہنچ گئے۔ اہلِ کرنال کا اصرار تھا کہ جسم کی تدفین کرنال میں ہو۔ آخر کار پانی پت والوں کی بات مان لی گئی۔ حضرت بو علی قلندرؒ کی وفات کی خبر پانی پت میں مولانا سراج الدین مکیؒ کو بذریعہ کشف معلوم ہوئی۔ خود حضرت بو علی قلندرؒ نے فرمایا' مولانا جلد تشریف لے آئیں۔ میں اس دارِ فانی سے رخصت ہو گیا ہوں۔ میری نعش کو پانی پت لے آیئے اور میرے نام کا جو مقبرہ بنا ہوا ہے وہاں دفن کر دیجئے۔ پانی پت میں آج بھی آپؒ کا مزارِ پُرانوار مرجع عوام و خواص اور مرکزِ فیوض و برکات ہے۔

بعدِ مردن بھی ان کا فیض و کرم
اہلِ حاجت ہیں پا رہے پیہم

☆......☆